شیخ ابومیاں الہٰ آبادی کے عقائدوافکار کا منصفانہ جائزہ

موقر علمائے اہلِ سنّت کے تحقیقی مقالات کا دستاویزی مرقع

لباسِ خضر میں؟

جمع وترتیب

طارق رضا نجمی

(سعودیہ عربیہ)

باھتمام:

صوفی قادر ولی (خلیفۂ حضور تاج الشریعہ)

(آدھونی، آندھراپردیش)

لباسِ خضر میں؟

جمع وترتیب طارق رضا نجمی

دار العلوم فیضانِ تاج الشریعہ

آپ کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوگی کہ شہر بریلی شریف میں کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا کہ جہاں اکیڈمک طرز پر بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہو اور اسکول وکالج وغیرہ کے طلبہ کو بھی دینی تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ اسی ضرورت دینی کو محسوس کرتے ہوئے ایک عظیم ادارہ **"دار العلوم فیضان تاج الشریعہ"** کے نام سے قائم کیا، جس کا تعمیری کام جاری ہے، اب تک اس کے پانچ کمروں کی دیواریں وغیرہ مکمل ہو چکی ہیں لِنٹر پڑنا باقی ہے، جس کی لمبائی وچوڑائی 2625 اسکوائر فٹ ہے۔

کمروں اور برآمدہ کے لنٹر اور لائٹ فٹنگ وغیرہ کا خرچ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ (650000) روپئے ہے۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ دین وسنیت کی خدمت کے لیے اس ادارہ کا ضرور تعاون فرمائیں تاکہ نئی نسل کو دینی واسلامی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کیا جا سکے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنی استطاعت کے مطابق میٹریل مثلاً ریتا، بجری، سریا، سیمنٹ وغیرہ کو خود خرید کر بھیج سکتے ہیں۔

Cheque and Draft in favour

ALMAKTABUNNUR WELFARE SOCIETY

Bank Name :Bank of Baroda A/c No. 23550200007075

IFSC Code:BARBODAURAG

محمد راحت خاں قادری غفرلہ القوی

بانی وناظم اعلیٰ دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

DARUL-ULOOM FAIZAIN-E-TAJUSHSHARIYA

Air Force Gate, Shikarpur Chaudhri, Izzat Nagar, Bareilly Shareef (U.P.)- 243122 (M) 9457919474

Redg. No. 44504

E-mail: faizanetajushshariya@gmail.com

دار العلوم فیضانِ تاج الشریعہ

شکارپور چودھری عزت نگر بریلی شریف

www.faizanetajushshariya.com

شیخ ابو میاں الہٰ آبادی کے عقائد و افکار کا منصفانہ جائزہ

موقر علمائے اہلِ سنّت کے تحقیقی مقالات کا دستاویزی مرقّع

لباسِ خضر میں؟

جمع و ترتیب

طارق رضا نجمی

(سعودیہ عربیہ)

باہتمام:

صوفی قادر ولی (خلیفہ حضور تاج الشریعہ)

(آدھونی، آندھرا پردیش)

ناشر

دار العلوم فیضانِ تاج الشریعہ

شکار پور چودھری عزت نگر، بریلی شریف

www.faizanetajushshariya.com

اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

"لباسِ خضر میں" یاں سینکڑوں رہزن بھی رہتے ہیں

نام کتاب	:	لباسِ خضر میں؟
مرتب	:	طارق رضا نجمی
باہتمام	:	صوفی قادر ولی رضوی، آدھونی
کمپوزنگ	:	ثاقب رضا نجمی
ناشر	:	دارالعلوم فیضانِ تاج الشریعہ، بریلی شریف
سن اشاعت	:	بموقع عرس رضوی صفر المظفر ۱۴۳۸ھ دسمبر ۲۰۱۶ء
صفحات	:	184
تعداد	:	گیارہ سو 1100
قیمت	:	

{ملنے کے پتے}

- دارالعلوم فیضانِ تاج الشریعہ، بریلی شریف
- دارالعلوم رضویہ حبیبیہ، جوبرا، کٹک
- جامعہ رضویہ، پٹنہ

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے

سب سے چہیتے شاگرد وخلیفہ

حضور ملک العلماء

حضرت مولانا سیّد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام منسوب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔

طالب دعا

طارق رضا نجمی

فہرست

عرضِ مرتب

طارق رضا نجمی

مقیم حال سعودیہ عربیہ

آج کے اس پرفتن دور میں جس چیز کا بچانا سب سے زیادہ مشکل ہے اس چیز کا نام ایمان ہے۔ جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ نماز روزہ حج وزکوۃ غرضیکہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار جس چیز پر ہے وہ بھی ایمان ہی ہے اور یہ راز شیطان پر خوب عیاں ہے کہ ایمان کمزور کردو تا کہ اعمال کی دیوار اوپر اٹھنے ہی نہ پائے اور بس چلے تو ایمان کی دولت لوٹ لو تاکہ کوئی جنت میں جانے ہی نہ پائے، میں چھ کروڑ یا چھ ہزار کروڑ کا عبادت گزار اگر جنت سے باہر ہوں اور باہر ہی رہوں گا تو میں بنی آدم کے لیے وہی ہتھیار استعمال کر کے اور کرا کے انہیں بھی باہر ہی رکھوں گا، تاہم اللہ تبارک وتعالی نے اپنی شان کریمی ورحیمی کا مظاہرہ فرما کر "الا المخلصین" کی قید لگا کر اپنے منتخب ومخصوص بندوں کو الگ فرما یا ہے ،انہیں مخلصین بندوں کی آرام گاہ جنت ہے،کل دنیا دیکھے گی کہ بڑے بڑے نماز وروزے کے علم بردار، زہدوورع کے پاسدار،تصوف وطریقت کے ٹھیکیدار اور طربوش برادری کے داروے دار سیدھے جہنم میں جھونک دئے جائیں گے۔اور پھر کرم بالائے کرم دیکھئے کہ ایمان کی حفاظت مضبوط قلع کی نشاندہی فرمادی کہ" کونوا مع الصادقین" میرے سچے بندوں کے ساتھ ہی رہو، انہیں کے ہوجاؤ، تاکہ وہ جس طرح محفوظ ہیں تم بھی محفوظ ہوجاؤ، ورنہ شیطان تمہارے ایمان کا بیڑا لوٹ بھی لے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔اسی لیے اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تونے نیند نکالی ہے

آج جب کہ ایمان کے لٹیرے مختلف انداز میں ہرطرف پھرنے لگے ہیں اعلیٰ حضرت کے فرمان کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئ ہے، گیہوں کے بھیس میں اگر جو کا سودا ہونے لگے، ایمان کے نام پر اگر کفر کو فروغ دیا جانے لگے، تصوف کے روپ میں اگر زندیقیت کی تبلیغ ہونے لگے، سنیت کے پلیٹ فارم سے اگر غیر مقلدیت کا پیغام نشر ہونے لگے اور خضر کے لباس میں اگر رہزن رہنے لگے تو سوچئے ایمان وعقیدہ کا بچانا کتنا مشکل ہے، مگر اس مشکل کو بھی میرے امام نے ایک ہی شعر میں آسان فرمادیا۔ ہزار بات کی ایک بات انہوں نے کہی ہے:

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

بس نقوش سلف صالحین پر مضبوطی سے چلنے اور افکار فقہا وعلمائے کاملین کو چراغ رہ گزر اور شمع منزل بنائے رکھنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ ''یہی چراغ جلے گا تو روشنی ہوگی''۔ اسی چراغ کو مدھم کرنے کے درپے شیطان تھا اور اب بھی ہے۔ کفرواسلام میں ملاپ، ایمان اور شرک میں موافقت، ہدایت اور گمرہی میں انسیت، صوفیت اور زندیقیت میں یکسانیت، سنیت اور صلح کلیت میں اتحاد نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ جب آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی پیشکش والوں کو جھٹک دیا، صحابہ کرام نے ایسے نظریے کی پامالی کو ضروری جانا، تابعین وسلف صالحین نے سختیاں جھیلیں مگر صلح کلیت آمیز پیغام کے سامنے سر نہ جھکایا، علمائے حق نے صلیب ودار پر چڑھنا گوارہ کیا مگر حالات سے سمجھوتہ نہ کیا، تو آج اگر کوئی مل جل کر رہنے کی بات کرے، گل وخار کو ایک کردینے کی جدوجہد کرے، سب کو ساتھ لے کر اور سب کے ساتھ زندگی گزارنے کا فریب دے تو کیا اس کی یہ حرکت آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سلف صالحین تک کے خلاف نہیں

ہے؟ ہے! اور یقینا ہے اور جب یہ روش ان سب کے خلاف ہے تو اس روش سے دور رہنا اپنے ایمان واعمال کی حفاظت کے لیے کتنا ضروری ہے خود ٹھنڈے دل سے سوچئے اور بار بار غور کیجیے، کیا جو لوگ دن دہاڑے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت وشریعت کے خلاف مسلسل کوشش میں مصروف ہیں وہ نبی کے باغی ودشمن نہیں ہیں؟ آپ کا ضمیر کہے گا کہ ہیں اور جب وہ نبی کے دشمن ہیں تو پھر ان سے آپ کا ملاپ؟ تعجب ہے!
تبھی تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں:

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

آپ کا اسلام تو ان سے مروت پر بھی آپ کو ٹوکتا اور روکتا ہے اور آپ ان سے محبت کرتے اور مروت کی بات کرتے ہیں، کیا یہی حضور کی غلامی کا تقاضہ ہے؟ آپ کے دل کی آواز وہی ہونی چاہیے جو دنیائے سنیت کے امام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی آواز ہے، دیکھئے وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کس درد واعتماد سے کہہ رہے ہیں:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد! میں دنیا سے مسلمان گیا

کاش! یہ آواز اگر ساری دنیا کے مسلمانوں کے سینوں میں پیوست ہوجائے تو پوری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرا جائے۔ اگر سر ہتھیلی پر لے کر میدان کارزار میں اس قوم کا کوئی جواب نہیں ہے تو فریب دینے اور فریب کھانے میں بھی اس قوم کا کوئی جواب نہیں ہے، کیا یزید کا فریب، مامون رشید کی دغا، اکبر کی شیطنیت، تاریخ کا اہم باب نہیں ہے؟ اور ماضی قریب میں وہابیت کی ریشہ دوانی، دیوبندیت کی چالبازی، چکڑالویت اور مودودیت کی فتنہ سامانی اب تک حساس دل اور غیور فطرت مسلمانوں کو خون کے آنسو نہیں رلا رہی ہے؟ اور اب حال میں ان سارے فتنوں سے ہٹ کر اگر دیکھئے تو بنام سنیت منہاجیت کا فتنہ، فتنہ عظیم نہیں ہے؟ جو سنی شیعہ سب کو ایک کردینے کی ناپاک کوشش میں پانی کی طرح

پیسے بہار ہا ہے۔اسی فتنہ منہاجیت کے زیر اثر ''سید سراواں الہ باد'' سے صوفیت کا فتنہ نکلا جو
در پردہ زندیقیت کو سہارا دے رہا ہے اور بھولی بھالی قوم دھوکے پر دھوکہ کھاتی جارہی ہے،
میرا صاف کہنا ہے اور ماننا ہے کہ آدمی جو باطن میں ہے وہ ظاہر میں بھی رہے۔زبان پر کچھ
اور دل میں کچھ اس سے بڑھ کر منافقت اور کیا ہوگی؟

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

آخر یہ میے دروں میے بروں والی بات کب تک چلے گی؟ دل کی بات زبان پر
اور زبان کی بات لوگوں کے کانوں تک آئے گی ہی، ایسے میں قوم کے سامنے جب نقاب
الٹ جائے گا تو رسوائی بھی کہے گی کہ کاش ہم پیدا ہی نہیں ہوئے ہوتے اور اب آہستہ
آہستہ پردہ سرک رہا ہے دل کی بات زبان پر آرہی ہے، کچھ ایسی تحریریں سامنے آگئی ہیں
جن سے ان کی اصلیت کھل کر لوگوں کے سامنے اجاگر ہورہی ہے اور جب سے جالیسر کا
مناظرہ ہوا ہے الحمدللہ ہمارے علمائے اہل سنت نے ان کے ایک ایک پرچہ و رسالہ،
ماہنامہ و سالنامہ کا بغور مطالعہ شروع کر دیا ہے اور اپنے مطالعہ کا نچوڑ وہ کھل کر کتاب، کتابچہ
اور اداریہ کی شکل میں برملا بیان کر رہے ہیں۔جالیسر مناظرہ کی کامیابی نے کامیابیوں کے
دروازے کھول دیئے ہیں، جس طرح جالیسر مناظرہ کے بعد وہاں کی جامع مسجد کے امام کو
کہ جس کی وجہ سے فتنہ برپا ہوا تھا، مصلائے امامت سے ''بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے
سے ہم نکلے'' کا وظیفہ پڑھنا پڑا تھا، خدا کا شکر ہے حق ہر جگہ سر چڑھ کر بول رہا ہے اور ان
شاءاللہ بولتا رہے گا۔

یہ کتاب ''لباس خضر میں؟'' جو آپ کے ہاتھ میں ہے سراوائی نظریات کے تابوت
میں کیل کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے کہ اس میں مسند نشینانِ درسگاہ، آبروئے بزم دین و
دانش وری، کج کلاہانِ عصر جن کی کج کلاہی کے طرہ سے یہ صدا آتی ہے کہ:

سر پر ہزار تیغ چلے سوجتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

ان کے تحقیقاتی مقالات و مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے، ہر مضمون اپنی جگہ پر لاثانی،
ہر بات لاجواب پیشکش، ندرت کا نمونہ اور سب سے اہم بات یہ کہ اخلاص کی خوشبو میں
رچی بسی تحریریں ہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ جو لوگ دھوکے سے صوفیت کے فریب میں
پڑ گئے ہیں، ظاہری چمک دمک کے شاہ کار اور سراب کو چاندی کے ورق کی خوش گمانی میں
گرفتار ہیں وہ ان حقائق افروز تحریرات کو پڑھیں اور خدا توفیق دے تو اپنا قبلہ درست
کریں اور عام آدمی اس کتاب کو پڑھ کر سراوائی پر کشش جال میں پھنسنے سے محفوظ رہے۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے!

اگر امارت و دولت کی بنیاد پر کوئی مشن کامیاب ہوتا تو یزید کا مشن پسپا نہ ہوتا، اگر
شاہانہ کروفر کے بل بوتے کوئی دین، دین الٰہی کا روپ دھار لیتا تو اکبر کے دین الٰہی کو ملیا
میٹ نہ ہونا چاہیے تھا، اور اگر تملق و چاپلوسی سے کوئی موومینٹ آگے بڑھتا تو وہابیت کے
جال میں سب کو پھنس جانا چاہیے تھا، اور اگر رعب و دبدبہ دکھا کر گالی گلوچ شب وستم کا
سہارا لے کر کوئی باطل پرچم بلند ہوتا تو دیوبندیت کو سسکنا نہیں چاہیے تھا، پتہ چلا کوئی بھی
غلط نظریہ ان مادی سہاروں کے بل بوتے نہ کبھی کامیاب ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے، یہ
مذہب حق اہل سنت و جماعت جس کی ترجمانی آج کے دور میں مسلک اعلیٰ حضرت سے
ہوتی ہے اپنی غربت میں بھی صرف اپنی حقانیت کی بنیاد پر کل بھی سربلند تھا آج بھی ہے
اور ان شاءاللہ ہمیشہ رہے گا، اور علمائے اہل سنت نے جب جب ضرورت پڑی ہے اپنے
آپ کو اس کی ڈھال بنا کر ہمیشہ اس کی حفاظت کی ہے اور آج بھی الحمدللہ! کر رہے
ہیں، باطل مٹنے کے لیے اور حق چمکنے ہی کے لیے ہے، ہاں کبھی کبھی اس چمکتے سورج پر کوئی
ناگہانی ابر کا ٹکڑا آجاتا ہے جس کی وجہ سے ظلمت کا سایہ پڑنے لگتا ہے مگر تیز ہوا کا ایک
جھونکا جب اس کو ٹھکانے لگا دیتا ہے تو پھر اسی آب و تاب سے سورج کا چہرہ سب کے

سامنے پڑتا ہے، اس لیے ہمیں یقین ہے کہ نہ منہاجیت کا کوئی بادل اسے نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی جعلی صوفیت کا غبار اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے، یہ بزرگوں کی امانت ہے وہی حضرات قدست اسرارہم اپنی روحانی قوت سے اس کی دستگیری کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔اوراب تو میکدۂ صوفیت کے کچھ بادہ خوار صریح جھوٹ بول کر اپنے نظریے کو منوانے کا منحوس جتن کر رہے ہیں۔

ایک بار پھر عرض ہے کہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے محبت سے پڑھئے اور اس میں دی گئی ہدایات پر خود عمل کیجیے اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دیجئے، اگر ہماری اور آپ کی مشترکہ کوششوں نے کچھ لوگوں کا بھی ایمان وعقیدہ بچالیا اور منہاجیت وجعلی صوفیت کے دھوکے سے معاشرہ کو محفوظ کرلیا تو دارین کی سعادت ہمارے اور آپ کے انتظار میں ہے۔

اندھیری رات ہے اٹھو چراغ دل لے کر
کوئی پکار رہا ہے تمہیں اجالے سے
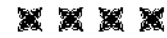
تقــریظ

نازش علم وادب، خلیفہ حضور تاج الشریعہ،
حضرت **مولانا قمرالزماں مصباحی** صاحب مظر پوری

حق کی باطل سے آمیزش نہ کل ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی، اس شمع حق کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری خود پروردگار عالم نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے یہی وجہ ہے کہ بادمخالف کے تیز وتند جھونکوں میں بھی وہ شمع حق مسکراتی ہی رہی اور اس کے اجالے اہل ایمان کی دستگیری کر رہے ہیں اور قیامت کی صبح تک کرتے رہیں گے۔

اس صداقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ جب بھی کسی نے لباس خضر میں حق کے روشن چہرے کو گرد آلود کرنے کی ناپاک کوشش تو خداوند قدوس نے کسی نہ کسی مرد قلندر کو ضرور بھیج دیا ہے تاکہ وہ حق وباطل کے مابین خط امتیاز کھینچ سکے، اندھیرے اجالے کا فرق بتاسکے، اچھے برے کا اصلی چہرہ پیش کرسکے، اس دور صلح کلیت میں اسلام کے داعی کا نام تاج الشریعہ ہے، جن کا نام اور کام حق کی پہچان اور مذہب اہل سنت وجماعت کی شناخت ہے، ان جملوں کے پیچھے عقیدت نہیں حقیقت کی روح بول رہی ہے۔

سیدسراواں الہ باد کے ابومیاں جنہیں ان کے حوارین داعی اسلام کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ خود ابن قیم ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتے ہیں، جن پر علمائے حق نے کفر کا فتوی لگایا ان کی تکفیر سے پہلوتہی کرنا، ہر کلمہ گو کے پیچھے نماز کی درستگی کا فتوی دینا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ" یہ میرے حلق سے نیچے نہیں اترتے" کیا یہی اسلام کی دعوت ہے؟ کیا یہی ایمان کی آواز ہے؟ کیا یہی مسلک اہل سنت ہے اور اپنے اشعار میں خدا و بندے کو ایک ہی صف میں شمار کرنا کیا یہی عقیدہ اہل ایمان ہے؟ اس قدر خرافات بکنے کے بعد بھی اس خانقاہ سے اپنا اسلامی عقیدہ استوار رکھنا خود اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

سلام ہو امام احمد رضا قدس سرہ کی تربت اطہر پر انہوں نے حق و باطل کو پہچاننے کے لیے
ہمیں ایسا آئینہ عطا کیا ہے جس میں ہر ایک کا چہرہ بہت واضح طور پر نظر آتا ہے اس دور میں اس
روشن آئینہ کا نام تاج الشریعہ ہے جن کے نام سے صلح کلیت لرزاں ہے، جن کے قدم جنگلوں میں
پڑ جائیں تو بہاروں کے قافلے اترنے لگتے ہیں اس سچائی کا نام تاج الشریعہ ہے۔

ہمیں خوشی ہو رہی ہے کہ اسلام کے نام پر گمرہی پھیلانے والے پیر کے اصلی چہرے
کو پیش کرنے کے لیے حضرت مولانا طارق رضا نجمی سلمہ "لباس خضر میں' کے نام سے ایک
کتاب شائع کر رہے ہیں جسمیں ملک کے نامور اور باوقار علمائے حق کے مضامین شامل
ہیں، بلاشبہ ان کا یہ کارنامہ قابل مبارکباد بھی ہے اور قابل تقلید بھی، ہمیں یقین ہے کہ برگشتہ افرد
کے لیے یہ کتاب چراغ راہ ثابت ہوگی، خدا ان کی عمر دراز فرمائے تا کہ یونہی وہ بھٹکے ہوئے
لوگوں کو حق وصداقت کا آئینہ دکھاتے رہیں اور ابو میاں کے جال سے بچاتے رہیں، اور امت
محمدیہ کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کرتے رہیں۔آمین

مہتم نامہ

صوفی قادر ولی، آدھونی آندھرا پردیش
خلیفہ حضور تاج الشریعہ

آج ساری دنیا کے خوش عقیدہ مسلمانوں کی زبان پر یونہی امام احمد رضا کا نام شہد کی
مٹھاس نہیں گھول رہا ہے بلکہ امام احمد رضا نے دین وسنیت کی حفاظت کے لیے جو قربانی دی
ہے اور جس جذبہ اخلاص سے دی ہے اسے دیکھئے تو اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، امام احمد
رضا نے اسلاف کے نقوش فکر کے تحفظ میں اپنا سب کچھ تج دیا ہے ان بزرگوں کو امام احمد
رضا کی یہ ادا اتنی بھائی اور پسند آئی کہ ان سب نے مل کر امام احمد رضا کے نام کو اٹھایا تو ایسا
اٹھایا کہ عرش قبول تک پہنچا دیا، ان کی مقبولیت کے سورج کو گہنانے کی جتنی کوشش کی گئی اتنا
ہی ان کا سورج چمکتا چلا گیا، آج بھی کچھ گندم نما جو فروش موجود ہیں جو طریقت کے لبادے
میں تصوف کا طرہ سجا کر وہ وہ کام کر رہے ہیں جن سے طریقت نالہ کناں ہے تو تصوف
شرمسار، ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے گمراہ گر کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرنا، اور حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل الشان صحابی کے بارے میں یہ کہنا کہ "امیر معاویہ میرے
حلق سے نیچے نہیں اترتے" معاذ اللہ۔ بلا قید وتمیز سارے کلمہ گو کو مسلمان سمجھنا اور ان میں
ضروریات دین کے منکرین کی بھی تکفیر سے گریز کرنا، سب کے پیچھے نماز پڑھنا اور مریدوں
کو تلقین کرنا، ذرا سوچئے کیا اسی کا نام تصوف وطریقت ہے؟ اگر اسی کا نام تصوف ہے تو ایسے
تصوف کو دور سے سلام، اس لیے کہ اس تصوف کا صوفیائے کاملین کے تصوف سے کوئی تعلق
نہیں ہے، ایسے ہی تصوف کی دعوت نے ماضی میں مسلمانوں میں انتشار برپا کر کے پارہ پارہ
کرنے کی سازش رچی ہے، حیرت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ان کے حوارین
کو شریعت وصداقت کا آئینہ دکھایا جاتا ہے تو برملا کہتے ہیں ہم بھی مسلک اعلی حضرت والے

ہیں، ہم بھی تاج الشریعہ مرید ہیں، بعض غیرت فروش تو عوام اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لیے یہاں تک کہ دیتے ہیں کہ ہم بھی تاج الشریعہ کے خلیفہ ہیں۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ایسے تمام لوگوں سے میرا صاف کہنا ہے کہ تمہارا مسلک اعلیٰ حضرت کا جھوٹا دعوی تمہارے فریب کو اجاگر کرتا ہے اس لیے کہ تمہارے نظریات مسلک اعلیٰ حضرت کے سراسر مخالف ہیں، تمہاری باتیں، تمہاری تقریریں، تمہاری تحریریں خود اس کی گواہ ہیں، حضور تاج الشریعہ کا اپنے منہ خلیفہ بننے سے تمہارا کچھ بھلا ہونے والا نہیں ہے اس لیے کہ تم حضور تاج الشریعہ کا نام لیکر اپنی دوکان چمکانے کی فکر میں ہو، چونکہ اس وقت پوری دنیا میں جس کے نام کا نعرہ لگ رہا ہے وہ حضور تاج الشریعہ ہیں، علما کی غالب اکثریت حضور تاج الشریعہ کی ہے، کچھ کو چھوڑ کر عوام کا پورا جتھہ حضور تاج الشریعہ کے قدموں پر نثار ہے، لہٰذا ایسے میں تم غلط فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہو، تمہاری ایسی حرکتوں سے تمہیں علمائے اہل سنت اچھی طرح پہچان چکے ہیں، عوام اہل سنت میں بھی تمہارا اصلی چہرہ نمایاں ہوتا جا رہا ہے، جس دن تم لوگ اچھی طرح پہچان لیے جاوگے نہ زمین پر تمہیں پناہ ملے گی اور نہ زمین کے اندر امان۔

''لباس خضر میں'' آئینہ حق نما ایک مبارک اقدام ہے مقصد صرف یہ ہے کہ چراغ جلا جلا کر پگڈنڈی و رہگزر پر رکھ دیے جائیں تاکہ مسافر راہ حق اس روشنی میں اپنے سفر کا قبلہ درست کر لے۔

میں ہزاروں مبارکباد پیش کرتا ہوں مولانا طارق رضا نجمی سلمہ کو کہ انہوں نے علمائے اہل سنت کے مضامین جو مختلف رسالوں میں بکھرے تھے سب کو یکجا کر کے جماعت اہل سنت پر بڑا احسان کیا ہے کہ اب یہ کوشش دستاویزی شکل میں ہمارے سامنے ہے، ان تمام جدوجہد کے پیچھے یہی اخلاص کارفرما ہے کہ سنی حضرات جو ابومیاں الہ بادی کے پھیلائے خوبصورت جال میں پھنس گئے ہیں وہ باہر آئیں اور جو الحمدللہ اب تک باہر ہیں پھنسنے سے بچ جائیں، حق وصداقت کا گلدستہ آپ کے ہاتھ میں ہے پڑھیے غور کیجیے اور اس روشنی سے اپنے بھائیوں کے بھی تاریک دل کو توشن کرنے کی کوشش کیجیے۔

تاثرات

صحافیٔ عصر، خلیفہ حضور تاج الشریعہ

حضرت **مولانا رحمت اللہ صدیقی** صاحب، ممبئی

باطل افکار و نظریات اور اذہان کے ہجوم میں اسلام ہی ایک معتبر اور اللہ کی پسندیدہ آواز ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس کی یوں وضاحت کی ہے: ان الدین عنداللہ الاسلام بے شک اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔ حق وصداقت سے معمور جب یہ آواز فضاوں میں گونجی تو بے دین باطل قوتیں اس خدائی آواز کے خلاف متحد ہوگئیں، مخالفت میں جیسے جیسے شدت آتی گئی اس آواز کا وزن بڑھتا چلا گیا اور ایک وقت ایسا آیا کے زمین کا غالب حصہ اس خدائی آواز کے زیر اثر آ گیا۔ مخالفت کی جو لہریں اُٹھی تھیں سب نے دم توڑ دیا اور حقانیت باطل کا یہ کہہ کر منہ چڑانے لگی ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جہاں حق ہوتا ہے باطل کسی نہ کسی شکل میں اس کے قریب ہی کھڑا ہوتا ہے، یہی نظام قدرت ہے۔ باطل کے ہجوم میں حق کا چہرہ نکھرتا ہے۔ پھول کانٹوں کے درمیان کھلتا ہے۔ کانٹے بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود پھول کی خوشبووں کو پھیلنے سے روک نہیں پاتے، حق ہو باطل نہ ہو تو حق کی اہمیت وافادیت واضح نہ ہوگی اور اس سے اہلِ حق کا امتحان بھی مقصود ہوتا ہے۔ باطل خوبصورت انداز میں اہلِ حق کے سامنے آتا ہے۔ باطل ہر طرح سے اہلِ حق کو اپنے جال میں اُلجھانا چاہتا ہے لیکن رحمتِ الٰہی جس کی دستگیر ہوتی ہے وہ باطل کی کسی پیشکش کو قبول نہیں کرتا اور حق وصداقت سے لمحہ بھر کے لیے غافل نہیں ہوتا، وہ رحمتِ الٰہی کو اس طرح مخاطب کرتا ہے ؎

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے
اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

حق اپنا چہرہ کبھی نہیں بدلتا اور حق باطل سے گھال میل کا بھی قائل نہیں، حق کا ہر قانون اٹل ہے لیکن باطل قدم قدم پر اپنا چہرہ بدلتا رہتا ہے۔

باطل کو کسی بھی لمحہ قرار نہیں، باطل کبھی حق کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر بھی آتا ہے تا کہ اہلِ حق دھوکا کھا جائیں، سہولت کے ساتھ اس کے جال میں پھنس جائیں۔ تاریخ میں ایسی درجنوں مثالیں موجود ہیں، کلیسائی ذہنیت کے ساتھ میں جو اسلام کی مخالف تحریکیں نمودار ہوئیں وہ اسلامی لبادہ ہی میں تھیں۔ اہلِ حق، علمائے حق نے ان تحریکات کو ہر طرح سے بے نقاب کر دیا۔ وہابیت، دیوبندیت اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ اسلامی دنیا کے لیے یہ تحریکیں شدید خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ آج مسلمان جو مختلف خانوں میں بٹا ہوا ہے یہ انھی تحریکات کی دین ہے۔ رسول دشمنی ان تحریکات کے نصاب کا ترجیحی حصہ ہے۔

وہابیت و دیوبندیت اہلِ سنت و جماعت ہی کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں اور اہلِ سنت و جماعت ہی سے اس کی محاذ آرائی رہتی ہے۔ دنیا میں بے شمار باطل تحریکیں بنام اسلام کام کر رہی ہیں۔ وہابیت دیوبندیت کو کسی بھی تحریک سے کوئی خلش نہیں ہے۔ ان کے باطل ہونے کے جہاں بہت سارے شواہد ہیں وہیں ایک ثبوت یہ بھی ہے۔

وہابیت دیوبندیت سب سے مل کر رہنے میں اپنا جہاد سمجھتی ہیں، اسی طرح عہد حاضر کا ایک عظیم فتنہ صلح کلیت بھی ہے۔ صلح کلیت وہابیت سے زیادہ خطرناک ہے، صلح کلیت بھی کسی کو برا کہنے پر یقین نہیں رکھتی۔ اہلِ سنت کا ایک نام نہاد حلقہ صلح کلیت کی پرزور وکالت کرتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ یہ دور توڑنے کا نہیں جوڑنے کا ہے، اگر اسی طرح سب کو توڑنے کا عمل جاری رہا تو اہلِ سنت کا دائرہ انتہائی محدود ہو جائے گا، جب کہ یہ ذہنیت اسلامی اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ اسلام سب سے مل کے رہنے کا کبھی قائل نہیں رہا۔ اسلام انہیں لوگوں سے مل کے رہنے کی اجازت دیتا ہے جن کے ایمان واعتقاد کا قبلہ درست ہو،

جو لوگ سب کو اچھا سمجھتے ہیں وہ خود اچھے نہیں ہوتے۔

صراطِ مستقیم کانٹوں بھری راہ ہے۔ جو لوگ صراطِ مستقیم پر چلتے ہیں شیاطین کا لشکر ہر وقت ان کے تعاقب میں ہوتا ہے، صلح کلیت شیطان ہی کا ایک پھندا ہے، آج بعض ادارے اور خانقاہیں اہلِ سنت کا لیبل لگا کر صلح کلیت کو فروغ دے رہی ہیں، ان کی زبان پر بظاہر اہلِ سنت کا نام ہوتا ہے وہ حسام الحرمین کی تائید وتصدیق کا اقرار بھی کرتی ہیں، لیکن ان کا عمل حسام الحرمین کے سراسر خلاف ہوتا ہے، ایسی ہی خانقاہوں میں ایک خانقاہِ عارفیہ سید سراواں الہ آباد بھی ہے، اس خانقاہ کے روحِ رواں ابو میاں ہیں، جناب ابو میاں کا کہنا یہ ہے کہ ہم کسی کو برا نہیں کہتے، ہم سب کو ساتھ لے کر چلنے پر کامل یقین رکھتے ہیں، جناب ابو میاں کسی کی تکفیر کے بھی قائل نہیں ہیں، وہ تقلید کو نفاقِ خفی کا نام دیتے ہیں، وہ سجدہ تعظیمی کے بھی قائل ہیں، وہ سب کی اقتدا میں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور اپنے مریدوں کو اس کی تلقین بھی کرتے ہیں، ان کے اور بھی اسلام مخالف بہت سارے اسلام مخالف بیانات ہیں جو ان کی سرپرستی میں نکلنے والے رسائل وجرائد میں پھیلے ہوئے ہیں، جس ادارے اور خانقاہ سے اس طرح کے بیانات نشر ہوتے ہوں اس کا سنجیدہ تعاقب وقت کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں علما کو اٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔

عزیزم مولانا طارق رضا نجمی سلمہ بے پناہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور ایسی ذہنیت رکھنے والے ادارے اور خانقاہ کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے، ''لباسِ خضر میں؟'' ان کے جذبات واحساسات کا نقشِ اوّل ہے اور اس کتاب سے ان کے دینی احساسات کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، دعا ہے کہ یہ کتاب عوام وخواص میں مقبولیت حاصل کرے اور وہ ہمیشہ اسی طرح سرگرم عمل رہیں۔ آمین

صلح کلّیت: تعارف، نقصانات اور تدارک

ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری

میرے آقا سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے جسم میں جب سے اپنی محبت و چاہت کی روح پھونکی ہے، اس کے چہرے پر اپنے پیار کا غازہ ملا ہے، اور اس کی پیشانی پر خدا کی پسندیدگی کا جھومر سجایا ہے تب سے اس کے عروج و اقبال کا جوبن، اس کی واقعیت، قطعیت، جامعیت، ہمہ گیریت اور اثر پذیریت مخالفین کی نظر میں کھٹک رہی ہے۔ اس کی ترقی روکنے، اس کے عروج کے سامنے بند باندھنے کی کیا کیا سازشیں نہ ہوئیں۔۔۔مگر یہ خدا کا دین تھا۔ چمکتا، مسکراتا، سلطنتِ دل پر حکومت کرتا اور اکنافِ عالم میں چھاتا ہی چلا گیا۔ ہر دَور میں اس طرح کے مشکلات و مصائب کا سامنا ہوتا رہا۔ مگر یہ بھی زمینی حقیقت ہے کہ جب جب اسے بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کی سازش ہوئی، کوئی مردِ مومن پردۂ غیب سے اُٹھا اور کشتی کی رفتار اور تیز کر دی۔ یہ بھی جگ ظاہر سچائی ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان اپنوں سے پہنچا ہے غیروں سے نہیں۔ اسلام ایک صاف ستھری شبیہہ کا مالک مذہب ہے۔ اس میں اپنوں اور بیگانوں میں تمیز کے لیے محکم اُصول ہیں۔ اور اسلام اس پر بھرپور توجہ دیتا ہے کہ اس کی شبیہ کو کسی طرح کا بھی کوئی صدمہ پہنچنے نہ پائے۔ جو اس کے علم بردار ہیں ان کی اپنی پہچان، اور ان کی ذات کا تشخص و عرفان سلامت رہے۔ اور وہ دور سے پہچانے جائیں۔ جس طرح نور اور ظلمت الگ الگ ہیں۔ حق اور باطل میں کوئی یگانگت نہیں ہے۔ رات اور دن کا سفر جدا جدا ہے، ایسے ہی ایمان اور کفر، اسلام اور نفاق میں اصلاً اختلاط کی گنجائش کا بھی دھبّہ نہ لگنے پائے۔

یہ خالص سونا ہے، معمولی سی ملاوٹ بھی اسے برداشت نہیں ہے۔ یہ اپنی بقا کے لیے اپنے دامن میں بعض قانون ایسے نرم و نازک رکھے ہوئے ہے کہ پھولوں کی نزاکت و

لطافت بھی قربان۔ اسی وجہ سے کسی دردمند آنکھ کے آنسو کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اپنے دامن میں چن لیتا ہے، اور بعض قانون ایسے فولادی رکھے ہوئے ہے کہ خاندان کا خاندان لٹ جانے پر بھی پیشانی پر کوئی بل نہیں۔ شفافیت اس کی شان اور بے مثلی اس کی جان ہے۔ اسلام کے یہی اوصاف غیروں کی آنکھ میں کانٹا بن کے چبھتے رہے ہیں اور آج بھی چبھ رہے ہیں۔ یوں تو ہر دَور میں داخلی و خارجی ریشہ دوانیاں اُس سے محاذ آرا ہوئیں، تاہم میں سمجھتا ہوں دورِ حاضر کا جو فتنہ اس کی شبیہ بگاڑنے کے درپے ہے، وہ ہے ''فتنۂ صلح کلّیت'' اس لیے ہم اسے ''تعارف، نقصانات اور تدارک'' تین حصّوں میں تقسیم کر کے ہر ایک پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعارف: صلح کلّی کوئی مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بدمذہبوں، بے دینوں پر رَد و طرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے۔ اور کہے کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ بدمذہبوں، بے دینوں کا رَد کر کے دنیا میں بُرے بنیں۔ خلاصہ یہ کہ جو سب کو اچھا سمجھے، سب کو ساتھ لے کر چلنے کی حمایت کرے، سب کے ساتھ تال میل رکھے موجودہ اصطلاح میں وہ صلح کلّی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے صلح کلیت کی بنیاد رکھی وہ اکبر بادشاہ ہے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب خوش رہے کی منحوس پالیسی کو روبہ عمل لانے کے لیے چاروں دھرم سے جو قانون اچھا اور آسان لگا، اُسے لے کر دینِ الٰہی کے نام سے اس نے نئے دین یعنی صلح کلّیت کو نافذ کرنا چاہا۔ مذہبی تصلّب کے نقطۂ نظر سے ہندوستان کی تاریخ کا یہ بڑا منحوس دن تھا۔ ورنہ تو یہ وہ ملک ہے کہ حضرت امیر خسرو نے اس کی فکری شفّافیت کو دیکھ کر مچلتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس ملک کے رہنے والے ہیں جس ملک کے دریا کی مچھلی بھی سنّی ہے۔ دینِ الٰہی تو دو مردِ درویش حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محقق دہلوی کے فقیرانہ سوز و ساز اور مجاہدانہ للکار کی وجہ سے اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔ مگر صلح کلّیت کی روح کہیں نہ کہیں دبی چنگاری کی طرح سلگتی رہی۔ زمانے نے کروٹ لی، اسی سرزمین پر جب انگریزوں کے

ناپاک قدم آئے، اور اس نے اپنے دلی عزائم کو زمین پر اُتارنا چاہا تو اپنے اہداف کی تحصیل کے لیے اس نے کیا سوچا، کیا کیا؟ پوری تاریخ کے سمندر کو ایک شعر کے کوزے میں جس طرح ڈاکٹر محمد اقبال نے سمویا ہے، یہ انھیں کا حصّہ ہے، وہ کہتے ہیں ؎

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

یہ روحِ محمد کیا ہے؟ یہ ''عشقِ مصطفیٰ'' ہے۔ یہ مسلمانوں کی حیات کے لیے سرمایۂ حیات بھی ہے اور آبِ حیات بھی۔ یہ قوم زندہ اُسی دولت کی بدولت ہے، انگریزوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے مسلم قوم میں سے چند افراد کو چنا، سبز باغ دکھایا اور شیشے میں اُتارا۔ پھر اُن لوگوں نے دنیاوی عز وجاہ کی لالچ میں وہ وہ کیا کہ جس کو سُن، دیکھ اور پڑھ کر آج بھی حساس دل لرز اُٹھتا ہے۔ ہندوستانی سیاسی تاریخ کا ایک بڑا مشہور نام ہے سرسید احمد خاں۔ سنیے کس طرح یہ صاحب انگریزوں کے خواب کی تعبیر بن کر، انھیں کے سُر میں سُر ملا کر اُن کی بولی بولنے لگے۔

''حیاتِ جاوید'' حصّہ دوم، صفحہ ۲۵۶ میں حالی پانی پتی نے سرسید کے عقائد و خیالات تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ دو چار ہم پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اجماعِ اُمت حجتِ شرعی نہیں (۲) تقلید ائمہ واجب نہیں (۳) قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزے کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔ (۴) فرشتوں کا الگ کوئی وجود نہیں (۵) مرنے کے بعد اُٹھنا، حساب کتاب، میزان، پُل صراط، جنت دوزخ وغیرہ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں، نہ کہ حقیقت پر۔

سرسید کے ان جیسے نظریات کی وجہ سے کسی نے مولوی اشرف علی تھانوی سے پوچھا: سرسید کی وجہ سے ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی، لوگوں کے عقائد خراب ہوئے۔

جواب میں مولوی تھانوی نے فرمایا: گڑبڑ کیا معنیٰ، اس شخص کی وجہ سے

ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہوگئے۔ ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا۔'' (الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص ۸۴، زیر ملفوظ ۱۵۱)

دبستانِ سرسید میں جو نام سب سے نمایاں ہے، اور جسے سرسید کے دست و بازو بننے کا شرف حاصل ہے وہ ہیں مسٹر الطاف حسین الطاف، حالی نے اپنے شعر وشاعری کے بل پر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی طرف رغبت دلانے، اور یورپین تہذیب پھیلانے میں کھل کر بھرپور کوشش کی اور ایک نیا مذہب چکڑالوی کا سنگِ بنیاد بھی رکھا۔ چکڑالوی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ (معاذ اللہ) مسٹر حالی اپنی مشہور کتاب ''مسدس حالی'' میں ص ۱۰۷ پر لکھتے ہیں:

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم	کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بڑائی	کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی[1]

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ سرسید کی طرح مسٹر حالی پانی نے بھی مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور انگریز کی خطرناک پالیسی کو کامیاب بنایا۔ سرسید احمد خاں کے دوسرے توانا بازو مولوی شبلی اعظم گڈھی ہیں کہ یورپین چمک دمک سے مرعوب ہوکر انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن، انگریزی تعلیم کو عام کرنے کے لیے یوں نغمہ سرائی نہیں ہرزہ سرائی کرتے ہیں ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے	وہ ٹھاٹھ بدل گئے اب فلک کے
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں	تہذیب کے دائرے میں آئیں

---

[1] دیکھیے کس بے دردی سے حالی نے عظمت وشانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے قصرِ رفیع پر کاری ضرب لگانے کی مذموم سعی کی ہے۔ پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں اُمتی کو نبی کے برابر کر دیا۔ حالانکہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ دوسرے مصرعے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اختیار وتصرفات کا کھلم کھلا انکار کرکے کس غیرت فروشی سے حضور جانِ نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے چارہ کہہ دیا۔ دوسرے شعر میں بڑائی کی بات بھی کی تو بس اتنی کہ قاصد وسفیر بنا کر چھوڑ دیا۔ معاذ اللہ! کیا نبی کے حق میں اُمتی کی ایسی ہی بولی ہوتی ہے؟ ضرور ؎

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں   ہم بھی اس کان کے گہر ہوں

(مثنوی صبح اُمید، شبلی اعظم گڑھی)

ماضی کی دل خراش تاریخ کا آئینہ ہم نے اس لیے دکھایا ہے کہ اکبر بادشاہ کی صلح کلّیت کو نئی زندگی دینے میں یہی حضرات اور کچھ ان کے معاونین کا اہم رول ہے۔ ندوہ، لکھنؤ اکبر بادشاہ کے اسی دین الٰہی کا نیا ایڈیشن ہے۔ اکبر بھی چاہتا تھا کہ مذہب مسلک سے اوپر اُٹھ کر سب کو خوش رکھیں۔ سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ سب کے ساتھ گھال میں رہے۔ اور ندوہ کی بھی یہی فکری اساس ہے۔

حضرت مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی حقائق سے یوں پردہ اُٹھاتے ہیں:

''۔۔۔۔ دارالندوہ لکھنؤ، انھیں مولوی شبلی، مولوی محمد علی کانپوری جیسے چند نیچری لیڈروں اور مولویں نے قائم کیا۔ ندوی مذہب کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو، خواہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہے یا قرآنِ مجید کو ناقص جانے، قیامت کا اقرار کرے یا انکار کرے، جنت دوزخ، حساب کتاب وغیرہ کو مانے یا نہ مانے۔۔۔ غرض کچھ بھی عقیدہ رکھے، بس کلمہ پڑھے تو ندوہ کے نزدیک وہ مسلمان اور ندوہ کا ممبر ہے۔'' (اعلام ضروری، صفحہ ۶)

بتایئے ندوہ اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کا چربہ ہے کہ نہیں؟ اور یہ صلح کلّیت نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی لیے مولوی انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیو بند، ندوہ کے روح رواں شبلی نعمانی کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''میں شبلی نعمانی کی بدعقیدگی اور بدمذہبی، لوگوں کے سامنے اس لیے ظاہر کرتا ہوں کہ دینِ اسلام میں کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں۔''

(مشکلات القرآن، ص ۳۲)

ندوہ اتنا خوب صورت جال تھا کہ اس میں پہلے پہل اچھے اچھے سنّی علما بھی شامل ہوگئے۔

ندوہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر مولوی شبلی نعمانی نے بہت وانبساط میں جو اپنا تاثر پیش کیا ہے۔ اس کے بول بول، بول رہے ہیں کہ یہاں سے ''اسلامی امتیازات'' رخصت ہوا چاہتا ہے۔ دینی تشخص کے لیے بہت کٹھن گھڑی آگئی ہے۔ صلح کلیت کو پورے کروفر سے سراہا اور پھیلایا جارہا ہے۔ غیور مسلمانوں تمہاری دینی حمیت کو بہت بڑا چیلنج ہے۔ اُٹھو دین کی حفاظت کے لیے بڑھو۔ اسلامی وقار کی حمایت کے لیے اور مرمٹو اپنے نبی کی پیاری شریعت کے تحفظ کے لیے۔

دیکھیے شبلی نعمانی کے الفاظ:

''یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مقدس علما، عیسائی فرماں روا کے سامنے دلی شکر گذاری کے ساتھ ادب سے خم تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شیعہ، سنّی ایک مذہبی درسگاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درسگاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جارہا تھا۔ غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیعہ سنّی، حنفی وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے۔'' (شبلی نامہ، ص ۱۳۰)

یہ بار بار پہلا موقع تھا، پہلا موقع تھا کا جملہ گواہی دے رہا ہے کہ ندوہ سے پہلے یہاں کی مذہبی فضا مسموم و مخلوط نہ تھی۔ سب اپنے اپنے تشخص کے ساتھ رہ رہے تھے۔ مگر پہلی بار ندوہ نے امتیاز کی دیوار میں شگاف ڈالی اور کفر و اسلام، نور و ظلمت، حق و باطل کو ایک کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ اسی جسارت کے نتیجے میں ہندوستان کی خالص دینی فضا میں گھن لگا۔ صلح کلیت کا زہر گھلا، جو اَب تک پھیل ہی رہا ہے۔ تھمنے کا نام نہیں لیتا۔۔۔۔ کیا شاہین نظر بخشی تھی خدا نے امام احمد رضا کو کہ نظر اوّلین ہی میں وہ شئے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ شروع شروع میں آپ بھی ندوہ کے رُکن تھے، مگر جب اسرار پنہانی سے آشنا ہوئے تو

خود الگ ہوئے اور آپ کی تحریک سے سنّی علما بھی الگ ہو گئے۔۔۔۔ ندوہ کو چوں کہ انھوں نے بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا تھا اس لیے ندوہ کے بارے میں ان کا بیان ایک شاہد کا بیان ہے۔فرماتے ہیں:

’’ندوہ کھچڑی ہے۔ پہلے بعض اہلِ سنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہو گئے تھے۔ جیسے مولوی محمد حسین صاحب الٰہ آبادی اور مولوی احمد حسین کانپوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی، اس کی شناعتوں پر اطلاع پا کر یہ لوگ علیحدہ ہو گئے۔مولانا احمد حسن صاحب مرحوم، ندوہ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے۔رمضان کا اخیر عشرہ تھا۔میں اپنی مسجد میں معتکف تھا۔میں نے خبر سُن کر ان کو خط لکھا۔جس میں القاب یہ تھے: احمد السّیر ۃ حسن السریرہ غیر شرکۃ الندوہ المبیرہ۔ میں احمد حسن کا نام بھی نکلا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کی خصلت محمود اور طینت مسعود، مگر ندوہ تباہ کنی کی شرکت مردود، میری ان کی دوستی تھی۔ ان القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے اور میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا میں نے اس سے توبہ کر لی ہے، اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی ناظم سے کہہ کر اٹھا ہوں کہ مولوی صاحب آپ اس مجمع کو دیکھتے ہیں، یہ سب جہنم میں جائے گا۔‘‘ (الملفوظ، ۲/۵۷)

تحریک ندوہ کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنے اور اس سے پڑنے والے اثرات کو توڑنے کے لیے امام احمد رضا کی صالح و بے ریا قیادت میں علمائے اہلِ سنّت یکجٹ ہو گئے۔علما نے اپنے علم و فضل اور اُمرا نے اپنے مال و دولت کو نچھاور کر دیا اور ایسا پُر زور تعاقب کیا کہ طوفان کی طرح اُٹھنے والی تحریک ندوہ مدراس تک پہنچتے پہنچتے سسک سسک کر رہ گئی۔حضرت مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

’’علما نے ندوے کے رَد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی، تحریری رد میں بھی

کامل حصہ لیا۔قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کیے۔ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی، جلسوں کی رودادیں طبع کرا کے شہر در شہر پہنچایا۔ مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپئے سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپئے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کیے۔ایسے اہم کارِ دینی میں مال کی کوئی حقیقت نہ سمجھی۔‘‘

(اعلام ضروری، ص۵)

غرض ندوہ نے صلح کلیت کی جو آگ لگا دی تھی اسے بجھانے میں جس سے جو بن سکا اُس نے وہ کیا۔یہ ہے ہمارا ماضی قریب۔دین کی شان و شوکت کے لیے کیا وارفتگی تھی۔کیا اخلاص تھا اور کیا فدا کاری کے نمونے تھے۔کاش آج پھر وہی جذبہ والہانہ بیدار ہو جائے۔ علما اپنے جوشِ علمی کا مظاہرہ کرتے اور اُمرا اپنی دولت دین و سنّیت پر نثار کرتے تو مسلمانوں کو ان کی متاعِ گم گشتہ مل جاتی۔

لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں راکھ کے ڈھیر میں دب کر بھی صلح کلیت کی چنگاری دھواں دیتی رہی ہے، اس لیے اب کچھ اِدارے، کچھ افراد اسے شعلۂ جوالہ بنا دینے کی فکر میں ہیں۔مثلاً کل ندوہ کے پلیٹ فارم سے صلح کلیت کا جو پیغام نشر کیا گیا تھا، ادھر کچھ سالوں سے ماہ نامہ جامِ نور دہلی اور خانقاہِ سید سراواں، الٰہ آباد نے اپنے کاندھے کی بیساکھی سے ندویت کا بیڑا پار لگانے کی فکر میں اپنا بیڑا غرق کر رکھا ہے اور جماعتِ اہلِ سنّت کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہا ہے۔جامِ نور کی ندویت نواز پالیسی کی بخیہ دری کرتے ہوئے ڈاکٹر امجد رضا امجد لکھتے ہیں:

’’جامِ نور بالواسطہ و بلا واسطہ ابن تیمیہ کو شیخ، محسن، مصلح، متورع، مجتہد، متقی، صوفی، صاحبِ روحانیت و متبع سنّت اور کیا کیا بنانے پر آمادہ ہے، آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ یہ ساری باتیں جامِ نور میں نہیں، جامِ نور کی مفتخر و مقتدر ٹیم کی تو ہیں۔جسے آپ جامِ نور کی

دس سالہ خدمات کا حاصل سمجھتے ہیں۔ بیچارے اسٹیج کے ''گویا'' اور ''مداری'' پر تو آپ کا تیشۂ اصلاح خوب چلا، مگر جس فکر ونظر کے اظہار سے عقیدے میں فتور اور صلح کلّیت کی راہ ہموار ہو رہی ہے، وہاں خموشی ہی نہیں، جرأت مندانہ حمایت۔ ''ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ'' نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر اس دو رنگی پالیسی کو کون سا نام دیا جائے؟'' (دوماہی الرضا، پٹنہ، مارچ۔اپریل ۲۰۱۶)

ندویت و صلح کلّیت کے فروغ میں دوسرے نمبر پر سید سراوان الٰہ آباد اور اس کے حوارین کا نام جس میں جامِ نور بھی شامل ہے، زبانِ زد خاص و عام بن چکا، یقین نہ ہو تو دیکھیے یہ حوالے: ماہ نامہ خضر راہ الٰہ آباد سے نکلتا ہے۔ آپ پڑھیں گے تو آپ بھی کہہ اُٹھیں گے کہ اس کے جسم سے ندوہ کی روح آواز دے رہی ہے۔ دسمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں ہے:

''اہلِ قبلہ کی تکفیر، یا انھیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔''

اور مئی ۲۰۱۳ء کے شمارے میں ہے:

''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔''

ان حوالوں کو دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول چاہے ناراض ہوں۔ اکبر، سرسیّد، شبلی اور حالی کی روح ضرور دعا دے رہی ہوگی۔ افسوس!

تمھیں کالی گھٹا کا بھی نہیں پہچاننا آیا
نشیمن سے دھواں اُٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

یہاں تک ہم نے صرف یہ دکھانا چاہا ہے کہ صلح کلیت کیا ہے؟ کس طرح یہ وجود میں آئی اور تھوڑا سا تاریخی تعارف پیش کرنے کی سعی کی ہے، تاکہ آپ یہ جانیں کہ یہ کس طرح آگے بڑھی، کن کن لوگوں نے اس کے مردہ جسم میں روح ڈالنے کی نامحمود کوشش کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اس کے نقصانات و مضر اثرات کیا کیا ہیں۔۔۔۔

نقصانات:

ظاہر ہے جو چیز قرآن و حدیث کے احکامات، ائمہ وفقہا کے ارشادات اور سلف صالحین کے معمولات وتعلیمات کے خلاف ہوگی، اس میں بھلائی کہاں سے آئے گی۔ وہ تو مجموعۂ نقصان وخسران ہوگی۔ اگر غور کیجیے تو یہ چیز، خدا ومحبوبِ خدا سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ انھوں نے جو کرنے کا حکم دیا اس کو نہ کرنا اور جو نہ کرنے کا حکم دیا اس کو قصداً کرنا بغاوت نہیں تو محبت کا کون سا درجہ ہے۔ اسی لیے حضرت شاہ احمد سعید مجددی کے لائق فرزند مولانا شاہ محمد مظہر نقش بندی اپنے والد گرامی کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''حضرتِ والد ماجد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں سے میل جول کا معمولی نقصان یہ ہے کہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کا رکنِ اعظم ہے، وہ مسلمانوں کے دل سے دھیرے دھیرے گھٹتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ محبتِ نبوی تو ختم ہو جاتی ہے، صرف نام ونمود کا اسلام رہ جاتا ہے۔ اور جب معمولی نقصان کا حال یہ ہے تو پھر بڑے نقصان کا عالم کیا ہوگا۔ لہٰذا اے سنّی مسلمانو! وہابیوں کے میل جول سے بچو، دور بھاگو۔ بلکہ ان کی صورت دیکھنے سے پرہیز کرو۔'' (مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ، ص۱۷۶)

دیکھا آپ نے صلح کلیت کا نقصانِ عظیم کہ اس سے محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے، اور جس دل سے حضور ہی کی محبت نکل جائے تو پھر کیا بچا! حضور کی محبت تو اصل ایمان، جانِ ایمان، روحِ ایمان ہے۔ اعلیٰ حضرت کہتے ہیں

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں — ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

ان لوگوں کا نبی کی تعظیم نہ کرنا بلکہ شرک کہنا بتا رہا ہے کہ ان کے دل سے نبی کی محبت نکل چکی ہے۔ اگر محبت ہوتی تو تعظیم کو شرک نہیں کہتے۔ یہ محبت ہی ہے جو تعظیم کراتی اور اطاعت پر گدگداتی ہے۔ اور یہ بات بھی ہے جو نبی اکرم ﷺ سے محبت نہیں کرتا، نہ

جانے بدمذہبی وبدعقیدگی کی کیسی کیسی بلا میں وہ پڑ جاتا ہے۔

نبی سے محبت نہ کرنے کی وجہ سے نبی کے شیدائیوں، جانثاروں سے بھی وہ محبت نہیں کرتا۔ وہ محبت کرتا ہے تو نبی کے دشمنوں سے محبت کرتا ہے۔ شیعوں، رافضیوں سے محبت کرتا ہے۔ وہابیوں، دیوبندیوں سے محبت کرتا ہے۔ قادیانیوں، نیچریوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ ان سے محبت کرتا ہے جن کی محبت ایمان کے لیے زہر قاتل ہے۔ ایسا کر کے وہ خود اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے اور اسلام کو رُسوا کرتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خلیفہ سید شیخ فرید علیہ الرحمہ کے نام مکتوبات میں رقم طراز ہیں:

''اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کی جس قدر عزت کی جائے گی، اس قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سر رشتہ کو خوب محفوظ رکھنا چاہیے۔ اکثر لوگوں نے اس سر رشتہ کو گم کر دیا ہے اور اس کو گم کر دینے کی نحوست کے سبب دین کو برباد کر دیا ہے۔'' (مکتوبات، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۱۹۳)

لوگ سمجھتے نہیں ہیں، یا اگر سمجھ رہے ہیں تو اپنی حرکتوں پر جری بنے ہوئے ہیں۔ کسی کی کسی حرکت سے اسلام کی رُسوائی ہوتی ہو، یہ کتنی بڑی نحوست ہے۔ اسے خبر نہیں ہے کہ یہ نحوست اس کو کہاں پہنچا کر دَم لے گی۔ وہ قوم کیسی بے حس ہے جو اسلام کے کام کے نام پر اسلام کو بدنام کرے۔ جو لوگ آج سب سے مل جل کر رہنے کی بات کرتے ہیں، کسی کو بُرا نہ کہنے کی وکالت کرتے ہیں وہ غور کریں کہ وہ تو دین کی خدمت و تبلیغ کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں، اور دین کے بڑے داعی و مبلغ اعظم حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

''خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔''

یہاں پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ؎

تولا بے تبرا نیست ممکن

یعنی کسی کے دشمنوں سے بیزاری کے بغیر اس سے محبت ممکن ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوا جتنے گستاخانِ رسول ہیں، رسول کی محبت کی خاطر ان سب سے دشمنی کرنی ہی پڑے گی۔ ورنہ حضور ﷺ کی محبت حاصل نہ ہوگی۔ اور جب محبت نہ ہوگی تو ایمان کہاں سے ہوگا۔ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر چلے تھے مومن بننے، خود ایمان سے ہاتھ دھولینا پڑا۔ بدمذہبوں، گمراہوں کے ساتھ مجالست، مخالطت اور مصاحبت میں اگر کوئی ان کے ہدایت پا جانے کا کوئی احتمال دکھائے، تو دوسرا پہلو یہ بھی تو ہے کہ ان کی صحبتیں، ان کی ملاقاتیں، ان بھولے بھالے سنّی مسلمانوں میں بھی وہی ڈھنگ پیدا کر دے۔ یہ بھی معاذ اللہ اُسی رنگ میں رنگ جائے۔ پھر وہی منظر سامنے آجائے، جیسا کہ ندوہ کے ذریعے سامنے آیا تھا۔ اور فرمانِ الٰہی **انکم اذا مثلھم**، کہ بے شک اُس وقت تم بھی اُنھیں جیسے ہوجاؤ گے۔ اس امر پر قولِ فیصل ہے۔ پھر مقتضائے عقل و نقل ایسے اندیشۂ مفاسد سے احتراز فرض ہے۔ بے شک بدمذہبوں کی محبت بدمذہب بنا کر ہی دَم لیتی ہے۔ اسی لیے ہمارے مہربان آقا ﷺ نے یہی فرمایا کہ **لا تجالسوھم**۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ **ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**۔ ان سے دور بھاگو۔ انھیں اپنے سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں۔ کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ معاذ اللہ۔ حضور اقدس ﷺ کے مقدس خیال میں یہ بات نہ آئی کہ ہمارے میل جول سے بدمذہب ہدایت پائیں گے۔ راہِ راست پر آئیں گے۔ نہیں، بلکہ پیارے نبی ﷺ نے نگاہِ نبوت سے اختلاط کے نقصان کو دیکھا اور فرمایا: ان سے نہ ملو، تم ان کو اچھا نہ کرسکو گے۔ بلکہ تم ہی برے بن جاؤ گے۔

صلح کلیت کے مایا جال میں پھنسنے والے اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے کیا کیا چال چلتے ہیں، کیا حیلے بہانے گڑھتے ہیں اور کیسی کیسی ہفوات و خرافات بکتے ہیں۔ دیکھیے ذیل کے اقتباسات۔ سید احمد خان بانی علی گڑھ کالج یوں سینۂ قرطاس پر داغ لگاتے ہیں:

''یہ مسئلہ اسلام کا نہیں ہے کہ مذہب اسلام میں تہتر فرقے ہیں، اور ناجی ان میں سے ایک ہی ہے۔ یہ تو ایک موضوع روایت ہے، جس کو اس

زمانے کے لوگوں نے جبکہ مسلمانوں میں باہم مسائلِ فروعی میں
اختلاف پڑا، اپنی تائید کے لیے بنالی ہے۔۔۔۔سچا مسئلہ اسلام کا
صرف یہ ہے کہ **من قال لا الٰہ الاّ اللّٰہ فدخل الجنۃ محمد رسول
اللّٰہ** ﷺ۔ اس کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔ بس اسلام اسی قدر ہے، اور اسی کی
تعلیم اور اسی پر یقین نجات کے لیے کافی ہے۔ (تہذیب الاخلاق، جلد
دوم، ص ۳۹۲)

سرسید کی یہ جدید فکر اگر سرسید تک محدود رہ گئی ہوتی تو اسے چھیڑنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ اب بھی اس کی فکر گردش میں ہے اور تسخیری کام انجام دے رہی ہے۔ سیدسراواں الٰہ آباد سے شیخ ابو میاں کی سرپرستی میں ''الاحسان'' کے نام سے سالنامہ نکلتا ہے۔ اس میں شیخ صاحب کے افادات خاص طور پر شائع ہوتے ہیں۔ حاضر ہے ان کے افادات سے یہ ٹکڑا۔۔۔۔

''افسوس ہے کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے، مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کرسکتا۔ تعجب ہے کہ تم اپنے اُصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو، جبکہ ان کے پاس بھی قرآن وسنّت سے مستنبط اُصول موجود ہیں، جن کو تم بھی برحق کہتے ہو۔ بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کا شکار نہیں ہو؟ زبان سے برحق مانتے ہو، اور دل سے باطل قرار دیتے ہو۔ قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو، کیا یہ نفاقِ خفی نہیں ہے۔'' (الاحسان، شمارہ ۴، ص ۲۳)

اسی کو ماہ نامہ جامِ نور دہلی، اپریل ۲۰۱۳ء میں ذرا صاف ستھرے انداز میں یوں پیش کیا گیا ہے:

''جب سب ائمہ کو حق پر جانتے ہو تو سب کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟ اگر سب کی تقلید نہیں کرتے تو یہ نفاقِ خفی (خفیہ منافقت) ہے۔''

اس اقتباس پر حضرت مولانا خالد علی شمسی کا یہ تبصرہ حقائق سے لبریز اور بڑا چشم کشا ہے:

''میرا خیال ہے پیر صاحب کی ایسی صریح گمراہ کن تحقیق پر ان کے کرائے کے پہلوان مولوی بھی دَم بخود ہوں گے کہ پیر صاحب کو حکمِ شرعی سے کیسے بچائیں، اور نفاقِ خفی کے الزام بے لگام سے ہم لوگ کیسے بچیں۔ اس لیے کہ پہلوان حضرات کے سلسلے میں ابھی تک یہی خبر ہے کہ وہ امام اعظم کے مقلد ہیں۔ اگر پیر صاحب کی تحقیق سے تقلید شخصی کا قلادہ اُتار دیا ہو تو اظہار میں عار کیا ہے؟ مذکورہ بیان میں پیر صاحب نے تقلید شخصی جس پر تقریباً بارہ سو سال سے پاکانِ اُمت اور اساطینِ ملت کا اجماع ہے، اس کو رد کر کے غیر مقلدیت کا درواز کھول دیا، اور نہایت دیدہ دلیری سے تقلید شخصی کو نفاقِ خفی سے تعبیر فرمایا۔ پیر صاحب کے ساتھ شریک بزم نوشانوش ہونے والے، اور یاعلی، یاحسین کی طرز پر ان کا تعزیہ ڈھونے والے درج ذیل دو سوالوں کا جواب عنایت کریں:

۱۔ اجماع کے منکر کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

۲۔ جو ساری اُمت کو نفاقِ خفی میں مبتلا بتلائے اس پر شریعت کیا حکم ارشاد فرماتی ہے۔''

(امین شریعت: حیات اور کمالات، ص ۱۱۴۔۱۱۵، بحوالہ رضوی تعاقب، ص ۵۲۔۵۳)

دیکھ رہے ہیں آپ کیسے کیسے دلدل میں بعض پیر اور ان کے مرید ٹامک ٹوئیاں کھا رہے ہیں۔ مجھے حسرت ملی جلی حیرت یہ ہے کہ اگر سنّیوں میں رہنا ہے تو مذہب اہلِ سنّت کے اُصول وضوابط کو بکمالہ برتنا ہی ہوگا۔ یہ کیا مطلب ہے کہ پلیٹ فارم مذہب اہلِ سنّت کا اور کام غیر مقلدیت کا۔ ع ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

سارے کلمہ گو مسلمان ہیں، مقلد بھی مسلمان۔ غیر مقلد بھی مسلمان۔ یہ باطل نظریہ ہے۔ اس نظریہ کو ہمارے اسلاف نے کب کا رَد کر دیا ہے۔ یہ کھوٹا سکّہ ہے۔ سنّیت کی حکمرانی میں نہیں چلے گا۔ جس حدیث سے یہ لوگ دھوکا کھاتے ہیں اور بار بار مثال میں پیش کرتے ہیں۔ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ

> ''**معناه من قال الكلمة وادیٰ حقها و فريضتها**'' کلمۂ توحید پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ کلمے کا حق ادا کرے، اور کلمہ پڑھنے سے انسان پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ان کو بجالائے۔ تمام محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک حدیث شریف کی یہی مراد حق اور صحیح ہے۔ تو **لا الٰه الّا الله** پڑھنے کا مطلب تمام مسائلِ ضروریہ، دینیہ پر ایمان لانا ہوا۔ اسی لیے اگرچہ حدیث شریف میں مسلمانوں کی سی نماز پڑھنے، مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کرنے، مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے والے کو مسلمان فرمایا گیا، مگر حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام مسائلِ ضروریہ، دینیہ کو دل سے سچا ماننے کا نام ایمان ہے۔ اور زبان سے اس کا اقرار کرنا، جبکہ اس کا موقع پائے شرط ہے۔ تو ایمان والوں کے نزدیک حدیث شریف میں باہم کسی قسم کا بھی تعارض و تخالف نہیں۔ سب میں اسی ایمان کا بیان ہے۔ کسی میں اجمال ہے اور کسی میں تفصیل، کسی میں علاماتِ ایمان کا بیان ہے، کسی میں لوازمِ ایمان کا اعلان۔'' (فتاویٰ حشمتیہ، ص ۵۷۶)

یہ دور از اسلام افکار و نظریات کا نتیجہ ہے معاشرہ مخلوط ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی کسی کی مصاحبت چھوڑنے کو تیار نہیں۔ کھلے عام دوستی نباہی، اور داعیِ اسلام بن کر سب کو ساتھ لے کر چلنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں مجددِ اعظم بریلوی سے سوال ہوا کہ اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے لیے

کیا حکم ہے؟ تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

> ''حرام ہے، اور بدمذہب ہوجانے کا اندیشۂ کامل، اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہر قاتل۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **ایاکم وایاهم لا یضلونكم ولا یفتنونكم**۔ انھیں اپنے سے دور کرو، اور ان سے دور بھاگو۔ وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے۔۔۔ کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم ہیں۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا۔ وہاں جا کر ویسے ہی ہوجائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے: میں حلف سے کہتا ہوں کہ جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے، اس کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا۔ سید عالم ﷺ کا ارشاد ہمارا ایمان، اور پھر حضور کا حلف سے فرمانا! دوسری حدیث ہے جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح الصدور'' میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کی نزع کا وقت آیا، لوگوں نے حسب معمول اسے کلمہ کی تلقین کی۔ کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا، جو ابوبکر و عمر کو بُرا کہتے تھے۔ اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے۔ ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ یہ نتیجہ ہے بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔ جب صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے بدگویوں سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست کی آفت کس قدر شدید ہوگی۔ ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے۔ ان کی انبیا اور سید الانبیا اور اللہ عزوجل تک۔'' (الملفوظ، ۲/۸۵)

وہ کون مسلمان ہوگا جس کی یہ تمنا نہ ہو کہ ہم مریں، تو کلمہ پڑھ کر مریں۔ تا کہ خاتمہ بالخیر نصیب ہو۔ لیکن خاتمہ بالخیر کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے، کس سبب سے یہ تمنا پوری نہ ہو سکے گی، اس کو ڈھونڈنے، تلاش کرنے اور نہ ملنے پر علماے اہلِ سنّت سے پوچھنے کی کسی کو توفیق نہیں ہوتی۔ امام جلال الدین سیوطی کی روایت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ جو صحابہ کا بدگو ہو، اس کو کلمہ پڑھنا نصیب نہیں ہوتا ہے تو جو نبی الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کا بدگو ہو، اس کو مرتے وقت کلمہ پڑھنا کیسے نصیب ہوگا۔

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم ہے رکھنا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔حضرت عبداللہ ابن مبارک (شاگردِ امام اعظم ابوحنیفہ) کو ان کے وصال کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا: تو آپ نے فرمایا کہ ارحم الراحمین نے میری صرف ایک بات پر عتاب فرمایا، اور تیس برس تک مجھے کھڑا رکھا۔ وہ بات یہ تھی میں نے ایک مرتبہ ایک بدمذہب کو محبت کی نظر سے دیکھ لیا تھا۔ تو میرے ربّ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے مجھ پر عتاب فرمایا کہ تم نے میرے دشمن کو پیار کی نظر سے کیوں دیکھا؟ میرے دشمنوں سے دشمنی کیوں نہ رکھی؟'' (تفسیر روح البیان، ج ۳، ص ۱۲۶)

دیکھیے حضرت عبداللہ ابن مبارک کے پاس نہ علم کی کمی، نہ عمل کی کمی، نہ زہد و ورع کی کمی، نہ تقویٰ و پرہیزگاری کی کمی، نہ قوی نسبت کی کمی، نہ جنت میں لے جانے والے اعمال وحسنات کی کمی، اتنا بھرا پرا انسان بھی بدمذہب کو ایک بار پیار کی نظر سے دیکھ لینے کی وجہ سے پکڑ لیا گیا، تو وہ جن کے نہ ایمان کا ٹھکانہ ہے نہ عمل کا۔ جو اپنی کوششوں سے سب کو ایک سمجھتے بلکہ ایک کروانے کی فکر میں ہیں۔ خوش عقیدہ اور بدعقیدہ سب جن کے یہاں برابر

ہیں۔ آتے ہیں، بیٹھتے ہیں۔ اور میاں حضور سب کو یکساں سیراب کرتے ہیں۔ ان کا حال کیا ہوگا۔ الامان والحفیظ۔ ابھی سانس باقی ہے، آس باقی ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ حضور فرماتے ہیں: **عجلوا بالتوبة قبل الموت**۔ موت سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔ سب کو یکساں نوازنے والی خوش ادائی یہ فرد ہی کے لیے نہیں پوری جماعت کے لیے نقصان کا باعث ہے۔

تدارک:

صلح کلیت کے حوالے سے اس کی تعریف وتعارف، اس کے نقصانات ومضر اثرات کا ایک مختصر جائزہ ہم نے ناظرین ومنصفین کے سامنے رکھا ہے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس کے منحوسات ومکروہات سے خود بچنے اور ملت کو بچائے رکھنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے، تا کہ گمراہیت کی زہرناکی سے مسموم ومغموم فضا کو نسیم صبح گاہی کا جھونکا میسر ہو، مدنی گھٹائیں چھائیں، رحمت کی موسلا دھار بارش ہو، کشتِ ملت لہلہا اُٹھے۔ مشامِ جان وایمان معطر ہو جائے۔ ویسے پاکانِ اُمت کا بڑا گروہ اس فکر میں ہے اور وہ اپنی مساعی جمیلہ سے اس منہ زور سیلاب کے زور کو توڑنے کی بھرپور جتن کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ صلح کلیت اس بلا کا نام ہے کہ جو اس میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ گمراہیت کے زینے سے ہوتے ہوتے کفر و ارتداد تک پہنچ جاتا ہے۔ آج کی نشست میں، ہم بھی اس کے تدارک کی سبیل تلاش کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں قرآن وحدیث، ائمہ وفقہا کے آثار وآرا کی روشنی میں اس کے سدِ باب کی پرت در پرت پہنچنے اور رُموز ونکات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے ہم نے قرآنِ کریم کی طرف رجوع کیا تو متعدد آیتیں ایسی ملیں جن کی مراد و مفاد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندوں کے لیے ہر کسی سے ہم نشینی پسند نہیں ہے۔ لہٰذا کہیں تاکیداً اور کہیں تہدیداً اپنی پسند اور اپنا حکم بیان فرمایا۔ لہٰذا جب تک غیروں سے مکمل طور پر اپنے دل میں نفرت و بیزاری پیدا نہیں ہوگی، صلح کلیت کو دبانا اور کچلنا مشکل ہے۔

اوراس کے لیے مکمل لائحہ عمل تیار کرنے اوراجتماعی تحریکی جدوجہد چلانے کی ضرورت ہے۔ دیکھیے قرآنِ کریم کتنے واشگاف انداز میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہے۔

۱۔ یاایھاالنبی جاھدالکفّار والمنافقین واغلظ علیھم۔

یعنی: اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں پر اوران پر سختی کرو۔اس آیت میں کھلے لفظوں میں سختی کا حکم دیا گیا ہے۔اب کوئی اس کا الٹا یعنی نرمی کرے تو اللہ اوررسول کی رضا اورخوش نودی کے خلاف ہوگا۔اور بندہ ہوکر حکمِ خداوندی کے خلاف، اُمتی ہوکر فرمانِ نبی کے خلاف۔بریں عقل ودانش بباید گریست۔

۲۔ الم تر الی الذین تولو قوما غضب اللہ علیھم ماھم ولا منھم۔ (۱۳۴)

یعنی: اے محبوب کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنھوں نے اس قوم سے دوستی کی جس پر اللہ نے غضب فرمایا۔اے ایمان والو! یہ لوگ نہ تم میں سے ہیں نہ ان کھلے کافروں میں سے۔اس آیت میں ان لوگوں پر اللہ کے غضب کا ذکر ہے جو اِدھر بھی رہتے ہیں اور اُدھر بھی۔ پھر ایسے لوگوں کے رذائل وقبائح بیان فرما کر انھیں کے حق میں فرماتا ہے: **اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔** یہ لوگ شیطان والے ہیں،سنتا ہے شیطان والے ہی گھاٹا پانے والوں میں ہیں۔

۳۔ اور فرماتا ہے: **لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانو آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم۔**

یعنی: اے محبوب تم ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، ایسا نہ پاؤ گے کہ اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں، اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی بند، یا ان کے کنبے قبیلے کے لوگ ہوں۔پھر ان کے فضائل ومدائح بیان فرما کر انھیں کے حق میں فرماتا ہے: **اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔** یعنی یہ لوگ اللہ والے ہیں، سنتا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ان آیات میں حزب اللہ اورحزب الشیطان دو گروہ کا ذکر فرما کر کون فائدے

میں ہیں اورکون نقصان میں، کی صراحت فرمادی کہ حزب اللہ فلاح پانے والے ہیں اور حزب الشیطان نقصان اُٹھانے والے۔آدمی کی تھوڑی سی بھی حس زندہ ہوتو اپنے کردار و گفتار سے کسی بھی حال میں بھی حزب اللہ کو نہ چھوڑے۔اور مومنوں کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہے کہ فرمایا: محبوب آپ انھیں کسی بھی حال میں غدار نہ پائیں گے یہ تو وہ لوگ ہیں کہ اپنے کنبہ وقبیلہ کو تو چھوڑ سکتے ہیں مگر اللہ اوراس کے رسول کو نہیں چھوڑ سکتے۔آیاتِ مبارکہ کا مجموعی مفہوم یہی ہوا جس پر سنیوں کا اذعان وایمان ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے مکلفین جنّ وانس پر فرض ہے کہ آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دین ومذہب دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔اسی پرانے دین، اسی قدیم مذہب کو قبول کرکے اس کی پیروی، اسی کا اتباع کریں، اور جو شخص اس سے روگردانی کرکے کسی اوردین ومذہب کو اختیار کرے گا، وہ دین سے نکل کر کافرو مرتد بے دین ہوجائے گا۔

آیئے اب حدیث کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔دیکھتے ہیں کیا آواز آتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۔۔۔ **اذا ظھرت الفتن او قال البدع و سب اصحابی فلیظھر العالم علمہٗ و من لم یظھر علمہ فعلیہ لعنت اللہ والملٰئکۃ والناس اجمین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔** یعنی جب فتنے ظاہر ہوں (یا کہ بدمذہبیاں پھیلیں، اورمیرے اصحاب کو بُرا کہا جائے تو عالم پر فرض ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے (ان بدمذہبوں اورصحابہ کی شان میں توہین کرنے والوں کا رَد کرے، اور جو عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے، اس پر اللہ کی لعنت، اورتمام فرشتوں کی لعنت، اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ اس کا نفل۔'' ۱؎

حدیث نمبر ۲۔۔۔ **عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم صاحب بدعۃٍ افاکفھروانی وجھہ فان اللہ یبغض کل مبتدعٍ۔** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ، اس لیے کہ خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔۔۔۔

دیکھیے اس حدیث میں بدمذہب پر نظر پڑنے پر حکم دیا جا رہا ہے کہ اسے دیکھ کر تمہارے چہرے پر آثارِ بشاشت نہ ہو بلکہ آثارِ کراہت ہو۔ اس لیے کہ جسے تم دیکھ کر خوش گواری کا اظہار کر رہے ہو، اسے اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کرتا بلکہ اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ وہ لوگ اس حدیث سے عبرت پکڑیں جو بدعقیدوں سے ہنس کر، مسکرا کر ملتے اور ان سے رابطہ رکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۔۔۔ **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اذا مرضوا فلا تعودوھم، وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلم علیھم، ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔** (یہ حدیث مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ کی روایات کا مجموعہ ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بدمذہب سے دور رہو، اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرو، ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔۔۔۔ نبی محترم ﷺ کو اپنی اُمت کے ایمان کی کتنی فکر تھی، بار بار اپنی مبارک حدیثوں میں آپ نے ایمان کیسے بچتا ہے وہ بھی اور ایمان کیسے ٹوٹتا ہے وہ بھی صاف ستھرے لب و لہجے میں بیان فرمایا۔ تا کہ اُمت اس کے مطابق عمل کرے اور جب دنیا سے جائے تو ایمان و عمل کی دولت ساتھ لے کر جائے۔ بدعقیدوں کی صحبت کو ایمان کے لیے نبی پاک ﷺ نے زہر قاتل یقین فرمایا تو ان کی صحبت سے بچنے کے لیے کتنے پیارے انداز میں ان سے بچنے، دور رہنے، ان کی ہم نشینی نہ کرنے، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنے وغیرہ وغیرہ کا حکم صادر فرمایا۔ مطلب کیا تھا اگر ان ہدایات پر نہ چلو گے تو تم سے

تمہارا ایمان چلا جائے گا۔ اس وجہ سے ہمارے سلف صالحین بڑی سختی سے ان فرمودات پر عمل کرتے رہے۔ ان کا صاف کہنا تھا کہ زمانہ روٹھ جائے تو روٹھ جائے جانِ رحمت ﷺ نہ روٹھیں۔ اس لیے کہ ان کا روٹھنا خدا کی ناراضی کا سبب ہے۔ یعنی

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کی۔ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کے لیے آیا ہے، اور ابھی حاضر خدمت ہوگا۔ تالیف قلب کے لیے اُس سے بات چیت کر لیجیے گا۔ دورانِ گفتگو ہی میں وہ رافضی بھی آ گیا۔ حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی، تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰ حضرت کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دور سے وہ صرف ملاقات کے لیے آیا تھا۔ اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا۔ حضور اعلیٰ حضرت نے جلال کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے۔ پھر آپ نے بیان فرمایا کہ امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف سے تشریف لا رہے ہیں، راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں۔ آپ اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ وہ پیچھے پیچھے کاشانۂ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المؤمنین خادم کو کھانا لانے کے لیے حکم دیتے ہیں۔ خادم کھانا لاتا ہے۔ کھانا کھانے میں وہ مسافر بدمذہبی کے کچھ الفاظ اپنی زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المؤمنین خادم کو حکم فرماتے ہیں کہ کھانا اس کے سامنے سے فوراً اُٹھاؤ اور اس کا کان پکڑ کر باہر کردو۔ خادم اسی دَم حکم بجا لاتا ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوایا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۴)

ہمارے اکابرین ان باتوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے زمانے کے

مسلمان کہلانے والے قدری بد مذہبوں کے بارے میں اپنی نسلوں کو سخت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کو سلام نہ کرنا۔ ان کی بیمار پرسی کو نہ جانا، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، اور ان میں جو مر جائیں ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا۔ دیکھیے تعلیماتِ نبوی پر صحابۂ کرام کا کتنا زبردست عمل تھا کہ اپنے بچوں، اپنی نسلوں کو بھی بدعقیدہ سے دور رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اتنی پابندی اور سختی سے ان باتوں پر عمل کی آخر وجہ کیا تھی، تو اس سلسلے میں جلیل الشان تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ سے عقدہ کشائی ہوتی ہے۔۔۔ آپ کی مجلس میں دو بد مذہبوں نے آ کر عرض کی کہ حضرت ہم آپ کے سامنے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ان دونوں نے عرض کی اگر اجازت ہو تو ہم قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ تم لوگ یا تو میرے پاس سے چلے جاؤ، ورنہ میں یہاں سے اُٹھتا ہوں۔ تب وہ دونوں چلے گئے۔ پھر حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے کہا: حضرت! اگر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے تو سننے میں آپ کا کیا بگڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ وہ آیت کریمہ پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ تحریف کریں۔ پھر وہی معنی میرے دل میں جم جائے، اور معاذ اللہ تعالیٰ میرا عقیدہ بگڑ جائے۔ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد بدرِ ملت حضرت علامہ مفتی محمد بدر الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا حق افروز عبرت اندوز تبصرہ کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

> ''۔۔۔۔ مسلمانو! یہ عبرت کا مقام ہے کہ جب سیدنا محمد بن سیرین جیسا علومِ دینیہ کا امام، اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر بد مذہب مسلمان کی زبان سے قرآن و حدیث سننے کے لیے تیار نہیں۔ تو تمہارے لیے یہ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے کہ تم عہدِ حاضر کے بد مذہبوں، مرتدوں، گمراہوں، مثلاً ندویوں، مودودیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں کی کتابیں پڑھو، ان کے لکچر سنو۔ کیا تمہارا دین و ایمان

> اُن سے زیادہ مضبوط اور ٹھوس ہے۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت، ص۱۱۷)

اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات، جلد اوّل کے مکتوب ۱۶۵ میں اپنے خلیفہ جناب سید شیخ فرید علیہ الرحمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''۔۔۔ یہ بات لازم ہے کہ ساری ہمت شریعتِ مطہرہ کے احکام بجا لانے میں صرف کرنی چاہیے۔ اور پابند شریعت علمائے دین و صالحین کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے، اور شریعت مطہرہ کے احکام کو رائج کرنے میں کوشش کرنی چاہیے۔ بد مذہبوں اور گمراہوں کو ذلیل رکھنا چاہیے، کہ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں، کہ جس نے کسی بد مذہب کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ اور کافروں کے ساتھ جو خدائے تبارک و تعالیٰ کے دشمن اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے دشمن ہیں دشمن رہنا چاہیے اور کسی طور پر ان کو عزت نہ دینی چاہیے۔ اور ان بدنصیبوں کو اپنی مجلسوں میں آنے نہیں دینا چاہیے۔ اور جہاں تک ہو سکے کسی بات میں ان کی طرف رجوع نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر بالفرض کوئی ضرورت پڑ جائے تو بیت الخلا جانے کی طرح شرعی ناگواری اور مجبوری کے ساتھ ان سے اپنی حاجت پوری کرنی چاہیے۔ آپ کے نانا جان ﷺ کی بارگاہِ اقدس تک جو راستہ پہنچتا ہے، وہ یہی ہے۔ اگر اس راہ پر چلا نہ جائے گا تو حضور اقدس ﷺ کی بارگاہِ قدس تک پہنچنا دشوار ہے۔''

حضرت شیخ احمد سرہندی کے اس اقتباس کو دیکھیے ہر ہر لفظ قیمتی بلکہ سونے کی ڈلی ہے۔ ایک مومن کے لیے سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ حضور جانِ نور ﷺ کی بارگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے، اور اس مقصد کی تحصیل و تکمیل کے لیے رہنما اُصول و خطوط حضرت نے

متعین فرما دیئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آدمی تقاضائے محبتِ رسول
مقبول ﷺ کا بھرپور خیال رکھے، اور اس کے لوازمات کی رعایت
کو اولین ترجیح دے۔ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ہر عبادت کی قدر و
قیمت نہیں ہے۔ اسی عبادت کی پوچھ گچھ اور قدر و قیمت ہے جو محبت
رسول کی خوشبو میں رچی بسی ہو۔ حدیث شریف میں ہے قیامت کے
دن ایک شخص حساب کے لیے بارگاہِ رب العزت میں لایا جائے گا۔
اس سے سوال ہوگا: کیا لایا۔ وہ کہے گا میں نے اتنی نمازیں پڑھیں
علاوہ فرض کے، اتنے روزے رکھے علاوہ ماہِ رمضان کے وغیرذٰلک۔
ارشادِ باری ہوگا: **هل واليت لي وليا و عاديت لي عدوا**۔ کبھی
محبوبوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی، تو عمر بھر
کی عبادت ایک طرف اور خدا و رسول کی محبت ایک طرف۔ اگر محبت
نہیں سب عبادات و ریاضات بیکار۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ
قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ذرا سی اعانت کافر کی کرنا، حتیٰ کہ اگر وہ راستہ
پوچھے اور کوئی مسلمان بتادے، اتنی بات اللہ تعالیٰ سے اس کا علاقۂ
مقبولیت قطع کر دیتی ہے۔ (الملفوظ،۱/۹۴)

ان تمام روایات و ہدایات کی روشن کرنوں سے منہ موڑ کر آج صلح کلی قسم کے لوگ
دھڑلے سے کہتے پھر رہے ہیں کہ آج کا دور اختلاف کا دور نہیں ہے، سب سے مل جل کر
رہنے کا دور ہے۔ اور انتہائی بے باکی یہ ہے کہ یہ لوگ اب یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ سنّی
اور دیوبندی علما آپس میں سر بہ گریباں ہیں۔ ہر دو مکتبِ فکر کی جانب سے اپنی اپنی تائید
میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ ایسے میں کدھر جائیں، کس کی مانیں
اور کس کی نہ مانیں۔ کچھ بزعم خویش مصلح قسم کے افراد اپنی چرب زبانی سے یہ باور کرانے
کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اختلافات فروعی ہیں۔ ان میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہم

بریلوی ہیں، نہ دیوبندی۔ ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں، اور بس۔ اس طرح وہ کھل کر
صلح کلیت کا پرچار کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ اختلافات کا نام لینے والے مجرم ہیں، اور صحیح
مسلمان وہ ہے جو ان اختلافات سے بالکل بے تعلق ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ اس میں شک
نہیں کہ اگر اختلاف ذاتی وجوہ کی بنا پر ہو، یا اُس کا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو، تو اس میں
نہ اُلجھنا ہی بہتر۔ مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اختلافات ایسے نہیں ہیں جن پر محاذ آرائی
مناسب ہو، کیوں کہ فروعی اختلاف ہیں۔ لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما
ہو جائے، تو اس سے کسی طور پر آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ یہ اختلاف کسی طرح بھی فروعی
نہیں، اُصولی ہوگا۔ ایسی صورت میں لازمی طور پر ''یک در گیر محکم گیر'' ایک جانب کی
حمایت اور دوسری جانب سے برأت کرنی ہی پڑے گی۔ **اهدنا الصراط المستقيم
صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين**، کا یہی مفاد
ہے۔ اس آیت میں صرف راہِ راست کی ہدایت طلب کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ یہ بھی
تلقین کی گئی ہے کہ مستحق غضب اور ضلال سے پناہ مانگتے رہو۔

آج لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان پریشان ہیں، آئے دن نئی نئی اُلجھن استقبال کو کھڑی
رہتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو صنعت و حرفت میں، سیاست و معیشت میں، اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم
کی تحصیل میں آگے بڑھنا چاہیے، تب کامیابی ملے گی۔ میں کہتا ہوں کون منع کرتا ہے کہ یہ
سب نہ کرو، سب کرو مگر سچے پکے مسلمان بن کر۔ قدم قدم پر ایمان و اسلام کے تحفظ کا خیال
کر کے۔ بڑھو دل میں خوفِ خدا کا ولولہ لے کر۔ روح میں عشقِ مصطفی کا طنطنہ لے کر۔ اور
سر میں عرفانِ شریعت کا جذبہ لے کر اور اس طرح کائنات کی تسخیر کرلو۔ غلام مصطفی بن کر۔
اور سنیے ناکامی و نامرادی کی وہ وجہ نہیں ہے جو بیان کی جاتی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ جس
دن سے اہلِ علم و امر نے گمراہ فرقوں کے مکائد و مفاسد دفع کرنے میں سستی کی، اور ان کی
دوستی و ہم نشینی سے اجتناب کرنے میں کوتاہی کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ
کی ادائیگی میں مصلحت اندیشی سے کام لینا شروع کر دیا، مسلمانوں کو تباہی و بربادی نے

گھیر لیا ہے۔ ردِ فرقِ باطلہ کو اگر ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے اور اس شغل جگر کاوی میں مشغول افراد کو ان الفاظ سے نوازا جائے کہ

''آج کل لوگ قلت علم و مطالعہ اور ناقص تجربہ و مشاہدہ کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک اپنے بیان و خطاب کے ذریعہ کسی فرقہ باطلہ کے اساطین کو بار بار خبیث، مردود، کافر و مرتد نہ کہا جائے، اس وقت تک ردِ فرقۂ باطلہ کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔'' (عرفانِ مذہب و مسلک، ص ۱۱، علامہ یٰسین اختر مصباحی)

تو تباہی و بربادی نہیں آئے گی تو اور کیا ہوگا۔ حق یہ ہے کہ آج مسلمانانِ عالم جن مصائب و آلام میں مبتلا ہیں، ان کا واحد سبب شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی، احقاقِ حق سے آنکھ مچولی اور ابطالِ باطل کے معاملے میں بے حمیتی و بے توجہی ہے۔ ان مصائب و آلام کا واحد علاج اس سبب کو دور کرنے میں ہے۔ خدا کا شکر ہے جب جب دین و سنّیت پر کوئی خطرہ منڈلایا اور باطل افکار نے بال و پر پھیلانا چاہے، چند ہی سہی مگر علمائے اہلِ سنّت سر بکف آگے بڑھے ہیں۔ یہ ان حضراتِ صالحین و کاملین کی وفا کیشیوں کی برکت ہے کہ شجرِ دین آج بھی تازہ و ہرا بھرا ہے۔ مثلاً جس وقت دہلی میں اسماعیل دہلوی نے طوفانِ بدتمیزی پھیلائی، اگر اُس وقت اس پر کامل سختی نہ کی جاتی تو کیا دنیا گمراہی سے محفوظ رہتی۔ اس کے بعد بدمذہبی کی جو بھی تحریک اُٹھی اگر اس کی سرکوبی نہ کی جاتی تو مذہب اہلِ سنّت کے چہرے کی یہ لالی و ہریالی سلامت رہتی۔ اگر قادیانیوں، دیوبندیوں، وہابیوں کے طوفان کے سامنے امام احمد رضا بند نہ باندھتے تو قوم و ملت کا کیا حال ہوتا؟ اور اگر تحریکِ ندوہ جو دراصل تحریک صلح کلیت تھی اس کے مفاسد و مقاصد سے بروقت امام احمد رضا لوگوں کو خبردار نہ کرتے تو بچی کھچی پونجی بھی محفوظ رہتی؟ آج اس گئے گذرے ماحول میں بھی احبابِ اہلِ سنّت علما و مشائخ اللہ اور اس کے رسول کے کرم پر بھروسہ کر کے اپنے اپنے مقامات پر صلح کلیت سے بیزار ہو کر اپنی طاقت و استطاعت بھر کھل کر سامنے آئیں

اور ڈٹ کر مقابلہ کریں، تو اللہ و رسول کے فضل و کرم سے اب بھی کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوبات، جلد اوّل، مکتوب ۶۹ پر صاف صاف یہ سنّیت افروز اور بدمذہبی سوز ارشاد سناتے ہیں:

''نجات آخرت حاصل کرنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ جملہ افعال و اقوال میں اور تمام اُصول و فروع میں اہلِ سنت و جماعت ہی کی پیروی کی جائے، کیوں کہ صرف ایک ہی گروہ نجات پانے والا ہے، اور ان کے سوا تمام فرقے برباد اور ہلاک ہونے والے ہیں۔ اس مسئلے کا آج کوئی یقین کرے یا نہ کرے لیکن کل تو ہر شخص کو اس کا یقین ہو جائے گا، اُس وقت اس پر یقین کرنا کچھ مفید نہ ہوگا۔''

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور مکتوب نمبر ۲۶۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''رحمان جل جلالہٗ کے دوست حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ یہ بزرگی پائی اور شجرہ انبیا ہوگئے، سب اس واسطے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے بری و بیزار تھے۔ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیے خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری، اور عداوت و دشمنی رکھنے کے برابر کوئی کام نہیں۔''

اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے وصایا شریف میں ارشاد فرمایا کہ

''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربّ العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور ﷺ سے صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین روشن ہوئے، ان سے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روشن ہوئے۔ تابعین سے تبع

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ دین روشن ہوئے
(رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم) ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں
کہ یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن
ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت،
ان کی تعظیم، اور ان کے دوستوں کی خدمت، اور ان کی تکریم، اور ان
کے دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی
شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس
سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ذرا
بھی گستاخی دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے
اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔'' (وصایا شریف)

صلح کلیت کے دفاع اور تدارک کے لیے گذشتہ سطور میں جو نکات ہم نے پیش کیے ہیں، ان بکھرے پھولوں کو اگر یکجا کیا جائے تو جو گلدستہ بنے گا اس گلدستے کو سنّی دنیا مسلکِ اعلیٰ حضرت کہتی ہے۔ اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ وہ چاہے ایمان کا سرمایہ ہو یا عمل کا سرچشمہ سب کی حفاظت کا مضبوط قلعہ دورِ حاضر میں صرف اور صرف مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابر و اسلاف نے خود اس کی خدمت کی اور بعد والوں کو خدمت کی پُرخلوص دعوت دی۔ آج کچھ لوگ پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہے مسلکِ اعلیٰ حضرت؟ تو ایسوں کو شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب کا یہ فکری آئینہ دکھا دیجیے۔ اپنی تفسیر ''تفسیر اشرفی'' کے مقدمے میں آپ لکھتے ہیں: پورے دین اسلام کے مجموعے کا نام مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے''۔ خلاصہ یہ کہ روح روانِ مذہب اہلِ سنّت کے مذہب قدیم اور صراطِ مستقیم کے تابندہ نقوش کا نام مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے، اور بقولِ امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب، مارہرہ شریف جو آپ نے جامعہ رضویہ منظر اسلام کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا تھا:

''آج کے دور میں مسلکِ اعلیٰ حضرت نام ہے حضور تاج الشریعہ کا''۔

اس وقت سنیت اور صلح کلیت کے درمیان نشانِ امتیاز کا نام تاج الشریعہ ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں وہابیت اور سنیت میں پہچان کے لیے حضرت مولانا قادر بخش سہسرامی نے اعلیٰ حضرت کا نام پیش کیا اور ارشاد فرمایا تھا: اعلیٰ حضرت کا نام سن کر چہرہ اگر کھلکھلا اُٹھے تو سمجھ لینا سنّی ہے، اور اگر چہرہ مرجھا جائے تو سمجھ لینا وہابی ہے۔ آج کے دور میں سنّی اور صلح کلّی میں پہچان کے لیے حضرت تاج الشریعہ کا نام لے لیجیے۔ چہرہ اگر کھلکھلا اُٹھے تو سنّی ہے، مرجھا جائے تو صلح کلی ہے۔

لہٰذا دورِ حاضر میں صلح کلیت سے محفوظ رہنے کے لیے حضور تاج الشریعہ کے فکری، عملی نقش و عکس کو اپنا آئیڈیل بنایا جائے۔ دیکھیے ایک شعر میں حضور تاج الشریعہ نے صلح کلیت کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔

صلح کلّی نبی کا نہیں دوستو
سنّی مسلم ہے سچا نبی کے لیے

✠ ✠ ✠ ✠

حجابِ تصوف میں بھیانک چہرا

مفتی محمد راحت خان قادری
بانی وناظم دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
بِاسْمِهٖ تَعَالٰی وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَعْلٰی

ایمان واعتقاد سے کھلواڑ کر کے شریعت مطہرہ کی قدروں کو پامال کرنا، کیا معاذ اللہ! اسی بھونڈی اور مسخ شدہ صورت کا نام تصوف ہے؟ معبودِ حقیقی خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے جھکنے والی پیشانیوں کو اپنے اپنے قدموں پر صورت سجدہ میں رکھوانے والے، مداہنت جن کے دلوں میں پیری ہوئی ہو کیا وہ تصوف کے علم بردار ہو سکتے ہیں؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا تصوف تو اس پاکیزہ ومقدس اور عالی فکر کا نام ہے کہ جو انسان کو کمال تک پہونچا کر اس کے قد کو نہایت بلند اور اونچا کر دیتی ہے۔ ہاں اس نورِ بے مثال کو تصوف کہتے ہیں جس سے سارا عالم جگمگا جاتا ہے، جی تصوف تو محض اسی روحانی سفر کا نام ہے جو شریعت کی مقدس راہوں سے ہوتا ہوا معرفت وحقیقت کی منزل پر تمام ہوتا ہے۔ جو اسی تصوف کے جامع ہوں حقیقت میں وہی ''صوفی'' کہلانے کے اہل ہیں اور جو شریعت مطہرہ بلکہ ایمان وعقائد کا بھی معاذ اللہ! پاس ولحاظ نہ رکھتے ہوں وہ ابلیس رجیم کے کھلونا تو ہوسکتے ہیں صوفی ہرگز نہیں ہوسکتے۔

تصوف

تصوف کا تعارف پیش فرماتے ہوئے عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ (م ۹۷۳ھ) نے فرمایا ہے:

''التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشرعية''۔

(الطبقات الکبری جلد اول، مقدمۃ الکتاب، ص:۴، مطبوعۃ مصر) یعنی تصوف وہ تو احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''التصوف تصفية القلوب واتباع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الشريعة'' (الطبقات الكبرى جلد اول، ذكر ابى عبد الله بن محمد الضبى، ص:۴، مطبوعة مصر)۔ یعنی تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کر کے شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔

''علم التصوف تفرع من عين الشريعة''۔ (الطبقات الكبرى جلد اول، مقدمة الكتاب، ص:۴، مطبوعة مصر) یعنی علم تصوف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

ان دونوں بزرگوں کے اقوال سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی انسان اس وقت تک صوفی ہو ہی نہیں سکتا ہے جب کہ وہ شریعت مطہرہ کی بجا آوری میں کامل نہ ہو جائے، اور جب شریعت کی بجا آوری میں کامل ہو جائے گا اس وقت اس کو اللہ تعالیٰ کی سچی توجہ حاصل ہو جائے گی جیسا کہ علامہ احمد بن احمد برنسی مغربی المعروف بہ ''زرّوق'' (م ۸۹۹ھ) فرماتے ہیں:

''وقد حدّ التصوف ورسم وفسر بوجوه تبلغ نحو الالفين، مرجع كلها لصدق التوجه الى الله تعالىٰ''۔ (قواعد التصوف على وجه يجمع بين الشريعة والحقيقة ويصل الاصول والفقه بالطريقة ص:۱۳) یعنی تصوف کی حد ورسم تقریباً دو ہزار کے قریب بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ہر ایک کا مقصود وصول الی اللہ ہے۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی حضور غوث اعظم قدس سرہ (م ۵۶۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

''اقرب الطرق الى الله تعالىٰ لزوم قانون العبودية والاستمساك بعروة الشريعة''۔ (بهجة الأسرار ص:۵۰، مطبوعة مصر) یعنی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

معاصرِ حضرت جنید بغدادی، حضرت سیدی ابو العباس احمد بن محمد الآدمی قدس سرہ (م ۳۰۹ھ) فرماتے ہیں:

"من الزم نفسه آداب الشريعة نور الله تعالیٰ قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبيب صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فی اوامره وافعاله واخلاقه"۔ (الرسالة القشيرية ص ۲۵، مطبوعة مصر) یعنی جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن فرمادے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام وافعال اور عادات سب میں حضور ہی کی پیروی کی جائے۔

ان اقتباسات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ کی اتباع و پیروی کرنا یہ حصول تصوف کے لیے شرط اول ہے اور احکام شرع پر عمل یہ موقوف ہے جب تک ایمان نہ ہو اس وقت تک احکام شرع پر عمل درآمد ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں ہے اسی طرح سے ایمان کے بعد جب شریعت مطہرہ کی پیروی نہ ہو اس وقت تک منازل تصوف کے حصول کا بھی کوئی معنی نہیں ہے جیسا کہ علامہ احمد بن احمد برنسی مغربی المعروف بہ "زرّوق" (م ۸۹۹ھ) فرماتے ہیں:

"صدق التوجه مشروط بكونه من حيث يرضاه الحق تعالیٰ وبما يرضاه، ولا يصح مشروط بدون شرطه، {وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ} (الزمر ۳۹/۷) فلزم تحقيق الايمان {وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ} (الزمر ۳۹/۷) فلزم العمل بالاسلام۔ یعنی تصوف کے لیے سچی توجہ اس جانب کے جو حق تعالیٰ کو پسند ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو یہ شرط ہے، اس شرط کے بغیر تصوف صحیح نہیں ہوگا (یعنی تصوف پایا ہی نہیں جائے گا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: [اور اپنے بندوں کا کفر کرنا

اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں] تو وجود تصوف کے لیے ایمان لازم وضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: [اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے۔]

تصوف کی آڑ میں شریعت کی مخالفت

شیطان صرف صوفیائے کرام کے افکار ونظریات ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کا کھلا ہوا دشمن ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ (یوسف ۱۲/۵) بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اسی لعین ہی نے تو بارگاہ ایزدی میں انسانوں کے لیے یہ قسم کھائی تھی کہ میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا، ان کو بہکادوں گا اور خواہشات میں مبتلا کردوں گا۔ یہی وہ لعین ہے کہ جس نے حضرت آدم (علیٰ نبینا و علیهم افضل الصلوات والتسلیمات) کے جی میں خطرہ ڈالا تھا اور خدا کی جھوٹی قسم کھا کر ان سے خیر خواہی کا ڈھونگ کیا تھا۔ شیطان ہمہ وقت اسی فراق میں ہی سرگرداں ہے کہ کسی طرح انسان کو گناہوں میں ملوث کیا جاسکے بقول صوفیائے کرام "کبھی کبھی وہ نیک کام کے لیے ننانوے (۹۹) دروازے کھولتا ہے تاکہ انسان سے ایک گناہ کا کام کرواسکے"۔

صوفیائے کرام اللہ تعالیٰ کی طاعت وبندگی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتے ہیں اور صوفیائے کرام دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طاعت وبندگی کے لیے بلاتے ہیں اور اس کے لیے کوشاں رہتے ہیں، ان کا مقصود عند اللہ محمود ومحبوب ہوتا ہے۔ شیطان بھی کبھی کبھی دوسروں کو طاعت وبندگی کی جانب بلاتا ہے اور اس کے لیے کوشاں رہتا ہے، لیکن اس کا مقصود عند اللہ مذموم ومبغوض ہوتا ہے جس کا اندازہ صاحب مثنوی کی بیان کردہ اس حکایت سے بخوبی ہوسکتا ہے:

"امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن صبح کے وقت سوتے رہ گئے تو شیطان نے آکر حیّ علی الفلاح کہا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ظاہری حکم کے مکروفریب کو سمجھ لیا۔ ارشاد فرمایا: اے شیطان! تُو تو گناہ کا ہی حکم دیتا

ہے، پھر تو مجھے اطاعت الٰہی کا حکم کیسے دے رہا ہے؟ اس تعجب خیز معاملے کا سبب کیا ہے؟ کیونکہ تجھ جیسے سے ایسی توقع نہیں۔ شیطان نے کہا: تم کو بیدار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن تم نے فجر کی نماز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ با جماعت نہیں پڑھ پائی تھی تو تم کو اس پر بہت افسوس وشرمندگی ہوئی، تو تمہارے لیے اس اطاعت سے زیادہ اجر وثواب لکھا گیا جس کی تم بجا آوری کرتے تھے، اسی وجہ سے میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں تم دوبارہ سوتے ہوئے نہ رہ جاؤ اور تم کو پھر وہی اجر وثواب حاصل نہ ہو جائے۔ (مثنوی شریف دفتر دوم ص: ۶۳)

جس طرح سے شیطان نے نماز کی ہمدردی کا جھوٹا ڈھونگ کیا اسی شیطان کی طرح ہی ہندوستان میں کچھ افراد ایسے ہیں جو تصوف کا راگ الاپتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنی ہی زبان سے دنیا کا بہت بڑا صوفی کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ ہندوستان سے لے کر دیگر ممالک تک اپنی فرضی صوفیت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں تاکہ عوام اہلِ سنت متنفر ہو کر ان سے دور نہ ہو جب کہ حقیقت یہ کہ وہ قولاً، فعلاً پاکیزہ تصوف کے کھلے ہوئے سخت دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کی سیرت وکردار اور ان کی تحریریں عوام اہلِ سنت کے لیے محض ''خطرِ راہ'' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خوف خدا اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عاری کچھ لوگوں نے جب شہرت طلبی، شکم پروری اور حصول دنیا کے لیے جب اپنے دوسرے حربوں کو ناکام ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے محض انہیں خسیس ورذیل دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے اور اپنے گندے چہرے کو چھپانے کے لیے تصوف کا لبادہ اوڑھنا بھی شروع کر دیا اور حجابِ تصوف میں اپنے اس بھیانک بدنما چہرے کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔ آیئے ذرا اب ان کے رخ سے نقاب اٹھا کر ان کو بے نقاب کیا جائے تاکہ ان شیطان صفت بناوٹی چہروں سے دوسرے بھولے بھالے سچے سنی مسلمان بھی باخبر ہو سکیں۔

اس فرضی گروہِ صوفیہ کے سرغنہ جن کے یہاں اضطراری کیفیت کے ساتھ ''خوک خر'' اور ''پروفیسر اختر'' وغیرہ ''ناصر'' وہم فکر کی حیثیت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں ان کو

ان کے متبعین وساجدین ''داعی اسلام شیخ ابوسعید احسان اللہ محمدی صفوی'' اور ''ابو میاں'' کہتے ہیں لیکن جب آپ ان کے افکار ونظریات کو پڑھیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ ویسے ہی ''شیخ'' ہیں جیسا ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ کو دیابنہ ووہابیہ ''شیخ'' کہتے ہیں بلکہ ''ابومیاں'' کی سرپرستی میں شائع ہونے والے کتابی سلسلہ ''الاحسان'' میں بھی ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزیہ کی مدح وسرائی کی گئی ہے اور ان کو ''شیخ'' وغیرہ معظم الفاظ سے کو یاد کیا گیا ہے۔

ذیل میں گروہِ صوفیہ کے مذکورہ سرغنہ یعنی ''ابومیاں'' کے ان افکار ونظریات کو ذکر کیا جاتا ہے جو ان کی سرپرستی میں شائع کی جانے والی کتابوں کے میں مذکور ہیں قارئینِ کرام بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ ''ابومیاں'' کا راستہ بزرگان دین، اولیائے کرام، علمائے ذوی الاحترام اور مجتہدین امت (رحمہم اللہ) کے راستے سے کتنا الگ ہے۔

سید سراواں الٰہ آباد والوں کے بعض افکار ونظریات

(۱) ''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (ماہنامہ خضر راہ الٰہ آباد مئی ۲۰۱۳ء ص: ۱۳)

(۲) ''ان (ابومیاں) کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں''۔ (نغمات الاسرار ص:۱۱)

(۳) ''وہ (ابومیاں) حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں''۔ (نغمات الاسرار ص:۱۱)

(۴) ''حضرت (ابومیاں) کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں''۔ (نغمات الاسرار ص:۶)

(۵) ''حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ ''قرأت خلف الامام'' کے قائل صرف اس لیے

تھے کہ ان کے پاس حدیث تھی یہاں انہوں نے قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قولِ رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا اور یہ معمول اس سلسلے میں آج بھی چلا آرہا ہے۔ صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصدِ شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، ضرورت وحاجت کے تحت یا روحانی کشف کی بنیاد پر بعض مسائل میں منفرد ہوتے ہیں اس کے باوجود مقلد ہی کہے جائیں گے''۔

(الاحسان، شمارہ ا، ص: ۲۵۰)

(۶) ''اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی، مالکی اور شافعی کے پیرو کاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ افسوس کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کر سکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو جب کہ ان کے پاس بھی قرآن وسنت سے مستنبط اصول موجود ہیں، جن کو تم برحق کہتے ہو۔ بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق خفی نہیں ہے؟'' (الاحسان کتابی سلسلہ ۴/افادات ابومیاں، ص: ۲۳)

سید سراواں الٰہ آباد کے ''ابومیاں'' اور سوادِ اعظم کی مخالفت

پہلا اقتباس

دیابنہ ووہابیہ، رافضی وچکڑالوی اور اہل حدیث اہل وغیرہ کون سا فرقہ ایسا ہے جو اپنے غلط افکار ونظریات کی موقع پڑنے پر تاویل نہیں کرتا؟ لیکن ''ابومیاں'' کے زیرِ سایہ شر نکلنے والے رسالے میں صاف کہہ دیا گیا:

''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے''۔ (ماہنامہ خضر راہ الٰہ آباد مئی ۲۰۱۳ء ص: ۱۳)

وہ فرقہائے باطلہ جو کہ بدمذہب ہیں اور ان کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے ان پر تو علمائے حرمین شریفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہل سنت وجماعت بلکہ سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی جانب سے ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکمِ کفر ہے۔ تو ''ابومیاں''

کی جانب سے علمائے حرمین شریفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہل سنت وجماعت بلکہ سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی کھلی مخالفت نہیں تو کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم و جاہل، گورے کالے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''ان (ابومیاں) کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں''۔ (نغمات الاسرار ص: ۱۱)

کفر صریح میں تاویل کی حیثیت

دیابنہ وغیرہ وہ فرقے جن کی عبارات کفریہ کی وجہ سے علمائے کرام نے ان پر حکم کفر صادر کیا ہے ان کی ان کفریہ وخبیثہ عبارت پر مطلع ہوتے ہوئے بھی ان کی تکفیر سے رکنا یہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہے بلکہ صریح کفریہ عبارتوں میں کسی بھی قسم کی تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بھی بات کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں، اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے، یعنی قضا دو ہیں: مبرم ومعلق۔

کیا ایسے صریح کفر میں تاویل سنی جائے گی؟ نہیں ہرگز نہیں سنی جا سکتی۔

شفا شریف میں ہے:

"التاويل في لفظ صراح لا يقبل"۔ (الشفاء في تعريف حقوق المصطفى، القسم الرابع ۲/۲۰۹) صریح (کھلے) لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔

ملّا علی قاری قدس سرہ (م) شرح شفا میں فرماتے ہیں:

"هو مردود عند القواعد الشرعية"۔ (شرح الشفاء لملاّ علي القاري، القسم الرابع، الباب الأول ۳۹۶/۲) ایسا (صریح میں تاویل کا) دعویٰ شریعت میں مردود ہے۔

نسیم الریاض میں ہے:

"لا یلتفت لمثلہ و یعد ھذیانا"۔ (نسیم الریاض ۴/۳۹۶)۔ ایسی تاویل کی جانب التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔

علما و فقہا کی یہ عبارتیں "ابومیاں" کے مدرسے کے کوئی مدرس ان کو پڑھ کر سنا دیں تا کہ وہ اپنے رسالے میں چھپے ہوئے اپنے موقف ("اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے"۔ (ماہنامہ خضر راہ الٰہ آباد مئی ۲۰۱۳ء ص: ۱۳) پر غور و فکر کر کے توبہ و رجوع کر لیں اور اکابر و اسلاف کے موقف حق کو اختیار کر لیں۔

فیصلہ قارئین کے حوالے کہ وہ مذکورہ عبارت کو پڑھ کر خود غور کریں "ابومیاں" کی یہ روش درست ہے یا نہیں؟؟

کفار کی صحبت و قربت سے بچنے کے متعلق حکم قرآن

اللہ تعالیٰ نے برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کو منع فرمایا ہے قرآن مقدس میں یوں ہے:

"وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (الأنعام ۶/۶۸) ور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رب تبارک و تعالیٰ یوں مدح سرائی فرماتا ہے:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" (الفتح ۴۸/۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

تفسیر مدارک میں مذکورہ آیت کے تحت یوں ہے:

"وبلغ من تشددھم علی الکفار أنھم کانوا یحرزون من ثیابھم أن تلزق ثیابھم و من أبدانھم ان تمس أبدانھم"۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی شدت کفار پر اس درجہ تھی کہ وہ حضرت اپنے کپڑوں کو بھی کافروں کو چھونے سے بچاتے تھے اپنے جسموں کو بھی کافروں کے جسموں سے مس ہونے سے دور رکھتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے:

"عن ابن عمر، قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من أعرض بوجہہ عن صاحب بدعۃ بغضاً لہ، ملأ اللہ قلبہ یُمناً و ایماناً و من انتھر صاحب بدعۃ أمنہ اللہ تعالیٰ یوم الفزع الأکبر، ومن أھان صاحب بدعۃ رفعہ اللہ فی الجنۃ مائۃ درجۃ ومن سلّم علیٰ صاحب بدعۃ أو لقیہ بالبشری أو استقبلہ بما یسرہ فقد استخفّ بما انزل علیٰ محمد"۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۵۵۹۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بدمذہب کو اس کی بدمذہبی کی وجہ سے دشمن جان کر اس سے منہ پھیرے اللہ تعالیٰ اس کا دل امان اور ایمان سے بھر دے۔ جو کسی بدمذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اسے اس بڑی گھبراہٹ کے دن امان دے اور جو کسی بدمذہب کی تذلیل کرے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے، جو کسی بدمذہب کو سلام کرے یا اس سے خوشی کے ساتھ ملے یا اس کے سامنے ایسی بات کرے جس سے اس کا دل خوش ہو اس نے ہلکی جانی وہ چیز جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

قارئین کرام! غور کیجیے ہند و مسلم، مومن و کافر، سنی، شیعہ، دیوبندی وغیرہ تمام فرقہائے باطلہ سے اتحاد و اختلاط کرنا یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہے یا نہیں؟

"ابومیاں" کی خانقاہ سراواں مرکز اختلاط بدمذہباں

دوسرا اقتباس

"ان (ابومیاں) کی بارگاہ میں ہند و مسلم، مومن و کافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی،

دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم و جاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں''۔(نغمات الاسرار ص:۱۱)

کیا اس عبارت میں اس بات کا کھلا ہوا اعلان نہیں کہ ''ابومیاں'' سب سے اختلاط رکھتے ہیں؟ نیز اس میں عوام کو سب سے اختلاط رکھنے، میل جول اور رشتہ قائم کرنے کی کھلی ترغیب نہیں ہے؟ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہاں شریعت مطہرہ کے خلاف بدمذہبوں سے کھلم کھلا اختلاط رکھا جاتا ہے۔ جب کہ علمائے دین واولیائے کاملین نے بدمذہبوں سے دور ونفور رہنے کا حکم دیا ہے۔

بدمذہب کے ساتھ بزرگانِ دین کا برتاؤ

یہ جعلی تصوف کے جھنڈا بردار ''ابومیاں'' کی بارگاہ کا معاملہ تھا اب رأس المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے شاگرد جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالی عنہ (۱۱۰ھ) کا بدمذہب کے ساتھ برتاؤ ملاحظہ ہو:

"عن اسماء بن عبید قال دخل رجلان من اهل الأهواء علیٰ ابن سیرین فقالا یا ابابکر نحدثك بحدیث، فقال لا، قالا فنقرأ علیك آیة من کتاب الله؟ قال لا، لتقومان عنی أو لاقومن قال فخرجا" (سنن الدارمی، باب اجتناب أهل الأهواء والبدع، رقم الحدیث: ۴۰۰) اسماء بن عبید سے روایت ہے کہ دو بدمذہب آدمی حضرت امام محمد بن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی اے ابوبکر! ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں، ان دونوں نے عرض کی قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھیں؟ فرمایا نہ، یا تو تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں چلا جاؤں گا، آخر وہ دونوں نکل گیے۔

بدمذہب کے متعلق شرح مقاصد میں یوں ہے:

"أن حکم المبتدع البغض والاهانة والرد والطرد". (شرح المقاصد، الفصل الرابع فی الامامة، ج:۲، ص:۲۷۰) یعنی بدمذہب کا حکم اس سے بغض

رکھنا، اسے ذلت دینا، اس کا رد کرنا اور اسے دور ہانکنا ہے۔

سید الاولیا، سند الاصفیا حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ (م ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

وأن لا یکاثر أهل البدع ولایدانیهم ولایسلم لأن امامنا امام أحمد حنبل رحمة الله علیه قال من سلم علیٰ صاحب البدعة فقد أحبه لقول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم افشوا السلام بینکم تحابوا ولایجالسهم ولایقرب منهم ویهنیهم فی الأعیاد وأوقات السرور ولایصلی علیهم اذا ماتوا ولایترحم علیهم اذا ذکروا بل یباینهم ویعادیهم فی الله عزوجل معتقدا بطلان مزهب أهل البدعة محتسبا بذلك الثواب الجزیل والأجر الکثیر". (غنیة الطالبین، فصل فی اعتقاد اهل السنة ...الجزء الأول، ص:۱۵) اور اہلِ بدعت کے ساتھ مباحثہ، مبالغہ اور ان کے ساتھ اختلاط نہ کرنا چاہیے۔ نہ ان کو سلام کرے کیوں کہ ہمارے پیشوا حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو سلام کیا گویا اس سے دوستی کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام اپنے آپس میں کروتا کہ باہم ربط واتحاد زیادہ ہو اور بدعتیوں کے ساتھ نہ بیٹھو، نہ ان کے پاس جاؤ اور خوشی کے دنوں اور عید میں مبارک باد نہ کہو اور جب وہ مریں ان کے جنازہ نہ پڑھو اور جب ان کا ذکر ہو تو مہربانی وشفقت کے کلمے ان کے حق میں نہ کہو بلکہ ان سے دور رہو اور دشمنی رکھو اللہ تعالی کے لیے اس اعتقاد سے کہ مذہب اہل بدعت کا مذہب جھوٹا ہے اور ان کی دشمنی سے ہم کو ثواب حاصل ہوگا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

''پس پیغمبر خود را کہ موصوف بخلق عظیم ست بجہاد کفار وغلظت بایشاں امر فرمود۔ معلوم شد کہ غلظت بایشاں داخل خلق عظیم ست''۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی، ج:۱، مکتوب

نمبر ۱۶۳،ص:۱۶۵) یعنی اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کہ خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں کافروں پر جہاد اور ان پر غلظت فرمانے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ غلظت وشدت برتنا خلق عظیم میں داخل ہے۔

دوسرے مقام پر یوں ہے:

''اجتناب از صحبت مبتدع لازم ست وضرر مبتدع فوق ضرر کافر ست''۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی، ج:۱، مکتوب نمبر ۵۴،ص:۵۴) یعنی بدمذہب کی صحبت سے بچنا لازم ہے اور بدمذہب کی صحبت کا نقصان کافر کی صحبت سے زیادہ ہے۔

''ابومیاں'' کی تقلید سے بیزاری اور مقلدین پر کوتاہ بینی کا الزام

تیسرا اور چوتھا اقتباس

''وہ (ابومیاں) حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں''۔ (نغمات الاسرار ص:۱۱)

(۴) ''حضرت (ابومیاں) کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں''۔ (نغمات الاسرار ص:۶)

کیا اس اقتباس میں تقلید کے اوپر چھینٹا کشی کرنے کے ساتھ ساتھ ''مولوی اسماعیل دہلوی'' کی ذہنیت کی بو نہیں آتی ہے؟ کیا اس میں مقلدین کو طعن وتشنیع نہیں کی گئی ہے؟ (علما، اولیا، صلحا، صوفیہ اور اتقیا بلکہ سید الاولیا، سند الاصفیا حضور غوث اعظم جیلانی، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہ تمام) مقلدین کو کوتاہ بین نہیں کہا گیا؟ ان کی تقلید پر جمود کا الزام نہیں لگایا گیا ہے؟ اس اقتباس سے ان کی غیر مقلدانہ اور وہابیہ نواز ذہنیت آشکارا نہیں ہوتی ہے؟

تقلید پر وہابیہ کی تنقید

جماعت وہابیہ کے نزدیک تقلید ناجائز وحرام بلکہ شرک بدعت ہے وہ اس پر ہر طرح سے تنقید کرتے ہیں بلکہ انہوں نے تقلید کے رد پر بہت سی کتابیں بھی تحریر کی ہیں بطور نمونہ

ان کی کتابوں کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

وہابیوں کے مشہور پیشوا ومحدث، شیخ الکل فی الکل، مولوی نذیر حسین اپنی تقلید بیزاری کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''المختصر تقلید نہ تو کسی آیت قرآنیہ سے ثابت ہے، اور نہ کسی حدیث سے، اور نہ کسی امام نے اپنی تقلید کرنے کی اجازت دی ہے، تقلید کے بطلان میں بہت اچھے اچھے رسالے تصنیف ہو چکے ہیں۔ (فتاوی نذیریہ مبوب ومترجم، ج:۱،ص:۱۶۴)

دوسری جگہ تقلید شخصی اور التزام مذہب معین پر ان الفاظ میں تنقید کی ہے:

''پھر جو کوئی اس (غیر مقلد) کو برا کہے اور شادی گمی میں اس سے نفرت وعداوت کرے، اور نہ ملے، وہ فاسق ومخالف کتاب وسنت اور مبتدع متعصب اغلظ ہے، ایسے متعصب بدعتی اغلظ سے ملنا ترک کرے، کیوں کہ برضا ورغبت مبتدع سے ملنا ہدم اسلام کا موجب ہے جیسا کہ اس مضمون کی حدیث مشکوۃ وغیرہ میں وارد ہے، کیوں کہ تقلید شخصی اور التزام مذہب معین پر شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا، پس جس عقیدہ پر خدا اور رسول کا حکم ناطق نہ ہو، وہ عقیدہ اور عمل مردود اور قبیح ہوتا ہے''۔ (فتاوی نذیریہ مبوب ومترجم، ج:۱، ص:۱۷۱)

وہابی مولوی حکیم درویش فاروقی نے یوں لکھا ہے:

''اس دور میں مقلدین کی وہی حالت ہے جو گمراہ قوموں کی انبیا علیہم السلام کے سامنے تھی''۔ (مسئلۂ تقلید،ص:۱۰۲)

وہابیوں کے عظیم پیشوا وامام العصر وعلامہ ''نواب صدیق حسن خاں'' بھوپالی نے یوں لکھا ہے:

''تقلید کسی مذہب کی واجب نہیں، آزادی مذہب بھی عجیب نعمت ہے''۔ (ترجمان وہابیہ،ص:۲۹)

دوسرے مقام پر یوں لکھا ہے:

"ہمیں مذہب کے نام سے چڑ ہے، ہم کو مذہبی جاننا بالکل ستاتا ہے"۔ (ترجمان وہابیہ، ص:۳۰)

ایک جگہ اور بالکل "ابومیاں" کے کتابچہ سے ملتا جلتا لکھا ہے ملاحظہ ہو:

"یہ چاہتے ہیں وہی تعصب مذہبی وتقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے"۔ (ترجمان وہابیہ، ص:۵۶)

اب "ابومیاں" کے اقتباسات کو پڑھیے پھر دیکھیے کہ ان کی فکر ونظر وہابیوں سے میل کھاتی ہے یا ہمارے اکابر علما و اولیا، فقہا وصوفیہ وغیرہ سے جب بلاتعصب وہابیوں اور "ابومیاں" کی عبارتوں میں تقابل کیا جائے گا تو قاری یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یقیناً یہ عبارتیں ہمارے اسلاف کرام کے افکار ونظریات کے خلاف ہیں۔

تقلید اور اکابر اہلِ سنت

کائنات تصوف وسلوک کی عظیم ہستی "حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی" قدس سرہ کے ایک مبارک اقتباس کو اس نیت سے نقل کیا جاتا ہے کہ شاید وہ "ابومیاں" کے کام آئے اور ان کے دل کا اندھیرا دور ہو:

"شریعت وطریقت میں اپنے آپ کو محض مقلد سمجھیں اور ان دونوں دل پذیر طریقوں میں اپنے دعویٰ اجتہاد سے دور سے دور تر رہیں"۔ (سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص:۴۱)

بغرضِ اصلاح "ابومیاں" سے عرض ہے کہ شریعت وطریقت دونوں میں ہی اپنے آپ کو ائمہ فقہ وطریقت کے تابع رکھیں اور ائمہ واسلاف کرام کے افکار ونظریات کو یکسر نظر انداز کر کے زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش نہ کریں ورنہ آپ تو بہت چھوٹی چیز ہیں ان علم والوں کے لیے کہ جن کو علم تو ہے لیکن علم فقہ میں درک نہیں رکھتے حضرت امام سفیان بن عیینہ قدس سرہ (م ۸۱۵ھ) نے یوں فرمایا ہے:

"الحدیث مضلۃ الا للفقہاء"۔ یعنی حدیث شریف فقہائے کرام کے علاوہ

کے لیے گمراہ کرنی والی ہے۔

جس طرح سے قرآن مقدس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے"۔ (القرآن، البقرہ ۲/۲۶)

گمراہ ہونے والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اقوالِ اسلاف کرام کو چھوڑ کر فہم قرآن کے دعوے دار ہیں۔ لہذا اب خود ہی غور کیجیے اور سوچیے کہ علما وفقہا، اتقیا وصوفیہ کا راستہ بہتر ہے یا گمراہوں کا وہ راستہ جو آں جناب نے اختیار کر رکھا ہے۔

فقہ حنفی اور احناف پر بہتان

پانچواں اقتباس

(۵) "حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ "قرأت خلف الامام" کے قائل صرف اس لیے تھے کہ ان کے پاس حدیث تھی یہاں انہوں نے قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قولِ رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا اور یہ معمول اس سلسلے میں آج بھی چلا آرہا ہے۔ صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصدِ شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، ضرورت وحاجت کے تحت یا روحانی کشف کی بنیاد پر بعض مسائل میں منفرد ہوتے ہیں اس کے باوجود مقلد ہی کہے جائیں گے"۔ (الاحسان، شمارہ ۱، ص:۲۵۰)

مذکورہ اقتباس کو دوبارہ ملاحظہ کیجیے اور دیکھیے کہ اس عبارت سے یہ مطلب بالکل واضح مفہوم ہوتا ہے کہ جو لوگ تقلید کرتے ہوئے قول امام پر عمل کرتے ہیں وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور قول امام پر کوئی حدیث نہیں بلکہ حضرت امام اعظم قدس سرہ کا قول حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ کیا یہ ہم "مقلدینِ حضرت امام اعظم" قدس سرہ پر بہتان والزام نہیں ہے؟

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے!

مذکورہ قول کے متعلق مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب المجمع الاسلامی مبارک پور کئی اعتبار سے تنبیہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

''اس کا صاف مطلب یہ کہ جولوگ قول امام پر عمل کر رہے ہیں وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور قول امام کی تائید میں حدیث نہیں۔ یہ تو فقہ حنفی اور احناف پر بہت بڑا الزام ہے پھر یہ بات آپ حصر کے ساتھ کہہ رہے ہیں اس پر اور زیادہ تعجب ہے اور یہ بات بھی عجیب ہے کہ قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قول رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا۔ جب کہ خود احناف کے نزدیک بھی حدیث رسول کے مقابلے میں قول امام کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ قول امام حدیث کے مقابل آسکتا ہے۔ قول امام تو اس وقت قابل عمل ہوتا ہے جب وہ کسی حدیث سے مستنبط ہو، یا کوئی شرعی حدیث نہ ہو تو قیاس امام پر عمل ہوگا اور اگر محض قول امام حدیث کے مقابلے میں ہو تو اس کو ترک کرنا اور حدیث پر عمل کرنا نہ صرف یہ کہ زیادہ بہتر ہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ خود ہمارے امام اعظم نے فرمایا: **اذا صح الحدیث فھو مذھبی**۔ اس کی پوری بحث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی معرکہ آرا کتاب "**الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی**" میں ملاحظہ کی جائے۔

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ جس وجہ سے بھی قرأت خلف الامام کے قائل رہے ہوں مگر اس کی بہتر حال صحیح طریقے سے نہیں کی گئی پھر آگے چل کر کشف کو بھی بنیاد بتایا گیا ہے اگر کشف پر اعمال کا دارو مدار رکھا جائے تو پھر جتنے کشوف ہوں گے اتنے مسالک جنم لیں گے۔ کیوں کہ کشف دوسرے کے لیے حجت نہیں اور خود اپنے لیے بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتا لہٰذا اس کی وجہ سے قول امام کو رد نہیں کیا جاسکتا اور اولیا اللہ نے کشف کو فقہیات میں بنیاد بھی نہیں بنایا اور نہ بتایا۔

''صوفی حکیم ہوتا ہے اور مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے''۔ یہ جملہ بھی اس بات کا غماز ہے کہ گویا ائمہ مجتہدین حکیم نہیں ہوتے اور ان کی نظر مقاصد شریعت پر نہیں ہوتی جب کہ یہی فقہا و مجتہدین کا طرۂ امتیاز ہے اللہ کی طرف سے انہیں یہی قوت ملتی ہے کہ وہ

اجتہاد کے عمل میں کامیاب ہوتے ہیں اور مجتہدین کرام خود بھی صاحب کشف تھے مگر کہیں بھی نہیں آیا ہے کہ انہوں نے اپنے کشف کی بنیاد پر کسی مسئلے کا استنباط کیا ہو۔'' (انتہی ملخصاً، الاحسان، شمارہ ۲، ص: ۳۹۱، ۳۹۲)

حضرت امام اعظم ائمہ طریقت وسلوک کے بھی امام ہیں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۵۰ھ) کے بلند رتبہ کے متعلق علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''امام اعظم ابوحنیفہ'' قرآن کریم کے بعد سرکار مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہیں۔ ان کی تعریف کے لیے تو ان کے مذہب کا اتنا زیادہ مقبول ہونا ہی بہت ہے۔ تصوف و طریقت اور حقیقت معرفت میں بھی آپ کا مقام بہت بلند و بالا ہے بلکہ وہ ائمہ طریقت وسلوک کے بھی امام ہیں۔ بہت سے اولیائے کرام جن کو مشاہدہ و مکاشفہ، تصوف و طریقت اور معرفت و حقیقت کا امام سمجھا جاتا ہے انہوں نے آپ کی تقلید فرمائی ہے ذیل میں اس حوالے سے کچھ نام ذکر کیے جاتے ہیں:

ابواسحاق، ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخی (م ۱۶۲ھ)
شقیق بلخی (م ۱۹۴ھ)
معروف کرخی بن فیروز (م ۲۰۰ھ)
شیخ المشائخ، وذوالقدم الراسخ ابویزید بسطامی (م ۱۶۱ھ)
فضیل بن عیاض خراسانی (م ۱۷۸ھ)
داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلمان کوفی طائی (م ۱۶۰ھ)
ابوحامد لفاف احمد بن خضرویہ بلخی خراسانی (م ۲۴۰ھ)
خلف بن ایوب (م ۲۱۵ھ)
عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ)
شیخ الاسلام، صائم الدہر وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی کوفی (م ۱۹۸ھ)

ابوبکر وراق محمد بن عمرو ترمذی (م ۲۴۰ھ)

عارف کامل حاتم اصم (م ۲۳۷ھ)

قطب الوجود سید محمد شاذلی بکری (م ۸۴۸ھ)

یہ وہ اساطین تصوف وطریقت ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی تقلید کو اختیار کیا ہے اور اسی پر گامزن رہے۔

تصوف وطریقت اور حقیقت و معرفت میں حضرت مام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کا مقام مرتبہ حضرت امام ابوقاسم قشیری قدس سرہ (م ۴۶۵ھ) نے یوں بیان فرمایا ہے:

"وقد قال الأستاذ أبو القاسم القشيري في رسالته مع صلابته في مذهبه وتقدمه في هذه الطريقة:

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول: أنا أخذت هذه الطريقة من أبي القاسم النصرآباذي، وقال أبو القاسم: أنا أخذتها من الشبلي، وهو اخذها من السري السقطي، وهو من معروف الكرخي، وهو من داؤد الطائي، وهو أخذ العلم و الطريقة من أبي حنيفة، و كل منهم أثنى عليه وأقر بفضله۔" (مقدمة رد المحتار على الدر المختار، ۱/۱۵۶)

اپنے مذہب (شافعی) میں بہت زیادہ پختہ ہونے اور تصوف کی راہ میں بہت بلند ہونے کے باوجود استاذ ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ (قشیریہ) میں یوں فرمایا:

میں نے استاذ ابوعلی دقاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ میں نے اس طریقت کو امام ابوقاسم نصر اباذی سے حاصل کیا، اور ابوالقاسم نے فرمایا: میں نے اس کو شبلی سے حاصل کیا، اور انھوں نے سری سقطی سے حاصل کیا، انھوں نے معروف کرخی سے، انھوں نے داؤد طائی سے، اور انھوں نے علم وطریقت کا حصول حضرت امام اعظم سے کیا۔ ان صوفیائے کرام میں سے ہر ایک نے حضرت امام اعظم کی تعریف کی اور ان کی عظمت کا اعتراف کیا۔

اسی میں ہے:

"فعجبا لك يا أخي:

ألم يكن لك أسوة حسنة في هؤلاء السادات الكبار؟ أ كانوا متهمين في هذا الاقرار والافتخار، وهم ائمة الطريقة وأرباب الشريعة والحقيقة، ومن بعدهم في هذا الأمر فلهم تبع، و كل ما خالف ما اعتمدوه مردود و مبتدع۔" (مقدمة رد المحتار على الدر المختار، ۱۵۷،۱/۱۵۶)

تجھ پر تعجب ہے اے بھائی:

کیا تیرے لیے ان بزرگوں میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ کیا وہ اس اقرار وافتخار میں متہم ہیں حالاں کہ وہ طریقت کے امام اور شریعت وحقیقت کے جامع ہیں، اور اس معاملہ میں ان کے بعد والے انہیں کے تابع ہیں اور بعد والوں میں سے جو معتمد کی مخالفت کرے وہ مردود ومبتدع ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مذہب حنفی

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے مذہب کو وہ بلندی ورفعت عطا فرمائی جو دیگر مذاہب کو حاصل نہ ہوسکی یہی وجہ ہے کہ قرب قیامت تمام مذاہب منقطع ہوجائیں گے صرف مسائل مذہب حنفی باقی رہیں گے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"وحسبك من مناقبه اشتهار مذهبه ما قال قولا الا أخذ به امام من الأئمة الاعلام، وقد جعل الله الحكم لأصحابه و أتباعه من زمنه الى هذه الأيام، الى أن يحكم بمذهبه عيسى عليه السلام۔" (مقدمة رد المحتار على الدر المختار، ۱/۱۵۱)۔ اے مخاطب تجھے امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے مناقب میں سے آپ کا مذہب کا مشہور ہونا ہی کافی ہے۔ آپ نے جو بھی بات ارشاد فرمائی اس کو ائمہ اعلام میں سے کسی نہ کسی امام نے اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ

کے اصحاب اور متبعین کے لیے آپ کے زمانے سے اب تک عہدۂ قضا کو مقرر فرمایا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے مذہب کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''حقیقت سخن حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ معلوم شد کہ در فصول ستہ نقل کردہ اند کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عمل خواہد کرد۔'' (مکتوبات امام ربانی، ج:۱، حصہ:۵، مکتوب:۲۸۲، ص:۳۶۴) اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کی اس بات کی بھی حقیقت معلوم ہوگئی جو انھوں نے فصول ستہ میں نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق عمل فرمائیں گے۔

اس مقام پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کا ایک اقتباس اپنے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے جس میں مذہب حنفی کی عظمت ومقبولیت کا ثبوت بھی ہے اور مخالفین کے ایک الزام اور شبہ کا ازالہ بھی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ) سے سوال کیا گیا:

''**عرض:** حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں؟

ارشاد: ہاں، مگر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ انھیں اجتہاد کی اجازت نہ ہوگی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تلقی جملہ احکام کریں گے اور ان پر عمل فرمائیں گے۔

عرض: نماز کس طرح پڑھیں گے؟

ارشاد: طریقۂ حنفیہ کے مطابق، نہ یوں کہ مقلد حنفی ہوں گے بلکہ یوں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح فرمائیں گے، اس دن کھل جائے گا کہ اللہ و رسول کو سب سے زیادہ پسند مذہب حنفی ہے، اگر وہ مجتہد ہیں تو جملہ مسائل میں ان کا اجتہاد ورنہ حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مطابق مذہب امام اعظم ہوگا، اسی خیال سے بعض اکابر کے قلم سے نکلا کہ وہ حنفی المذہب ہوں گے بلکہ یہی لفظ معاذ اللہ! سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت صادر ہوگیا، حاشا کہ نبی اللہ کسی امام کی تقلید فرمائے بلکہ وہی ہے کہ ان کے عمل، مطابق مذہبِ حنفی ہوں گے، جس سے مذہب حنفی کی سب سے کامل تر تصویب ثابت ہوگی۔ غرض ان کے زمانے میں تمام مذاہب منقطع ہوجائیں گے اور صرف مسائل مذہب حنفی باقی رہیں گے، ولہذا اکابر ائمۂ کشف نے فرمایا ہے کہ چشمۂ شریعت کبری سے بہت نہریں نکلیں اور تھوڑی تھوڑی دور جاکر خشک ہوگئیں مگر مذاہب اربعہ کی چاروں نہریں جوش وآب وتاب کے ساتھ بہت دور تک بہیں آخر میں جاکر وہ تین (۳) نہریں بھی تھم گئیں اور صرف مذہب حنفی کی نہر اخیر تک جاری رہی۔ یہ کشف اکابر ائمۂ شافعیہ کا بیان ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔'' (الملفوظ کامل (ملفوظات اعلیٰ حضرت) حصہ: دوم، ص: ۶۲، ۶۳)

''ابومیاں'' کی طرف سے جمہور علمائے احناف اور اعلیٰ حضرت پر نفاقِ خفی کا الزام

چھٹا اقتباس

''اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی، مالکی اور شافعی کے پیروکاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ افسوس کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے، مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کرسکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو جب کہ ان کے پاس بھی قرآن وسنت سے مستنبط اصول موجود ہیں، جن کو تم برحق کہتے ہو۔ بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو قولا حق گردانتے ہو اور فعلا اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق خفی نہیں ہے؟'' (الاحسان کتابی سلسلہ ۴/ افادات ابومیاں، ص: ۲۳)

یہ ابومیاں کا موقف ہے اب اس کا تفصیلی جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

حنفی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھے یا نہ پڑھے؟ دیو بندیوں کے امام رشید احمد گنگوہی کا نظریہ

حرمین شریفین پر وہابیوں کے تسلط سے قبل چاروں فقہی مذاہب کے مصلے تھے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ اس کی برائی کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

''چار مصلے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کیے گئے ہیں لاریب امر زبوں (برا) ہے''۔

(سبیل الرشاد ص:۳۲)

اس کے بعد اگلے صفحہ پر یوں لکھا ہے:

''یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی امر کی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔'' (سبیل الرشاد ص:۳۳)

حنفی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھے یا نہ پڑھے؟ علمائے احناف اہلِ سنت و جماعت کا موقف

حنفی شافعی کی اقتدا میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے؟ اس متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ و دیگر علمائے احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقامات اختلاف میں احتیاط کی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے ورنہ نہیں، ملاحظہ فرمائیں:

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

"جواز اقتداء الحنفي بالشافعي اذا كان الامام يحتاط في مواضع الخلاف". (مجمع الانهر شرح منتقى الابحر، باب الوتر والنوافل، المجلد الاول، ص:۱۲۹) یعنی حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت جائز ہے جب شافعی امام مقامات

اختلاف میں محتاط ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

"قال كثير من المشائخ ان كان عادته مراعاة موضع الخلاف جاز والا فلا". (ردالمحتار مطلب في الاقتداء، المجلد الأول، ص:۴۱۶) یعنی اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقامات اختلاف میں احتیاط کی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے ورنہ نہیں۔

بحر الرائق میں ہے:

"حاصله ان صاحب الهداية جواز الاقتداء بالشافعي بشرط ان لا يعلم المقتدي منه ما يمنع صحة صلاته في رأي المقتدي". (بحر الرائق، باب الوتر والنوافل، المجلد الثاني، ص:۴۵) یعنی حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شافعی کی اقتدا کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی رائے کے مطابق صحت نماز کے منافی ہے۔

جامع الرموز میں یوں ہے:

"هذا اذا علم با الأحتراز مواضع الخلاف فلوشك في الأحتراز لم يجوز الاقتداء مطلقا كما في النظم فلاباس به اذا لم يشك في ايمانه ولم يتعصب أي لم يبغض للحنفي. (جامع الرموز، ج:۱، ص:۱۴۳) یہ اس وقت ہے جب وہ مقامات اختلاف سے بچنے کا یقین رکھتا ہو اگر اس کے احتراز میں شک ہو تو پھر ہر حال میں اقتدا جائز نہیں، جیسا کہ نظم میں ہے پس اس وقت اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں جب اس کے ایمان میں شک نہ ہو اور وہ متعصب نہ ہو یعنی حنفی کے ساتھ بغض نہ رکھتا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الاقتداء بشافعي المذهب انما يصح اذا كان الامام يتحامى

مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس، من غیر السبیلین کالفصد ولایکون متعصباً ولایتوضأ بالماء الراکد القلیل و أن یغسل ثوبه من المنی ویفرك الیابس منه ویمسح ربع رأسه۔اھ۔
(الفتاوی الهندیة، الفسل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره، ج:۱،ص:۸۴)
شافعی المذہب کی اقتدا اس وقت صحیح ہے جب وہ مقامات اختلاف میں احتیاط سے کام لیتا ہو، مثلا سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو جیسا کہ رگ کٹوانے پر، متعصب نہ ہو اور نہ ہی قلیل ٹھہرے ہوئے پانی سے وضو کرنے والا ہو اور منی والا کپڑا دھوتا ہو، خشک منی کپڑے سے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی کا مسح کرتا ہو۔

علامہ احمد مصری یوں فرماتے ہیں:

"صحة الاقتداء اذا کان یحتاط فی مواضع الاختلاف کأن یجدد الوضوء بخروج نحو دم وأن یمسح رأسه وأن یغسل ثوبه من منی أو یفرکه اذا جف۔ (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح،باب الوتر،ص:۲۱۰)
شافعی کی اقتدا کی صحت اس بات پر موقوف ہے کہ وہ مواضع اختلاف میں محتاط ہو، مثلا خون جیسی چیز کے خروج پر نیا وضو کرتا ہو اور سر کا مسح کرتا ہو، منی والے کپڑے کو دھوتا ہو یا خشک ہونے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو۔

فتاوی خانیہ میں یوں ہے:

"أما الاقتداء بشفعوی المذهب قالوا لابأس به اذا لم یکن متعصبا وان یکون متوضأ من الکارج النجس من غیر السبیلین ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیه النجاسة۔اھ ملخصا۔
(فتاوی قاضی خان، فصل فی من یصلح الاقتداء وفی من لایصح، ج:۱،ص:۴۳)
شافعی المذہب کی اقتدا کے بارے میں علما نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ متعصب نہ ہو اور یہ کہ سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو اور اس قلیل

پانی (جس میں نجاست ہو) سے وضو نہ کرتا ہو۔

خلاصۃ الفتاوی میں یوں ہے:

"الاقتداء بشفعوی المذهب یجوز ان لم یکن متعصبا و یکون متوضأ من الخارج من غیر السبیلین ولایتوضأ بالماء الذی وقعت فیه النجاسة وهو قدر قلتین۔ (خلاصة الفتاوی، کتاب الصلاة الاقتداء بأهل الهواء، ج:۱،ص:۱۴۹) شافعی المذہب کی اقتدا جائز ہے اگر وہ متعصب نہ ہو اور غیر سبیلین سے نجاست کے خروج پر وضو کرنے والا ہو اور اس تھوڑے پانی سے وضو نہ کرتا ہو جس میں نجاست گر گئی ہو اور وہ دو قلوں کی مقدار ہے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ (۱۳۴۰ھ) نے یوں تحریر فرمایا ہے:

''اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکانِ مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل اور اگر حال رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورت اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو، اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، جلد۶، ص:۵۵۸)

''حنفی جب دوسرے مذہب والے کی اقتدا کرے جہاں اس کی اقتدا جائز ہو کہ اگر امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آبِ قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خونِ فصد و ریم زخم و قے وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہو کر باوصف یادِ فائتہ و وسعتِ وقت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کر دینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہو جانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اس کی اقتدا جائز ہی نہیں اور اس کے پیچھے نماز محض باطل۔ (فتاوی رضویہ مترجم،

جلد ۶، ص: ۴۰۷)

جس طرح سے ''مولوی رشید احمد گنگوہی'' نے خانۂ کعبہ کے چار مصلوں کو فقہِ حنفی کے خلاف برا امر اور بدعت قرار دیا ایسے ہی ''ابومیاں'' نے بھی ان سے دو ہاتھ آگے نکلتے ہوئے، کسی حنفی کے شافعی کی اقتدا نہ کرنے کو، قول وفعل اور زبان ودل کا اختلاف کہہ کر ''نفاقِ خفی'' ثابت کیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایے کہ یہ کیسے حنفی اور کیسے مقلد ہیں؟ اور کس طرح سے علمائے احناف اہل سنت وجماعت کی عظمت کو پامال کرنے کی گھنونی سازش رچ رہے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ سے عوام کو بیزار کرنے کے لیے کیسی گندی حرکت کر رہے ہیں۔

''ابومیاں'' کی طرف سے ابنِ تیمیہ کی مدح سرائی

اس جماعت کے نزدیک ''ابومیاں'' وغیرہ تصوف کے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہوں جب کہ ابنِ تیمیہ جو کہ حقیقت میں گمراہ اور گمراہ گر ہے ان کے نزدیک تو اس کی رفعتیں بھی کمال کی ہیں۔

اہلِ سنت وجماعت کا موقف آپ ابھی تفصیل سے ملاحظہ کریں گے کہ ''ابن تیمیہ'' گمراہ اور گمراہ گر ہے۔ لیکن وہابیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کی ضرور قصیدہ خوانی کرکے تعریفوں کے پل باندھے ہیں۔ ''ابومیاں'' کی فکر بھی دیکھیے اور غور کیجیے کہ ان کی فکر اہل سنت وجماعت اور وہابیوں میں سے کس سے میل کھاتی ہے؟ ان کے نزدیک ''ابن تیمیہ'' کا کیا رتبہ ہے اس کو ان کے یہاں سے شائع ہونے والے رسالہ ''الاحسان'' کے حوالے سے ملاحظہ کیجیے:

(۱) ''اللہ تعالیٰ نے شیخ ابن تیمیہ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا وہ حافظ، علم وفضل، تقوی وخشیت، زہد وورع، قناعت وصبر، جرأت وشجاعت، سنت کی پیروی، بدعت سے اجتناب اعلائے کلمۂ حق اور جہاد کے لیے ہمہ وقت کمر بستگی، یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے وہ اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز اور مشہور ہوئے۔ (الاحسان کتابی سلسلہ ۲ ص: ۱۰۷)

(۲) ''اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جانب داری سے ہٹ کر ان (ابن تیمیہ)

کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور خصوصاً تصوف کے حوالے سے ان کے نظریات کا مطالعہ کرکے ان کو عام کیا جائے۔ (الاحسان کتابی سلسلہ ۲ ص: ۱۴۵)

ابنِ تیمیہ کی شرعی حیثیت

ابن تیمیہ کی پہلے شرعی حیثیت ملاحظہ فرمائیں امام حافظ تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (م ۷۵۶ھ) نے ابن تیمیہ کی گمراہیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"فانه لما أحدث ابن تيمية ما أحدث في اصول العقائد، ونقض من دعائم الاسلام الأركان والمعاقد بعد ان كان مستترا بتبعية الكتاب والسنة، مظهرا أنه داع الى الحق، هاد الى الجنة، فخرج عن الاتباع الى الابتداع، وشذ عن جماعة المسلمين بمخالفة الاجماع، وقال بما يقتضي الجسمية والتركيب في الذات المقدس، وان الافتقار الى الجزء أي افتقار الله الى الجزء ليس بمحال وقال بحلول الحوادث بذات الله تعالى، وأن القرآن محدث يتكلم ويسكت ويحدث في ذاته الارادات بحسب المخلوقات، وتعدى في ذلك الى استلزام قِدم العالم، والتزامه بالقول بأنه لا أول للمخلوقات فقال بحوادث لا أول لها، فأثبت الصفة القديمة حادثة والمخلوق الحادث قديماً، ولم يجمع أحد هذين القولين في ملة من الملل ولا نحل من النحل، فلم يدخل في فرقة من الفرق الثلاث والسبعين التي افترقت عليها الأمة". (الدرة المضية في الرد على ابن تيمية، ص: ۶، ۷) ابن تیمیہ نے اصول عقائد میں نئی نئی چیزیں ایجاد کیں، اسلام کے ستونوں میں سے ارکان ومعاقد توڑ ڈالے پہلے وہ کتاب وسنت کی آڑ میں چھپ کر خود کو حق کا داعی اور جنت کی طرف ہادی ظاہر کرتا تھا، پھر اتباع سے ابتداع (نئی چیز پیدا کرنا) کی طرف نکلا اور اجماع مسلمین کی مخالفت کرکے جماعت مسلمین سے نکل گیا اور اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ میں ایسے امر کا قول کیا جو اس کی

جسمیت وترکیب کا مقتضی ہے، صاف تصریح کی کہ اللہ عزوجل کے لیے حیز کا محتاج ہونا محال نہیں، حوادث اللہ تعالیٰ کی ذات میں حلول کرتے ہیں، قرآن محدث ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تکلم کیا بعد اس کے کہ اس نے اس (قرآن) کا تکلم نہ کیا تھا، وہ کلام کرتا ہے اور چپ ہوجاتا ہے، ارادے اس کی ذات میں بحسب مخلوقات حادث ہیں، اس نے قدم عالم کا قول کرتے ہوئے یہ کہا کہ: مخلوقات وحوادث کی ابتدا نہیں، اس طرح اس نے صفات قدیمہ کو حادث اور مخلوق حادث کو قدیم ثابت کیا، کسی دین اور مذہب نے ان دونوں قولوں کو جمع کیا جس کے سبب وہ امت کے تہتر فرقوں میں سے کسی میں داخل نہ رہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے یوں ذکر کیا ہے:

"قال الطوفی سمعته یقول من سألنی مستفیداً حققت له ومن سألنی متعنتاً ناقضته فلایلبث أن ینقطع فأکفی مؤنته وذکر تصانیفه ... ومن ثم نسب اصحابه الی الغلو فیه واقتضی له ذلك العجب بنفسه حتی زها علیٰ ابناء جنسه واستشعر أنه مجتهد فصار یرد علیٰ صغیر العلماء و کبیرهم قویهم وحدیثهم حتی انتهیٰ الی عمر فخطأه فی شئ فبلغ الشیخ ابراهیم الرقی فأنکر علیه فذهب الیه واعتذر واستغفر، وقال فی حق علی أخطأ فی سبعة عشر شیئا ثم خالف فیها نص الکتاب منها اعتداد المتوفی عنا زوجها أطول الأجلین وکان لتعصبه لمذهب الحنابلة یقع فی الأشاعرة حتی أنه سب الغزالی فقام قوم کادوا یقتلونه...اه

"فذکروا أنه ذکر حدیث النزول فنزل عن المنبر درجتین فقال کنزولی هذا فنسب الی التجسیم ورده علیٰ من توسل بالنبی أو استغاث فأشخص من دمشق فی رمضان سنة خمس وسبع مائة فجری علیه ماجری وحبس مرارا فأقام علیٰ ذلك نحو أربع سنین أو أکثر...اه

"وافترق الناس فیه شیعا فمنهم من نسبه الی التجسیم لما ذکر فی العقیدة الحمویة والواسطیة وغیرهما من ذلك کقوله ان الید والقدم والساق والوجه صفات حقیقیة لله وأنه مستو علی العرش بذاته فقیل له یلزم من ذلك التحیز والانقسام فقال أنا لاأسلم أن التحیز والانقسام من خواص الأجسام بأنه یقول بتحیز فی ذات الله، ومنهم من ینسب الی الزندقة لقوله ان النبی لایستغاث به وأن فی ذلك تنقیصاً ومنعا من تعظیم النبی وکان اشد الناس علیه فی ذلك النور البکری فانه لما عقد له المجلس بسب ذلك قال بعض الحاضرین یعزر فقال البکری لامعنی لهذا القول فانه ان کان تنقیصا یقتل وان لم یکن تنقیصا لایعزر، ومنهم من ینسبه الیٰ النفاق لقوله فی علی ما تقدم ولقوله انه کان مخذولا حیث ما توجه وانه حاول الخلافة مرارا فلم ینلها، وانما قاتل للریاسة لاللدیانة ولقوله انه کان یحب الریاسة وان عثمان کان یحب المال ولقوله ابوبکر أسلم شیخا یدری مایقول وعلی أسلم صبیا والصبی لایصح اسلامه علی قول وبکلامه فی قصة خطبة بنت أبی جهل ومات مانسیها من الثناء علی ... وقصة أبی العاص ابن الربیع وما یؤخذ من مفهومها فانه شنع فی ذلك فألزموه بالنفاق لقوله "ولایبغضك الا منافق" ونسبه قوم الی أنه یسعی فی الامامة الکبری فانه کان یلهج بذکر ابن تومرت ویطریه فکان ذلك مؤکدا لطول سجنه وله وقائع شهیرة وکان اذا حوقق وألزم یقول لم أردها هذا انما أردت کذا فیذکر احتمالا بعیدا"۔اه کلام الحافظ بحروفه ملخصا۔ (الدرر الکامنة ۱/۱۵۳ تا ۱۵۶)

طوفی نے کہا میں نے ابن تیمیہ سے یہ کہتے سنا کہ جس نے مجھ سے بغیر استفادہ

سوال کیا میں نے اس کے سامنے اپنی تحقیق پیش کی، اور جس نے میری ایذا رسانی اور تلبیس کی خاطر سوال کیا میں نے اس کی مخالفت کی تو جلد ہی اس کا سوال (کلام) ختم ہو جاتا ہے، اور اس کی مشقت دفع ہو جاتی ہے اور انہوں نے اپنی تصانیف ذکر کی۔۔۔۔۔۔اور اسی وجہ سے اس کے اصحاب کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اس کے بارے میں غلو کیا ہے اور اس کا باعث ومحرک یہ بنا کہ اسے اپنے اوپر فخر وغرور تھا، یہاں تک کہ اس نے اپنے ہم جنسوں پر فخر وتکبر کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ مجتہد ہے اور چھوٹے بڑے، پختہ ومعاصر علما کا رد کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گیا آپ کے متعلق کسی معاملہ میں خطا کی جب یہ خبر شیخ ابراہیم رقی تک پہنچی تو آپ نے اسے فتیح شنیع کہا اور اس سے منع کیا تو اس نے آپ کے پاس جا کر معذرت طلب کی اور استغفار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا: سترہ (۱۷) چیزوں میں ان سے خطا ہوئی ہے، جن میں کتاب اللہ کے نص کی مخالفت کی ہے، ان سترہ میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے بیوہ عورت کی دو مدتوں میں سے طویل مدت کو قرار دیا ہے۔ حنبلیوں کے مذہب کی حمایت کی بنا پر اس نے اشاعرہ کے بارے میں ہجو آمیز کلام کیا یہاں تک کہ امام غزالی کی گستاخی و بے ادبی کی تو کچھ لوگ اسے قتل کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ ’’حدیث نزول‘‘ ذکر کر کے منبر سے دو زینہ نیچے اُترا اور کہا کہ: اللہ کا نزول میرے اسی اترنے کی طرح ہے۔‘‘ تو بعض لوگوں نے اس کا یہ قول فرقۂ مجسمیہ کا عقیدہ قرار دے کر اسے مجسمہ کہا علاوہ ازیں اس شخص نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل یا استغاثہ کرنے والوں کا رد کیا بالآخر امضان ۷۰۵ھ میں دمشق سے باہر کر دیا گیا۔ بہرحال اس کے خلاف جو ہونا تھا ہوا اسے بار بار قید کیا گیا تقریبا چار سال یا اس سے زیادہ قید میں رہا۔

اس کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے اس کو مجسمہ کہا اس لیے کہ اس نے ’’العقیدۃ الحمویۃ والواسطیۃ اور دوسری کتابوں میں تجسیم کا عقیدہ ذکر کیا ہے انہیں میں سے

اس کا قول یہ ہے کہ: ید (ہاتھ) اور قدم (پاؤں) اور ساق (پنڈلی) اور وجہ (چہرہ) اللہ کی حقیقی صفتیں ہیں، وہ بالذات عرش پر مستوی ہے، اس عقیدہ کے سبب ابن تیمیہ سے کہا گیا کہ اس سے تو اللہ کا حیز ومکان میں ہونا اور منقسم ہونا اجسام کا خاصہ ہے تو اس پر یہ الزام وارد کیا گیا کہ اللہ کی ذات کے متعلق اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ حیز ومکان میں ہے۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ:

وہ زندیق ہے در اصل اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ نبی پاک سے استغاثہ نہ کیا جائے اور اس میں نبی کی تعظیم کی تنقیص ہے اس معاملہ میں اس پر سب سے زیادہ سخت نور بکری تھے کیوں کہ ابن تیمیہ کے ان معاملات وخرافات کے سبب اس کے لیے ایک مجلس قائم کی گئی تو بعض حاضرین مجلس نے کہا کہ وہ لائق تعزیر ہے۔ تو نور بکری نے کہا کہ یہ بے معنی اور بے مطلب بات ہے اگر یہ تنقیص ہے تو اسے قتل کیا جائے اور اگر تنقیص نہیں تو تعزیر نہیں۔

اور بعض لوگ اسے منافق کہتے ہیں اس لیے کہ وہ حضرت علی کے متعلق گزشتہ خیالات رکھتا ہے اور اس لیے کہ وہ کہتا ہے کہ علی جہاں گیے کسی نے ان کی مدد نہ کی۔ اور یہ بھی کہا کہ انھوں نے بار ہا خلافت کا قصد کیا تو اس میں کامیابی نہ ملی، اور انھوں نے ریاست و سرداری کے لیے قتال کیا دیانت کے لیے نہیں، اور اس لیے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ انہیں سرداری پسند تھی، اور عثمان کو مال محبوب تھا، اور اس نے یہ کہا کہ ابوبکر بڑھاپے میں اسلام لائے انہیں اپنی باتوں کا علم تھا، اور علی بچپن میں اسلام لائے اور ایک قول کے مطابق بچے کا اسلام لانا صحیح نہیں، اور اس وجہ سے کہ ابوجہل کی بیٹی کے نکاح اور ابو العاص ابن الربیع کے واقعہ میں اسے کام تھا، اس واقعہ سے جو کچھ ماخوذ ومفہوم ہوتا ہے اس میں اس نے حضرت علی پر طعن و تشنیع کی انہیں تمام وجہوں سے لوگوں نے اس پر نفاق کا الزام لگایا کیوں کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا: ’’اور منافق ہی تم سے بغض رکھے گا‘‘۔

اور بعض لوگوں نے اس کے متعلق یہ کہا کہ وہ امامت کبری کے لیے کوشاں تھا کیوں کہ وہ ابن تومرت کے ذکر کا شیفتہ وفریفتہ تھا، اور اس کی تعریف میں مبالغہ کرتا اور یہ بات

بالکل صحیح و درست ہے، اور اس کے علاوہ اس کے بہت سے مشہور واقعات ہیں۔ جب اس کی شدید مخالفت ہوئی اور اس پر الزام لگایا گیا تو وہ کہنے لگا میرا مقصد یہ نہ تھا میرا ارادہ تو صرف یہ تھا، اس طرح سے بعید احتمال ذکر کرتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں یوں لکھا ہے:

"كان الله ولم يكن شئ قبله تقدم في بدء الخلق بلفظ ولم يكن شئ غيره وفي رواية أبي معاوية كان الله قبل كل شئ وهو بمعنى كان الله ولاشئ معه وهي أصرح في الرد على من أثبت حوادث لاأول لها من رواية الباب وهي من مستشنع المسائل المنسوبة لابن تيمية" اھ۔ (فتح الباري شرح بخاري ۱۳/۴۱۰) اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی، اس سے پہلے "باب بدء الخلق" میں یہ لفظ گزرا اور اللہ کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی، ابو معاویہ کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ ہر شئی سے پہلے موجود تھا۔ ان احادیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شئی نہ تھی، اس میں ان لوگوں کا کھلا ہوا رد ہے جو اس باب کی روایت سے یہ ثابت کرتے ہیں کچھ ایسے حوادث موجود ہیں جن کے وجود کی ابتدا نہیں، ابن تیمیہ کی طرف منسوب شنیع مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

"والحاصل أنهم ألزموا ابن تيمية بتحريم شد الرحل الى زيارة قبر سيدنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأنكرنا صورة ذلك وفي شرح ذلك من الطرفين طول وهي من ابشع المسائل المنقولة عن ابن تيمية" اھ۔ (فتح الباري شرح بخاري ۳/۶۶) حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کا ابن تیمیہ پر یہ الزام ہے کہ وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام قرار دیتا ہے اور ہمیں اس کا ظاہر پسند نہیں طرفین نے اس کی طویل شرح کی ہے اور یہ بدترین مسئلہ بھی ابن تیمیہ سے منقول ہے۔

دوسرے مقام پر ابن تیمیہ کے ایک متبع کے احوال میں فرماتے ہیں:

"قال الشهاب ابن حجي كان جيد الفهم مشهورا بالذكاء قال وكان في أواخر أمره قد أحب مذهب الظاهري وسلك طريق الاجتهاد وصار يصرح بتخطئة جماعة من أكابر الفقهاء على طريقة ابن تيمية" اھ (الدرر الكامنة ۲/۳۱۲) شہاب ابن حجی نے کہا کہ وہ اچھی فہم والا مشہور ذہین شخص تھا آخر میں اس نے مذہب ظاہری کو پسند کیا، اور اجتہاد کا طریقہ اختیار کیا اور ابن تیمیہ کے طریقہ پر کھلم کھلا اکابر فقہا کی جماعت کو خطا کار ٹھہرانے لگا۔

امام ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے اللسان میں ابن مطہر (ابن تیمیہ ابن مطہر کے کلام کا سخت رد کیا کرتا تھا) کے حالات میں ابن تیمیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں کہا:

"لكن وجدته كثير التحامل الى الغاية في رد الأحاديث التي يوردها ابن المطهر وان كان معظم ذلك من الموضوعات والواهيات، لكنه رد في رده كثيرا من الأحاديث الجياد التي لم يستحضر حالة التصنيف مظانها لأنه كان لاتساعه في الحفظ يتكل على ما في صدره والانسان عامد للنسيان. وكم من مبالغة لتوهين كلام الرافضي أدته أحيانا الى تنقيص علي رضي الله عنه وهذه الترجمة لاتحتمل ايضاح ذلك وايراد أمثلته" اھ (لسان الميزان ۶/۳۱۹) لیکن میں نے اسے (ابن تیمیہ کو) ابن مطہر کی ذکر کردہ حدیثیں رد کرنے پر مکمل متوجہ پایا اگرچہ اس کا عظیم حصہ موضوعات اور واہیات سے ہے لیکن اس نے اس کے رد میں بہت سی جید حدیثوں کو بھی رد کیا، وہ مقامات بحالت تصنیف مجھے مستحضر نہیں، وہ اپنی وسعت حفظ کے سبب اپنے میں محفوظ معانی پر اعتماد کیا کرتا تھا، اور انسان نسیان کا قصد کرتا رہتا ہے (قصداً بھول جاتا ہے)۔ اور رافضیوں کے کلام کی اہانت کے لیے بارہا ایسے مبالغے کیے جن سے بسا اوقات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیصِ شان کی نوبت آئی، اس سوانح میں اس کی

توضیح وتمثیل کی گنجائش نہیں۔

مشہور سیاح ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) نے اپنے سفرنامہ میں ابن تیمیہ کا یوں ذکر کیا ہے:

"وكان بدمشق من كبار فقهاء الحنابلة تقي الدين بن تيمية كبير الشام يتكلم في الفنون الا أن في عقله شيئا و كنت اذ ذاك بدمشق فحضرته يوم الجمعة وهو يعظ الناس على منبر الجامع ويذكرهم فكان من جملة كلامه أن قال:[ان الله ينزل من سماء الدنيا كنزولي هذا] ونزل درجة من درج المنبر". (سفرنامہ ابن بطوطہ،۱۱۰،۱۰۹/۱)

دمشق میں تقی الدین ابن تیمیہ عظیم حنبلی فقیہ، شام کے معزز اشخاص میں سے تھا، مختلف علوم و فنون میں ملکۂ کلام رکھتا تھا، مگر اس کی عقل میں کچھ کمی تھی۔ میں دمشق میں جمعہ کے دن اس کے پاس پہنچا وہ جامع مسجد کے منبر پر لوگوں کو وعظ کر رہا تھا دوران وعظ اس کے کلام کا ایک حصہ یہ تھا: [اللہ آسمانِ دنیا سے اس طرح نزول فرمائے گا جیسا کہ اس منبر سے میں اتر رہا ہوں] یہ کہہ کر منبر کی سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی اترا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ (م ۱۳۵۰ھ) نے ملا علی قاری قدس سرہ (م ۱۰۱۴ھ) کے اس قول کو نقل کیا ہے:

"ومنهم ملا علي القاري الحنفي قال في شرحه على الشفاء: وقد فرط ابن تيمية من الحنابلة حيث حرم السفر لزيارة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كما أفرط غيره حيث قال: كون الزيارة قربة معلومة من الدين بالضرورة وجاحده محكوم عليه بالكفر ولعل الثاني أقرب الى الصواب لأن تحريم ما أجمع العلماء فيه بالاستحباب يكون كفراً لأنه فوق تحريم المباح المتفق عليه في هذا الباب. اه (شواهد الحق، ص:۱۸۵) انہیں حضرات میں سے ملا علی قاری حنفی ہیں جنھوں نے اپنی شفا میں کہا: ابن تیمیہ حنبلی دوسروں کے افراط کی طرح تفریط اور کوتاہی کی

کیوں کہ اس نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر زیارت کو حرام قرار دیا۔ انھوں نے کہا: اس پر علما نے فرمایا کہ زیارت کا دین کی قربت مخصوصہ ہونا بدیہی چیز ہے اس کے منکر پر حکم کفر ہے۔ اور امید کہ ثانی درستگی کے زیادہ قریب ہے اس لیے کہ جس امر کے استحباب پر علما کا اجماع ہے اسے حرام قرار دینا کفر ہے کیوں کہ اس باب میں اس کی تحریم کا حکم متفق علیہ مباح کی تحریم سے بڑھ کر ہے۔

شام کے زعیم الاشراف علامہ تقی الدین حصنی (م ۸۲۹ھ) نے ابن تیمیہ کے رد پر ایک مستقل کتاب "دفع شبه من شبه وتمرد ونسب ذلك الى السيد الامام أحمد" تحریر فرمائی، آپ اس کتاب میں ابن تیمیہ کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

"الشاميين كتبوا فتيا أيضا في ابن تيمية لكونه أول من أحدث هذه المسألة التي لا تصدر الا ممن في قلبه ضغينة لسيد الأولين والآخرين". (دفع شبه من شبه وتمرد ونسب ذلك الى السيد الامام أحمد، ۱/۴۵) شامیوں نے بھی ابن تیمیہ کے بارے میں فتوے لکھے کیوں کہ سب سے پہلے ابن تیمیہ نے اس مسئلہ کا اختراع کیا، یہ اسی شخص کی حرکت ہو سکتی ہے جو سید الاولین والآخرین سے دلی کینہ رکھتا ہو۔

عبد الحی کتانی (م ۱۳۸۲ھ) نے فہرس الفہارس میں ابن تیمیہ کے حالات کے تحت یوں ذکر کیا ہے:

"ومن اشنع ما نقل عن ابن تيمية أيضا قوله [شفاء القاضي عياض] غلا هذا المغيربي". اه (فهرس الفهارس، ۲۷۸، ۱/۲۷۷) ابن تیمیہ سے جو بدترین چیزیں منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے قاضی عیاض کی شفا کے بارے میں کہا کہ: اس حقیر وذلیل مغربی نے غلو کیا۔

علامہ احمد ابن حجر ہیتمی (م ۹۷۳ھ) نے ابن تیمیہ کے متعلق یوں فرمایا:

"قلت من هو ابن تيمية حتى ينظر اليه أيعول في شئ من أمور

الدين عليه؟ وهل هو الا كما قال جماعة من الأئمة الذين تعقبوا كلماته الفاسدة وحججه الكاسدة حتى أظهروا عوار سقطاته، وقبائح أوهامه وغلطاته كالعز بن جماعة: عبد أضله الله تعالىٰ وأغواه وألبسه رداء الخزي وأرداه وبوأه من قوة الافتراء والكذب ما أعقبه الهوان وأوجب له الحرمان هذا ما وقع من ابن تيمية مما ذكر وان كان عثرة لاتقال أبدا ومصيبة يستمر عليه شؤمها دوما سرمدا"۔ (الجوهر المنظم في زيارة القبر الشريف النبي المكرم، ص:۳۰) میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کون ہے کہ جس کی طرف نظر کی جائے یا دین کے معاملات میں اس کو معتمد جانا جائے؟ وہ تو صرف وہی ہے جو ائمہ کی جماعت نے فرمایا، ان حضرات نے اس کے فاسد کلمات اور اس کی کھوٹی دلیلوں پر سخت گرفت فرمائی، یہاں تک کہ اس کی لغزشوں کا عیب، اور اس کے قبیح اوہام و اغلاط کی حقیقت بے نقاب کر کے رکھ دیا، ان ائمہ کی صف میں عز بن جماعہ (م ۷۲۸ھ) ہیں، جنہوں نے کہا:

وہ ایسا بندہ ہے جسے اللہ نے گمراہ اور برگشتہ راہ فرمایا اور اس پر ذلت وخواری کی چادر ڈالی اور اس کے کثرت کذب و افترا کے سبب اسے ایسے مقام پر پہنچایا جس کا انجام رسوائی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ابن تیمیہ سے مذکورہ چیزوں میں سے جو کچھ بھی واقع ہوا وہ اگرچہ لغزش وخطا ہے مگر اسے درگزر نہیں کیا جا سکتا یہ اس کی ایسی مصیبت ہے جس کی نحوست ہمیشہ اس پر چھائی رہے گی۔

امام ابوبکر حصنی دمشقی (م ۸۲۹ھ) یوں فرماتے ہیں:

"قال بعض العلماء من الحنابلة في الجامع الأموي في ملأ من الناس: لو أطلع الحصني على ما أطلعنا عليه من كلامه لأخرجه من قبره وأحرقه."۔ (دفع شبه من شبّه وتمرد ونسب ذلك الى السيد الجليل الامام أحمد، ص:۵۳) بعض حنبلی علمائے کرام نے لوگوں کے مجمع میں جامع مسجد امویہ

میں فرمایا: اگر امام حصنی ابن تیمیہ کے اس کلام پر مطلع ہو جاتے جس پر ہم مطلع ہوئے تو اس کو قبر سے نکال کر جلا دیتے۔

اسی میں ہے:

"وكان ابن تيميهة ممن يعتقد ويفتي بأن شد الرحال الى قبور الأنبياء حرام لاتقتصر فيه الصلاة، ويصرح بقبر الخليل وقبر النبي صلى الله عليهما وسلم."۔ (دفع شبه من شبّه وتمرد ونسب ذلك الى السيد الجليل الامام أحمد، ص:۱۲۲،۱۲۳) ابن تیمیہ کا یہ اعتقاد اور یہ فتوی تھا کہ انبیا کی قبروں کی طرف "شد رحال" کرنا حرام ہے، اس سفر میں قصر نہ کرے حضرت خلیل اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کی قبر کے متعلق صراحتہ ذکر کیا۔

ابن تیمیہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

"والصواب أن ابن تيمية ضال مضل"۔ (المستند المعتمد بناء نجاة الأبد، ص:۶۶) ابن تیمیہ ضال ومضل (گمراہ وگمراہ گر) ہے۔

"متاخرین حنابلہ میں بعض خبثا مجسمہ ہو گئے جیسے ابن تیمیہ و ابن قیم"۔ (فتاوی رضویہ قدیم جلد ۱۱، ص:۴۹)

جو اسلامی نظریات کی رو سے گمراہ یا کافر ہوں، یا کسی گمراہ یا کافر کی حمایت کر کے اس کے کفریات وگمراہیت کو چھپاتے ہوں تو وہ اسلامی تصوف کے دشمن کہلائیں گے اس کے محافظ و پاسبان نہیں اگر وہ اپنے آپ کو محافظ و پاسبان ظاہر بھی کریں تو ان کی حیثیت اس چور کی طرح ہو گی جو مال کو خود چرانے کی فراق میں رہ کر حفاظت کا ڈھونگ کرے۔ مذکورہ تحریر سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ "ابومیاں" اپنا کتنا بھیانک چہرہ حجاب تصوف میں چھپانے کے لیے کوشاں ہیں۔ حالاں کہ اتباع شریعت کیے بغیر تصوف کا ڈھونگ کسی کام کا نہیں جیسا کہ سید الاولیا، سند الاصفیا حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۶۱ھ)

فرماتے ہیں:

"کل حقیقة لا تشهد لها الشریعة فهي باطلة"۔ (طبقات الأولیا، ج:۱، ص:۱۳۱) ہر حقیقت (منازل ولایت کی سب سے آخری منزل) اگر شریعت مطہرہ کے خلاف ہوتو وہ باطل ہے۔

اسلامی تصوف صرف نظری وظاہری ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت کا نام ہے جس کی تعبیر ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ تصوف قال نہیں بلکہ حال ہے۔ ایسے لوگوں کی اب اصلی صورت ظاہر ہوچکی ہے، اب یہ کسی بھی لبادے یا چولے میں آئیں اور کیسا بھی پردہ ڈالیں ان سے دھوکے میں پڑکر ان کے مکروفریب کے جال میں نہ پھنسا جائے، بلکہ علمائے کرام کا یہ فرض منصبی ہے کہ ایسے لوگوں کی قبیح اور بیہودہ مزخرفات سے لوگوں کو ڈرائیں، ان کی چھپی چالوں کو کھولیں اور خفیہ مکروفریب اور دھوکے کو ظاہر کریں اور ان کو حق وصداقت کا آئنہ دکھائیں۔

شدت غم سے نکل آئے ہیں آنسو ورنہ — مدعا اپنا نہیں آپ سے شکوہ کرنا

✖ ✖ ✖ ✖

تصوف کی بوتل میں گمراہیت کی شراب

مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی
ہاسپیٹ، کرناٹک

آج کے ماڈرن زمانے میں فریب کاریوں کا ہی نام کمال ہے جو جتنا بڑا مکار ہوتا ہے اس کی اتنی ہی پزیرائی ہوتی ہے۔ لیکن اس کی حیثیت وحقیقت پانی کے بلبلے سے زائد کی نہیں ہوتی ہے اس کا مشاہدہ قدم قدم پہ کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ہم جس ماحول میں سانسیں لے رہے ہیں یہاں فریب کاری، دغابازی، کذب بیانی، چغل خوری، زنا کاری، شراب نوشی، عصمت دری، اور قانون و اصول شکنی کی ہی حکومت قائم ہے۔ اور اسی کو کامیابی و کامرانی کا باعث سمجھا جاتا ہے اس لئے پورا معاشرہ اضطرابیت کی کشتی میں ہچکولے کھا رہا ہے، نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ بھی عقل ودانش ہے۔ کائنات تصوف پر بھی زندیقیت وگمراہیت صوفیت کے لباس پاکیزہ میں ملبوس ہوکر ابلیسیت کا طوفان برپا کر رکھی ہے تصوف کے حسین وجمیل رخ زیبا کو بگاڑ کر بدصورتی میں تبدیل کردینے کا ارادہ رکھتی ہے اس کی ایک مثال سیدسراواں الہ آباد کے احسان اللہ صاحب المعروف ابومیاں ہیں۔ جن کی کنیت ابوسعید ہے۔

جنہوں نے تصوف کا حسین وجمیل، دلکش ودلفریب ظرف دکھا کر ضلالت وگمراہیت کا جام پلانا شروع کردیا۔ یہ سب کچھ خفیہ انداز میں کیا جب ایک جماعت گمراہیت کی تیار کرلیا تو گمراہ گری کا پرفریب بازار سجانے لگے آج وہ گمراہیت وبے راہ روی کا ایک تناور درخت بن چکا ہے اور ملعونیت ومردودیت کا ننگا ناچ کر رہا ہے۔

ابومیاں کا علمی معیار:۔ نغمات الاسرار میں ہے کہ ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی الہ آباد میں فارسی کی کتابیں اور انگریزی کتابیں پڑھیں اور الہ آباد میں ہائی اسکول پاس کیا۔ اس

کے بعد علی گڑھ گئے، جہاں سے کالج پاس کیا اور فارسی زبان میں بی اے کرنے لگے۔ اسی اثنا میں گھر طلب کرلیا گیا اور بیعت وارادت کے بعد خلافت عطا کردی گئی تقریباً یہ زمانہ 1978 کا تھا اس وقت بیس سال کے تھے۔ (نغمات الاسرار فی مقالات الابرار)

ایک سال کچھ مہینے بعد ہی شیخ و مربی دنیا سے رخت سفر باندھ لیتے ہیں۔ کم سنی کا زمانہ ہے علوم شریعہ سے بالکل آشنائی نہیں، تصوف کی اصطلاحات دقیق سے دقیق تر ہے۔ طریقت کی وادیاں سنگلاخ و پرخار ہوتی ہیں اس کارزار میں بڑے بڑے ماہرین کی سواریاں جب دم توڑ جاتی ہیں تو اس ہمہ شما کی کیا حقیقت وحیثیت گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوجانا یقینی و قطعی ہوجاتا ہے۔ سید الطائف حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد برحق حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے مجھے دعا دی: **جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولاجعلك صوفيا صاحب حديث۔** (احیاء العلوم 1 / 13) اللہ تمہیں حدیث کا علم عطا فرمائے، اس کے بعد صوفی بنائے، اس سے قبل صوفیت نہ دے۔

یہ دعا قابلِ غور ہے کہ قرآن واحادیث کا علم ہوگا تو حق و باطل کے مابین خط امتیاز کھینچ لے گا ورنہ ہلاکت خیزی کے سیل رواں میں بہ جائے گا اور اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس بیان کی ضیابار کرنوں میں احسان اللہ صفوی صاحب کے علمی معیار کا اندازہ لگالیں۔ حدیث دانی تو بہت بڑی بات ہے اس کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے جن جن علوم وفنون کی ضرورت ہے وہ بھی یہاں موجود نہیں۔

امام غزالی کا فرمانِ عالی شان ہے کہ **اشار الى ان من حصل الحديث والعلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه۔** (احیاء العلوم 13) امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سری سقطی علیہ الرحمہ کا اشارہ اس جانب ہے کہ جس نے اوّل علم حدیث ودیگر علوم شریعت کو حاصل کرنے کے بعد تصوف کی وادی میں قدم رکھا اس نے فلاح وبہبود کی کامرانیاں حاصل کیں اور جو علم کے حصول سے قبل صوفی بننا چاہا اس نے خود کو ہلاکت میں مبتلا کیا، اس فرمان کی روشنی میں احسان اللہ صفوی

صاحب کا معاملہ اظہر من الشمس ہے انہوں نے نہ تو علم حدیث حاصل کیا اور نہ علوم شریعت سے کوئی واسطہ رہا۔ حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **من لم يحفظ القرآن ولم يكتب الحديث لايقتدى به فى هذا الامر لان علمنا هذا مقيد بالكتاب والسنه۔** (رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر، ص24)

میں نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں درباره طریقت اس کی اقتدار نہ کریں اس کو اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے۔ مطلب واضح ہے کہ ایسا آدمی گمراہ ہوتا ہے یا جہالت کی وادی میں بھٹکنے والا۔ جو خود تاریکی میں ہو وہ دوسروں کو روشنی کہاں سے دے سکتا ہے۔ اس لئے جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے منع فرمادیا کہ ایسے لوگوں کو نہ اپنا پیر بنائے نہ پیشوا بنائے۔ احسان اللہ صفوی صاحب کو ہی دیکھ لیجئے کہ اپنی جہالت کی بنیاد پر کیا کیا بکے جارہے ہیں۔ جن لوگوں نے بیعت کیا ہے وہ آنکھ بند کرکے اس کی اتباع کرتے چلے جارہے ہیں۔ عدم علم کی بنیاد پر خود گمراہ گری کے شکار تھے لوگ بھی دامن ارادت سے منسلک ہوکر گمراہ ہورہے ہیں۔ چند نوزائیدہ بچے فراغت کے بعد وہاں پہنچے ہیں لیکن تصوف کی تربیت نہ لینے کی بنیاد پر ایک نئی چیز دیکھ کر مرعوب ہوگئے۔ وہ انہیں راستہ کیا دکھاتے خود راستے سے ہٹتے چلے گئے، راسخین علوم وفنون کی بھی آمد ہوئی مگر سکّوں کی جھنک دیکھ کر حرصِ دنیوی میں مبتلا ہوکر حق بیانی سے قاصر رہے بلکہ رہنمائی کرنے کے بجائے تعریف وتوصیف کے پل باندھنے لگے۔ ان کی ضمیر فروشی نے احسان اللہ صفوی صاحب کو جری کردیا اور وہ حدودِ شریعت سے تجاوز کرگئے۔ اس کے چند نمونے پیش نظر کردوں تاکہ حقائق کی نیر باریاں آنکھیں پرنور کردے۔ مثلاً احسان اللہ صفوی صاحب کی نغمات الاسرار کے چند مشتبہ اشعار کی تشریح ایک بادہ خوار نے کی ہے، لکھتے ہیں کہ

نمبر1:۔ علماء فحول اور مفتیان وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ خامہ تحقیق کو جیب سے باہر لائیں اور نئے دور میں نفاذ شریعت کے لیے قلم اٹھائیں نہ کہ کورانہ تقلیدی روایت کو

آگے بڑھانے مدوحین وقت کوخوش کرنے اورنفع عاجل سمیٹنے کے لیے۔(رموزنغمات شرح نمبر12 نغمات الاسرار/114)

عدم علم ہی کا نتیجہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کو اندھی تقلید سے تعبیر کیا، اس کو چھوڑ دینے کا اعلان کیا، ہر مفتی کو مجتہد مطلق کے منصب پہ فائز ہونے اور اجتہاد عامہ کا حکم دیا، اس طرح غیر مقلدیت کے پرچارک اور گمراہیت کے ٹھیکے دار بنے، چونکہ تیسری صدی سے امت مغفورہ مرحومہ کا اجماع و اتفاق چلا آرہا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے اس سے آزادی کی وکالت کرنا مذہبی آوارگی اور کھلی گمرہی ہے.

نمبر 2:۔ اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی مالکی اور شافعی کے پیروکاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بتاؤ تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو؟ زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو، قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق خفی نہیں؟ (جام نور 13 اپریل، الاحسان 4) یہ قول بھی جہالتِ مطلقہ پر دال ہے۔ ایک امام کے مقلد کی نماز دوسرے امام کے مقلدین کے پیچھے رعایت مسائل کے بعد ہو جاتی ہے اور ہر ولی اس چیز کا خاص خیال رکھتا ہے، کہاں تضاد بیانی ہے؟ ہر مقلد ائمہ اربعہ کے مقلدین کو جان و دل اور زبان دونوں سے برحق مانتے ہیں تو نفاق خفی کہاں پائی گئ؟ جہالت کی بنیاد پر احسان اللہ صفوی صاحب نے صاف صاف تقلید شخصی کا انکار کر دیا اور چوتھی صدی سے لے کر آج تک بلکہ تیسری صدی سے جو تقلید کا سلسلہ جاری ہے محدثین مفکرین اولیا و اصفیاے کاملین سارے کے سارے مقلد ہیں، سب کو منافق کہہ دیا۔ تقلید کے بارے میں فقہاے ملت کے اقوال کا بھی دیدار کرلیں تا کہ شخص مذکور کی گمراہیت کا کامل ادراک ہو جائے۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔(الاشباہ النظائر 1 / 333، نبراس شرح شرح عقائد 72 تقلید المجتہد، بحر الرائق 7 / 266 کتاب القضا) وجوب پر عمل کو منافقت کہنا گمراہیت کا بین ثبوت ہے، مجتہد مطلق قرآن و حدیث سے استدلال کرسکتا ہے لیکن عصر

حاضر میں اجتہاد مطلقہ کے شرائط و صلاحیت کا فقدان ہے تو احسان اللہ صفوی صاحب کا اہل عدم اجتہاد مطلقہ کو اجتہاد کا حکم دینا قول کے بطلان کو ثابت کرتا ہے گویا کھلے عام گمراہیت کے گرم بازاری کے ننگا ناچ کا حکم دے رہا ہے، جیسا کہ علامہ حصکفی مجتہد مطلق کے نہ ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں: **وقد ذکروا ان المجتهد المطلق قد فقد۔** (الدر المختار علی حامش رد المختار 1 / 77 مطلب فی طبقات الفقہا، قال السید احمد الطحاوی قولہ فقد، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار 1 / 51 مقدمہ) جس مذہب پر عامل ہے اس کے ہوتے ہوئے بلا ضرورتِ شرعی دوسرے مذہب پر عمل کرنا باطل ہے۔

اسی کو اصطلاح میں تلفیق کہتے ہیں۔ مثلاً با وضو تھا اس حالت میں اس کے بدن سے خون بہا اور اپنے مخرج سے تجاوز کر کے موضع تطہیر کو پہنچا، امام اعظم کے نزدیک وضو ناقص ہے لیکن شافعیہ میں نہیں۔ شخص مذکور حنفی مسلک کا ہے مگر خون بہنے کے بعد بھی نماز ادا کرلے اور کہے کہ شافعی مسلک پر عمل کرلیا ہے۔ اسی طرح عورت سے مس ہو اور اسی حالت میں نماز ادا کرلے جبکہ وہ شافعی المذھب ہے اور کہے کہ حنفیت پر عمل کرلیا ہے، اس کو تلفیق کہتے ہیں اور یہ باطل ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابد فرماتے ہیں: **وان الحكم الملفق باطل بالاجماع۔** (رد المختار 1 / 75 مطلب فی الحکم التقلید وللرجوع عنہ۔ طحطاوی علی المختار 1 / 50 خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید عبد الغنی نابلسی 71) ائمہ اربعہ کی حقانیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ جیسا کہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: **فاذا كان جاهل فی بلاد الهند وبلاد ماوراء النهر ولیس هناك عالم شافعي۔ و لا مالكي و لا حنبلي ولكتاب من كتب هذه المذاهب وجب علیه ان يقلد لمذهب ابي حنيفه و يكرم علیه ان يخرج من وذهبه لانه حينئه يخلع من عنقه ريقته الشريعه و يبقى سدى مهملا۔** ائمہ اربعہ کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: **و ما خالف الائمته الاربعه فهو مخالف للاجماع۔** (الاشباہ و النظائر 131۔ التفسیرات الاحمدیہ 346 تحت آل عمران۔

التفسیر المظہری 2/64 تحت آل عمران) مذاہبِ اربعہ کے علاوہ کسی مذہب کی تقلید کرنا گمراہیت
وضلالت ہے۔ جیسا کہ شیخ احمد الطحاوی فرماتے ہیں: فعلیکم یامعشر المومنین
باتباع الفرقه الناجیه المسماه باهل السنه والجماعه فان نصرته فی
موادفقتهم وخذ لانه وسخطه ومقتد فی مخالفتهم وهذه الطائفه
الناجیه قداجتمعت الیوم فی المذاهب الاربعه هم الحنفیون
والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجا من هذه
المذاهب الاربعه ذلك الزمان من اهل البدعه والنار۔ (الطحاوی علی
الدرالمختار 4/153 کتاب الذبائح التحریر فی اصول الفقہ 522 بحوالہ فتاوی رحیمیہ 10/89 کتاب
العلم)

ان عبارتوں کی روشنی میں احسان اللہ صفوی المعروف ابو میاں سید سراواں کی
حقیقت وحیثیت واضح ہے۔ ایسا شخص صوفیت کا دعویٰ کرے تو بقولِ امام غزالی وسری سقطی
علیہما الرحمہ گمراہ ہے، البتہ صوفیت کی بوتل میں گمراہیت کی شراب پلا کر سب کو گمراہ کر رہے
ہیں۔ مبارک باد کے لائق ہیں قلم وقرطاس کے شہسوار علم وادب کے گلزار، شعروسخن کے شہ
کار، احقاقِ حق و وابطال باطل کے سپہ سالار حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری
صاحب دامت برکاتہم القدسیہ جنہوں نے سراویوں کی گمراہیت کو طشت از بام کر دیا اور
بے شمار لوگوں کو گمراہیت سے بچانے کی کوشش کی اللہ عزوجل اس قلم کو قبول فرما کر ے

کلک رضا خنجر خونخوار برق بار بنادے
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خودی نہ بیچ فقیری میں نام پیدا کر

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

جدید اذہان کا باغیانہ کردار:

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ منظر اسلام سے لے کر اشرفیہ تک علمائے اہل
سنت کا ایسا زریں سلسلہ ہے جس نے پوری ایک صدی تک مسلمانانِ ہند کی علمی فکری ملی مذہبی
رہنمائی کی ہے اور یہ عمل آج بھی جاری ہے مگر ادھر چند برسوں میں بعض ایسے افراد ابھر کر
سامنے آئے ہیں جن کے نظریات کسی طرح بھی اکابر علماومشائخ کے افکار ونظریات یا
''اشرفیہ، علیمیہ'' کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتے، انہیں ان افراد کی صحبت میسر آ گئی ہے جو
فکری اعتبار سے تشکیک وبے راہ روی کے شکار ہیں، انہیں افراد کے ہاتھوں برسوں سے ان کا
استحصال ہو رہا ہے، مگر یہ اتنے بودے بھی نہیں کہ ان کے باغیانہ اقدام کو ''ان کا بچپنا'' سمجھ کر
صرف نظر کر لیا جائے۔ بات کسی مسئلہ میں اختلاف کی نہیں کہ آنکھیں موند لی جائیں اور نہ
تحقیقات میں نئی پیش رفت کا ہے کہ حوصلہ مندانہ خاموشی کا مظاہرہ کیا جائے، بات عقیدہ
ونظریہ میں بے راہ روی کی ہے جس پر پوری صدی کا مذہبی پیکار شاہد ہے، اگر یہ امتیاز ہی
درمیان سے ختم ہو جائے تو پھر حق وباطل کی شناخت کا معیار کیا ہوگا؟ واضح رہے کہ یہاں ان
موضوعات کو زیر بحث لانے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جماعت میں رہ کر جماعتی
موقف سے انحراف کرنے والے افراد کو کم از کم ان کے اساتذہ اور ان کے مادر علمی کا عقیدہ
ومسلک کا دکھا کر انہیں غور وفکر اور رجوع الی الحق کی دعوت دی جائے، ماضی میں اس طرح کی
قلمی بے اعتدالیوں نے ہمیں وہاں لا کھڑا کیا ہے کہ آج چندر چند مسائل کھڑے ہو گئے
ہیں اس لیے حق کے خلاف کسی بھی گوشہ سے اٹھنے والی آواز کا محاسبہ ہمارا ایمانی تقاضا ہے، یہ
آواز کسی منظری ومظہری کی ہوگی تب بھی اس کی مخالفت ہوگی اور کسی مصباحی وعلیمی کی ہوگی

جب بھی اس کی مخالفت وسرزنش کی جائے گی کہ یہی تقاضائے حقانیت ہے اور یہی مسلک اعلیٰ حضرت۔ پچھلے چند برسوں میں کسی شاطر دماغ کا آلہ کار بننے والے بعض نو فارغ افراد نے ان مسائل کو بحث ومذاکرہ کا عنوان بنایا ہے جو مسلمات سے انکار اور تحقیق میں تشکیک پیدا کرنے کے مترادف ہے، اس سے سماج میں جو بے چینیاں پیدا ہوئی ہیں اس کا ازالہ بہت ضروری ہے ذیل کے معروضات کو اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اہلِ قبلہ کی تکفیر:

یہ وہ موضوع ہے جسے مکتبہ دیوبند وغیر مقلدین موضوع بنا کر اہل سنت پہ ناروا حملے کرتے رہے ہیں، علمائے اہل سنت نے اس مسئلہ کو اپنی تصانیف اور مقالے ومضامین میں اتنا آئینہ کر دیا ہے کہ مخالفین کو بھی مجال دم زدن نہیں، ''حسام الحرمین'' اسی موضوع پر علمائے حرمین کی تصدیقات کا مجموعہ ہے جس کی ''حرف بہ حرف تصدیق وتائید'' کو حافظ ملت نے اشرفیہ کے دستور میں لازمی قرار دیا ہے، حافظ ملت کا یہ عمل اہل قبلہ کی تکفیر کے مسئلہ میں حرف آخر ہے، اس کے باوجود ذیشان مصباحی مدرس مدرسہ عارفیہ سراواں ''خضر راہ'' (مئی ۲۰۱۳) میں کس جرأت سے لکھتے ہیں ''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہم تاویل کرنے والی کی تکفیر کریں گے'' دنیا سوچنے پر مجبور ہے کہ آخر ''اشرفیہ'' کی پاکیزہ فضاؤں سے عارفیہ تک آتے آتے ایسا کیا پلا دیا گیا کہ ''جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے اسے صاف دل سے بھلا دیا'' کی نوبت آگئی۔ عزیز نووارد کو یاد رکھنا چاہیے، ابھی کے لاکھوں روپے کی کمائی بھی اپنے مادر علمی میں گزارے ہوئے زندگی کے قیمتی لمحات کا کفارہ نہیں بن سکتے کہ آج زندگی کی یہ چمک دمک اشرفیہ کی دین، قلم پکڑنے شعور اشرفیہ کا عطیہ، اور کچھ لکھنے کی شد بد بھی اشرفیہ کی چہار دیواری میں گزرے ہوئے دن کی خیرات ہے۔ پھر اس مادرِ علمی کے موقف سے انحراف کی جرأت کیوں؟ آں جناب کا تکفیر کے مسئلہ میں تاویل کی آڑ لینا بھی دراصل مخالفین کی حمایت کا چور دروازہ ہی ہے ورنہ تکفیر میں تاویل احتیاط اور احتمال فی الکلام، احتمال فی المتکلم اور احتمال فی التکلم کا کون سا پہلو علمائے اہل سنت سے پوشیدہ ہے؟ اس کے باوجود

علمائے دیوبند کی تکفیر کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ تاویل واحتیاط اور احتمال کے سارے پہلوؤں پہ فقیہانہ ہی نہیں متکلمانہ غور وفکر کے بعد ہی ان کی تکفیر عمل میں آئی ہے اس کے باوجود ''اور نہ ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے'' کہنا کس فکر کا اظہار ہے؟ یہ مذبذبین حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی کی ''مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا'' یا پھر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی ہی کی ''اہل قبلہ کی تکفیر'' دیکھ لیتے تو اس تذبذب وتشکیک سے نجات مل جاتی۔

بات صرف ایک واقعہ اور ایک فرد کی نہیں ''کتنے معشوق ہیں اس پردہ زنگاری میں'' کے مصداق ایک مخصوص طبقہ کی ہے جو دانستہ ایسے مسائل چھیڑنے پر کمر بستہ ہے جن سے ماحول میں کشیدگی پیدا ہو۔ چنانچہ سراواں الٰہ آباد کے جس مدرس نے حسام الحرمین کی تصدیق کے باوجود ''شیخ محمد ذکی ابراہیم مصری'' کی کتاب ''الاربعون حديثا الحاسمة ردعاللطوائف المكفرة الائمه'' کا اردو ترجمہ ''مسلمانوں کو کافر و فاسق قرار دینے والے فرقوں کے رَد میں چالیس قوی احادیث'' کے نام سے کیا ہے، وہ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے پھر لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر درست نہیں اگرچہ وہ سخت گناہ میں ملوث ہوں۔۔۔۔۔۔مسلکی منافرت اور ایک دوسرے کی تکفیر کی پاداش میں اپنی شان وشوکت کھو چکی امت مسلمہ کے لیے یہ کتاب ایک عظیم نعمت ہے''۔ (آگے اسی میں یہ بھی لکھا)۔۔۔۔۔۔یاد رہے کہ اس سلسلہ میں ان کی ایک اور کتاب بنام اهل القبلة هم موحدون ہے جو قابلِ مطالعہ ہے اور لائق استفادہ ہے۔ (خضر راہ دسمبر ۱۴)

کسی کتاب، مسئلہ اور فتویٰ کی تصدیق کا یہ انداز قارئین نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ کسی حکم کفر پر تائیدی دستخط بھی ہوا اور اپنے ہی قلم سے اس تصدیق کی فخریہ تردید بھی، یعنی ''باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی'' جناب خوشتر نورانی صاحب کے الفاظ میں یہ بالکل ''ایک

مسلمان اپنی تلوار سے اپنی گردن مار لیتا ہے اور اسے اس تلوار پر خون کا دھبہ بھی نہیں دکھائی دیتا'' (قلم کی جسارت ص ۲۶) والا معاملہ ہے۔ میں یہاں اہل قبلہ کی تکفیر کے حوالہ سے حضور مفتی اعظم ہند کا صرف ایک فرمان بغیر کسی تبصرہ کے نقل کرتا ہوں خدا توفیق دے تو شرح صدر کے لیے یہی کافی ہے حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی بانی جامعہ امجدیہ ناگپور اپنی کتاب ''تابش انوار مفتی اعظم'' میں لکھتے ہیں:

''ایک دن ایک صاحب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے جو دیکھنے میں بظاہر مولوی لگتے تھے اور انکی بات چیت سے ایسا لگا کہ عقیدے کے اعتبار سے تذبذب کا شکار ہیں، متصلب سنی نہیں ہیں، آنے کے بعد کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے، حضرت قبلہ نے حسب عادت ان سے فرمایا کہ آپ نے کیسے تکلیف کی، انھوں نے عرض کی ایک بات پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں، حضرت نے فرمایا پوچھئے کیا پوچھنا ہے۔

سوال: اجازت پاکر ان صاحب نے کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہلِ قبلہ کی تکفیر سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی قول ہے کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے'' اگر یہ صحیح ہے تو علمائے اہلِ سنت مولانا اشرف علی صاحب اور مولانا قاسم نانوتوی صاحب وغیرہ علما کی تکفیر کیوں کرتے ہیں، یہ لوگ بھی تو اہل قبلہ ہیں؟

جواب: سوال سن کر حضرت والا کی غیرت ایمانی کو جوش آ گیا، آپ نے پر جلال آواز میں ارشاد فرمایا، کہ جو شخص مطلقاً یہ کہتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، خواہ وہ کیسا ہی کفر قبیح وصریح بک جائے، وہ جھوٹا، جاہل، بے باک اور شریعت پر افتراء کرنے والا ہے، شامی جلد چہارم کا صفحہ دو سو ستہتر کھول کر دیکھ لو صاف صاف یہ لکھا ہوا ہے، لَاخِلَافَ فِیْ كُفْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِيَاتِ الْاِسْلَامِ. وَاِنْ كَانَ اَهْلَ الْقِبْلَةِ الْمُوَاظِبِ طُوْلَ الْعُمُرِ عَلَی

الطَّاعَاتِ کچھ سمجھے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرما رہے ہیں؟ وہ یہ فرما رہے ہیں کہ ضروریاتِ اسلام کے منکر کے کفر میں علمائے اسلام میں سے کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اگر چہ وہ منکر اہل قبلہ ہو، جس کی پوری عمر شریعت کی پابندی کرتے ہوئے گذری ہو۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ اور دنیا کے تمام علمائے اسلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک اور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مقبول معلوم نہیں تھا؟ کہ ان حضرات نے اہل قبلہ منکر ضروریات دین کی تکفیر کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیا اور فرما گئے ''مَنْ شَكَّ فِیْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ جو منکر ضروریات دین کی تکفیر میں اور اس کے عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (خواہ اہلِ قبلہ سے ہو یا غیر سے)

کیا مدینہ منورہ کے رہنے والے منافقین جنھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست پاک پر اپنا ہاتھ رکھ کر توحید و رسالت کا اقرار کیا اور یہ بانگ دہل اعلان کیا کہ ہم مسلمان ہیں وہ اہل قبلہ میں سے نہیں تھے، کلمہ، نماز، اور روزہ وغیرہ تمام اسلامی کام کرتے تھے، باوجود اس کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ان پر حکم کفر لگایا، سنو! قرآن کیا ارشاد فرماتا ہے: ''قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ'' (اے منافقو! بلاشبہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے) اسی لیے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر کفر کا حکم عائد کیا، ان کو مسجد نبوی شریف سے نکال باہر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا مسلمانوں کو مسجد سے نکالا؟ مَعَاذَ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، بتاؤ، کیا اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا اہل قبلہ ہونا معلوم نہ تھا مَعَاذَ اللهِ، مَعَاذَ اللهِ، أَسْتَغْفِرُ الله، یاد رکھو جو کفر بکے گا اس پر کفر سوار ہو جائے گا، اہلِ قبلہ ہونا کفر کی بلا سے اس کو ہرگز بچا نہ سکے گا، اگر ایسا نہ ہو تو شریعت

سے امان اٹھ جائے ،خبیث سے خبیث کفر بکتا جائے اور پھر سچا پکا مسلمان بن
کر دندناتا گھومتا رہے،کیا یہی اسلام ہے؟''

اسی لیے حضرت شارح بخاری نے اپنی محققانہ کتاب ''مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا''
میں صاف صاف لکھا ''ان عبارتوں نے بتایا کہ اس پر سبھی کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی
تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے''
اور کتاب کے آخر میں صاف صاف یہ بھی لکھا کہ:

اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ ''منصفانہ جائزہ''
مطالعہ کریں مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی
رمق باقی ہے تو وہ ضرور بالضرور یہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے اکابر۔۔۔۔نے
ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور ﷺ کی توہین کی جس کے بعد ایک مسلمان کے
لیے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً حتماً کافر جانے۔اس لیے مجدد
اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو بدنام کرنا کہ انھوں نے بلاوجہ علمائے دیوبند کی
تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے اصلاح نہیں بہت بڑا افساد ہے۔'' (۴۸)

اسی قبیلۂ فکر سے وابستہ تیسرے صاحب جناب ناصر مصباحی رامپوری بھی ہیں
جنھوں نے عمان سے جاری ہونے والے مجموعۂ کفریات ''رسالہ عمان'' کا ترجمہ ہی نہیں کیا
بلکہ ''عمان اعلامیہ ایک جائزہ'' کے عنوان سے صوفی کانفرنس دہلی (مارچ ۲۰۱۶) میں مقالہ
بھی پڑھا جو جام نور (جون ۲۰۱۶) میں شائع ہوا۔عمان اعلامیہ میں کیا ہے اس کی تفصیل
اور اس پر معروضات تو ''الرضا'' شمارہ جولائی اگست ۲۰۱۶ کے اداریہ میں ملاحظہ
فرمائیں۔مگر اس کا خلاصہ یہاں دیکھیں تاکہ مسئلہ کی تفہیم آسان ہو جائے۔

(۱) مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی مالکی، حنبلی، یا مذہب جعفری زیدی اباضی، ظاہری
میں سے کسی کا متبع ہے وہ مسلمان ہے اس کی تکفیر جائز نہیں (۲) صحیح فکر سلفی رکھنے
والے لوگوں کی تکفیر بھی جائز نہیں (۳) آٹھوں مذاہب کے حاملین اسلام کے بنیادی اُصولوں

میں متفق ہیں (۴) ان مذاہب کے متبع علما کا اختلاف فروع میں ہے اصول میں نہیں۔''

عمان اعلامیہ کے ان کفریات کی کوئی بھی سنی تائید نہیں کرسکتا، مگر حیرت ہے کہ جناب
ناصر مصباحی سے لے کر خوشتر نورانی تک نے اس کی تائید کی اور لکھا:

''امت مسلمہ میں موجودہ انتشار، مسلکی تکفیریت، اور مسلم نوجوانوں
میں بڑھ رہے مذہبی تشدد پر پوری دنیا کے نمائندہ اور مشاہیر علما کا عالمی
اعلامیہ جو مسلم دنیا مذہبی اضطراب اور مسلکی کش مکش کا حل پیش کرتا ہے۔''

اب بتایا جائے کہ عمان اعلامیہ کی تائید کے بعد بھی کسی کا فکری و نظریاتی تعلق حضور
حافظ ملت سے باقی رہ جاتا ہے؟ کیا آج کے ان سرکشیدہ افراد کا علم و فہم جناب ظفر ادیبی
صاحب سے بھی زیادہ ہے؟ جنھیں حضور حافظ ملت نے ان کی ''کج فکری و کم فہمی'' کے
سبب اپنے ادارہ سے برطرف کردیا تھا۔جب ان کی تنی ہوئی گردن عقیدہ کے معاملہ حضور
ملت کو پسند نہیں آئی تو اسی عقیدہ و نظریہ کے ساتھ اور کون انہیں محبوب ہوسکتا ہے؟

عقیدۂ علم غیب پر ناروا حملہ:

مدرسہ سے یونیورسٹی کا سفر سب کو راس نہیں آتا کچھ خاص حواس والے ہی اس
آزادانہ ہوا اور مخلوط فضا میں اپنی شناخت اور اپنا مذہبی ورثہ بچا پاتے ہیں، وہ خوش نصیب
ہیں جنہیں ''درکف جام شریعت درکف سندان عشق'' کا مقام سلوک مل گیا اور ماتم ان پہ
ہے جو اس چکا چوند میں ''رفتے وثار بت پرستے کردی'' کی نذر ہوگئے۔ان ''نذر بتاں
''ہونے والوں ہی کے لیے شریعت نے ''صحبت اغیار'' سے دور ونفور اور ان کی کتابوں
کے مطالعہ سے ممانعت کا حکم صادر فرمایا، شیخ سعدی نے بھی ''پسر نوح بابداں بنشست نشان
نبوتش گم شد'' فرما کر اسی کی وضاحت کی، اور حضرت مجدد الف ثانی کا فرمان ''بدمذہب بدعتی
کی صحبت کا ضرر فساد (کھلے) کافر کی صحبت سے زیادہ تر ہے'' اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔
اس تعلق سے پاکستان کے شاہ فاروق القادری ہمارے لیے قابل رشک ہیں کہ وہ مکتبہ
دیوبند میں پڑھ کر یونیورسٹی پہنچے، مگر یہاں کی آزادانہ فضاؤں میں مطالعہ کا ردعمل یہ ہوا کہ

ان کے قلم سے ''فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت'' جیسی مشہورِ زمانہ کتاب منظر عام پہ آ گئی، جس نے کتنے اذہان پہ بدگمانی کے چھائے میل کو صاف کر دیا۔ اب تو یہ المیہ ہی کہا جائے گا کہ مکتبہ دیوبند کی فضاؤں میں پروان چڑھنے والا اعلیٰ حضرت کا عقیدت مند اور ان کی تعلیمات کا ناشر بن جائے اور کوئی سنی مدرسہ میں پڑھنے کے باوجود جماعت کے مسلمات سے منحرف اور اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات کا منکر ہو کر بھی ''کارے کردم'' کا نعرہ لگائے۔ جناب ذیشان مصباحی بھی انہیں لوگوں میں ہیں جن کا وہ فکری اثاثہ یونیورسیٹی جاتے ہی لٹ گیا جو سنی مدارس کی پاکیزہ فضاؤں میں انہیں میسر آیا تھا، ایسے لٹے ہوئے کارواں کی محفوظ پناگاہ تو ماہنامہ ''جام نور'' ہے ہی، چنانچہ یہ جام نور سے وابستہ ہوئے اور پھر پے در پے کئی ایسے مضامین لکھے جس سے جماعت اہل سنت کی پرسکون فضا میں بھونچال آ گیا اور وہ دن بھی آیا کہ اپنے مضمون ''عقیدۂ علم غیب کا اسلامی مفہوم'' کی آخری قسط میں انہوں نے یہاں تک لکھ دیا:

> ''انیسویں صدی اور بیسویں صدی کا طویل عرصہ علم غیب پر ان لایعنی بحثوں میں گزر چکا ہے جو حد افراط میں پہنچ کر علم رسالت کا ڈانڈا علم الٰہی سے ملا دیتی ہے تو حد تفریط میں عظمت افضل الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تقصیر اور انکار کا باعث بنتی ہے۔ ایکسویں صدی ہمارے لیے محاسبے اور بازدید کی صدی ہے اس صدی میں ہمیں اعتدال وتوازن اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ امت کی اصلاح فکر واعتقاد کے ساتھ ان کے بیچ اتحاد واتفاق کی راہیں تلاش کرنی چاہیے، ایسی دعوت جس میں عظمت توحید بھی سلامت رہے اور عظمت رسالت پر بھی حرف نہیں آئے، خصوصاً علم غیب کے تعلق سے ہمیں یہ باور کرنے اور دوسروں کو باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو اولین وآخرین میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے ایسے میں ان کے علم کا ایسا انکار کہ شان رسالت پر حرف
>
> آئے یا ایسا اثبات کہ علم الٰہی سے مساوا کا شائبہ پیدا ہو دونوں ہی غیر اسلامی طرز فکر ہے'' (جام نور ستمبر ۲۰۱۲)

ایک مصباحی کے قلم سے جماعت پر اتنا بڑا افترا؟ اور ملت کی ترجمانی کرنے والے رسالہ ''جام نور'' سے اس کی اشاعت، جائے ماتم نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا علم غیب کے موضوع پہ علمائے اہلِ سنت اور اور دیابنہ کے درمیان ہونے والی قلمی اور مناظراتی بحثیں ''لایعنی'' تھیں؟ کیا واقعی علمائے اہل سنت نے حد افراط میں پہنچ کر علم رسالت کا ڈانڈا علم الٰہی سے ملا دیا ہے؟ اس موضوع پر اکابر کی درجن بھر سے زیادہ کتابیں ہوں گی سب اسی حقیقت کی ترجمان ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو علم غیب عطائی ہے اور اللہ عزوجل کا ذاتی۔ اس کے علاوہ کسی ذمہ دار نے ایسا کچھ نہیں کہا جس سے علم رسالت کو علم الٰہی سے ملانے کا شائبہ بھی پیدا ہو، آخر وہ بات کیسے کہی گئی جس کا ذکر کسی کتاب میں سرے سے ہے ہی نہیں؟۔۔۔۔۔۔۔نئی صدی میں علما کو ''اعتدال وتوازن اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ امت کی اصلاحِ فکر واعتقاد'' کی دعوت دینا بھی جماعت کے ساتھ بھونڈا مذاق ہے، کیا علمائے اہل سنت کی سو سالہ خدمات ''اعتدال وتوازن اور اخلاص وللّٰہیت'' سے خالی رہی ہیں؟ مضمون کا اختتام جس جملہ پر ہوا ہے اس نے تو رہا سہا قصہ ہی تمام کر دیا، ''کیا'' علم کا ایسا انکار۔۔۔ یا ایسا اثبات'' جملہ میں اثبات وانکار کو ''ایسا'' کے ذریعہ بالکل دو متوازی خانہ میں رکھتے ہوئے دونوں کو یکساں مجرم نہیں گردانا گیا؟ کیا اسی کا نام سنیت اور مصباحیت ہے؟ اگر آپ کی نگاہ میں واقعہ یہی ہے جو آپ نے بیان کیا تو پھر آج تک ''مصباحی'' کا لیبل لگا کر اُس جماعت سے وابستگی دکھانے کی کیا مجبوری ہے، جس کا قدیم ترجمان الجامعۃ الاشرفیہ ہے اور یہ کیسی مصباحیت ہے کہ نمک کھا کر بھی اپنے مادر علمی کی عظمت وحرمت کو تختۂ مشق بنایا جائے۔

سراواں الٰہ آباد کی ایک متنازع خانقاہ:

رواں صدی کا ایک متنازع موضوع ''خانقاہ سراواں'' الٰہ آباد کا قضیہ بھی ہے جسے آج تک جماعت اہلِ سنت کے مشاہیر علما ومشائخ کا اعتبار حاصل نہیں ہو سکا، اس بے اعتباری کی کئی وجوہات ہیں جس کی تلافی خانقاہ سراواں کی ذمہ داری ہے۔ چند افراد کو فرداً فرداً خانقاہ بلا کر

''مخصوص مہمان نوازی'' سے ان ''شبہات'' کی تلافی نہیں ہوسکتی جو مجلہ ''الاحسان'' اور ''خضر راہ'' میں وقفہ وقفہ سے شائع مقالات ومضامین کے سبب پیدا ہوئے، اگر ان رسائل کے مشمولات جماعت اہلِ سنت کے معتقدات ومسلمات سے متصادم ہیں تو ذمہ داروں کا محتاط رویہ لائق تحسین ہے کہ یہی ان کے منصب رفیع کا تقاضا ہے ہاں یہ پہلو قابل تحقیق ہے کہ ان رسائل اور خانقاہ سراواں میں ایسا کیا ہے جس کے سبب علمائے محتاطین کو یہ قدم اٹھانا پڑا، اس سلسلہ میں ''اہلِ قبلہ کی تکفیر''، ابن تیمیہ کی حمایت، تقلید سے بیزاری، اقامت کے مسئلہ میں دیابنہ کی پیروی اور اس ''مخصوص وسعت نظری'' کے سبب بعض اطراف سے ان کی ''مشکوک بنانے والی ستائش'' وہ موضوعات ہیں جو اہل سنت کی ہیجان کا باعث ہیں۔ ارتفاع نزاع کے پیش نظر اس تعلق سے چند مخلصانہ معروضات ملاحظہ کریں:

اہلِ قبلہ کی تکفیر کے مسئلہ کی حمایت واشاعت:

اہلِ قبلہ کی تکفیر کے حوالہ سے ماقبل میں جو باتیں مذکور ہوئیں ان کا براہ است تعلق ''خانقاہ سراواں'' سے ہے کہ شیخ محمد ذکی ابراہیم مصری'' کی کتاب "الاربعون حدیثا الحاسمة ردعا للطوائف المکفرة الائمه" کے مترجم جناب ''اصغر علی مصباحی'' وہاں کے مدرس اور ''ماہنامہ خضر راہ'' وہیں کا ترجمان ہے۔ تکفیر کے حوالہ سے یہ فکر ونظریہ صرف مترجم موصوف کا ہی نہیں بلکہ وہاں کے تقریبا تمام وابستگان ہی اس نئی وبا کے شکار ہیں اس لیے کہ جماعت اہلِ سنت (حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والے) کے خلاف بار بار متشدد، شدت پسند، تکفیری ٹولہ کے الفاظ ان وابستگان کے ذریعہ ہی استعمال کیے گئے ہیں۔ اہلِ سنت کے خلاف یہ فضا کچھ اس طرح بنائی جارہی ہے مخالفین جماعت بھی ورطۂ حیرت میں ہیں ان کو بیٹھے بٹھائے ''جعفر اور میر صادق'' والا وہ ٹولہ مل گیا ہے جو اعتدال وسطیت توازن، نئی صدی نئے تقاضے، اہل قبلہ جیسے خوش کن الفاظ کے ذریعہ ان کا کام کر رہے ہیں۔

سننے میں آیا ہے کہ شیخ ابوسعید صاحب نے کئی ماہ پیشتر ''حسام الحرمین'' کی تصدیق کی

ہے یہ خبر یقینا جماعت اہلِ سنت کے ذمہ داروں کے لیے باعث مسرت ہے کہ انہیں اس کے علاوہ اور غرض بھی کیا ہے کہ جماعت کے مسلمات اور اس کا اتحاد وسلامت رہے، اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر ''اہل قبلہ کی تکفیر'' کے نام پر فکری جارحیت پھیلانے والے افراد کا محاسبہ و احتساب ان کی ذمہ داری تھی اور ان کے لیے یہ آسان بھی تھا کہ یہ سب ان کے زیر اثر ہیں۔ مگر اب تک کہیں سے ایسی کوئی خبر نہیں آئی کہ انہوں نے ان افراد کو پابند ضابطہ ہونے کا احکام صادر کیا ہو، ایسے عالم میں اگر جماعت اہل سنت کا حساس طبقہ ان سے کنارہ کش اور ان کی خاموشی پر شاکی ہے تو ماتھے پہ شکن نہیں آنا چاہیے۔ کیا اس خاموشی سے نہیں معلوم ہوتا کہ ''حسام الحرمین'' کی تصدیق بھی بغیر وضو کے پڑھی گئی اس نماز کی طرح ہے جس میں خشیت کے بجائے مصلحت کا دخل ہو۔ ان کے اردگرد جماعت کے مسلمات پہ حملہ کرنے والا جو ''جہادی دستہ'' ہے وہ بھی ایسا ہی مصدقین کا ہے جو ''نماز شوق تو واجب ہے بے وضو ہی سہی'' پر ایمان رکھتے ہیں، خدا ہی جانے ان کام کرنے والے باصلاحیت افراد کو کن کی نظر لگ گئی۔ خدائے تعالیٰ انہیں اپنے محور ومرکز پہ پلٹنے کی توفیق دے۔

ابن تیمیہ کی حمایت:

ابن تیمیہ کے حوالہ سے جس توسع اور احترام فراواں کا مظاہرہ یہاں کیا جاتا ہے وہ جماعت اہلِ سنت کے یکسر مخالف ہے، اگر ایک بار اور ایک جگہ کا معاملہ ہوتو اسے اتفاق کہہ لیا جائے مگر یہاں دانستہ اس عمل کا تسلسل ہے چنانچہ الاحسان حصہ ۲ ص ۱۰۷ پر لکھا گیا:

''وہ خشیت زہد وورع سنت کی پیروی بدعت سے اجتناب اعلائے کلمۃ الحق ۔۔۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے وہ اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز اور مشہور ہوئے'' (ص ۱۲۸ پر لکھا) ''شیخ ابن تیمیہ بھی اسلام کے پیروکار اور امت محمدیہ کے اعلام میں سے تھے'' (اور ص ۱۴۴ پر لکھا) ''بعض مسائل میں اپنے اجتہادات پیش کیے اور مجتہد کبھی صواب پر ہوتا ہے اور کبھی خطا پر۔''

بتایا جائے ابن تیمیہ کو اسلام وسنت کا پیروکار، خشیت وزہد وورع کا حامل، بدعات

سے مجتنب، مجتہد وقت، اعلائے کلمۃ الحق کرنے والا مجاہد اور امت محمدیہ کے اعلام میں شمار کرنا جماعت اہل سنت کا موقف ہے؟ جس شخص کے بارے میں جماعت کا موقف ''ضال مضل'' (المعتقد ص ۱۸۸) یعنی گمراہ اور گمراہ گر کا ہو، اسے ان اوصاف کا حامل بتانا، جماعت سے انحراف نہیں تو اور کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت ابن تیمیہ کے بارے میں فرمائیں ''متاخرین حنابلہ میں بعض خبثا مجسمہ ہو گئے جیسے ابن تیمیہ اور ابن قیم'' مگر یہی ابن تیمیہ آپ کے یہاں معتمد بھی ہو محترم بھی۔ یاد کیجئے! یہ وہی ابن تیمیہ ہے جن کے بارے میں ڈاکٹر نوشاد چشتی نے لکھا تھا:

''ابن تیمیہ نے اولیائے عظام کو دل کھول کر گالیاں دیں۔۔۔ شیخ اکبر کو شیطان امت، امام رازی کو گمراہ اور گمراہ گر، اسی طرح امام غزالی، شیخ صدرالدین قونوی وغیرہ اکابر امت کو دشنام طرازیوں سے نوازا۔۔۔۔ حضرت عمر پر بھی رد کیا ہے۔ (جام نور، جولائی ۲۰۰۳)

اب بھی کہیں گے کہ محتاط علمائے اہل سنت کا عمل آپ کے تعلق سے تشدد پر مبنی اور اعتدال و وسطیت سے پرے ہے؟

تقلید سے بیزاری:

واضح رہے کہ ابن تیمیہ غیر مقلدین کے پیشوا اور ان کے امام و مجتہد ہیں ''دعوی عدم تقلید کے باوجود'' ان کے ہر مسئلہ کی تان یہیں آ کر ٹوٹتی ہے، جامعہ ابن تیمیہ کے نام سے ان کا ایک بڑا ادارہ بھی ہے، ایسے فرد سے فکری تعلق کا جو لازمی اثر ہوگا وہ تقلید سے بیزاری کا ہی ہوگا اس حوالہ سے بھی خانقاہ سراواں کا دامن ان کی اپنی تحریرات کی روشنی میں بہت صاف نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ صاحب کی مثنوی ''نغمات الاسرار'' کے شارح ذیشان مصباحی اس مثنوی کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

حضرت کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بیں کو تقلید کی زنجیریں

ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔'' (نغمات الاسرار، ص ۹)

چند سطر بعد دوسروں کو ''نگاہ کوتاہ بیں'' کا الزام دینے والے خود ہی لکھتے ہیں ''وہ حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں ہے'' اب دونوں قضیوں کو جوڑ دیں تو یہی ثابت ہوگا کہ ''چوں کہ ان کی تقلید میں جمود نہیں ہے اس لیے تقلید کی زنجیریں وہاں ٹوٹتی ہیں'' اب مقلد ہو کر بھی تقلید کی زنجیریں توڑنا دین کی کتنی بڑی خدمت ہے، قارئین ہی فیصلہ کریں۔ ویسے دنیا کا ہر غیر مقلد ابتداً کسی نہ کسی امام کا مقلد ہی رہا ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ابن تیمیہ تک کی تاریخ دیکھ جائیے سب مقلد ہی ملیں گے، شیخ صاحب بھی کبھی کٹر مقلد رہے ہوں گے مگر اب ''ان کی تقلید میں جمود نہیں ہے'' اس سے جماعت کے ذمہ داروں کا بے چین ہونا بے معنی نہیں ہے، خصوصا اس تناظر میں جب مروجہ تقلید کو ''کورانہ تقلید'' (نغمات الاسرار ص ۱۱۴) کہا جا رہا ہو۔ تقلید سے متعلق شیخ صاحب کی اسی ''وسعت نظری'' کا تقاضا ہے کہ وہ مقلدین کو امام معین کی تقلید سے بیزاری کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس طرح کا سوال ہی کیوں پیدا ہو کہ چاروں فقہ مذاہب میں سے کسی کے پیروکار کی نماز دوسرے کی اقتدا میں ہوگی یا نہیں؟ یہ باطن کا فساد ہے۔ ورنہ چاروں مذاہب اہل حق کے ہیں اور ان کی بنیاد بھی قرآن وسنت ہے تو پھر نماز کیوں نہیں؟ افسوس ہے ایسے علم اور صاحبان علم پر جنہوں نے رحمت کو زحمت بنا دیا ہے، نعمت کو عذاب قرار دے دیا ہے اور متقی صالح انسانوں پر فاسق سا حکم عائد کر دیا ہے۔''

اب اس سادگی پہ کوئی مر جائے تو حیرت کیا کہ جس شیخ صاحب کو ''شارح نغمات'' شاہ ولی اللہ کی طرح'' کہہ رہے ہیں، وہ امام معین کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **وكان هذا وهو الواجب في ذالك زمان** یعنی اب اس وقت یہی واجب ہوا۔ اور اسے ایک راز بتاتے ہوئے مزید فرماتے ہیں: **وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سر الهمه الله تعالیٰ العلماً وجمعهم عليه من حيث**

یشعرون اولا یشعرون (یعنی خلاصۂ کلام یہ کہ ایک مذہب کا اختیار کر لینا ایک راز ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے علما کے قلوب میں القا فرمایا) یعنی شیخ سراواں جس کام کو ''رحمت کو زحمت بنانے والا، نعمت کو عذاب بنانے والا اور متقی وصالح انسانوں پر فاسق کا حکم لگانے والا'' فرما رہے ہیں۔شاہ صاحب کے یہاں وہ عمل واجب بھی ہے اور اللہ سبحانہ کا القا بھی اب بتایا جائے ،شاہ صاحب جس عمل کو لازم قرار دیں اسے ''باطن کا فساد، زحمت، عذاب کہنا'' وسطیت واعتدال ہے یا تقلید بیزاری؟ تقلید شخصی کے خلاف مہمل اعتراض کا سلسلہ یہیں ختم نہیں، وہ ایک حنفی کے جذبۂ تقلید کو کس طرح مشق تنقید بناتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

''افسوس ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کر سکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصولوں کا دوسروں کو پابند بناتے ہو، جب کہ ان کے پاس بھی قرآن وسنت سے مستنبط اصول موجود ہیں جن کو تم بھی برحق کہتے ہو بتاؤ تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو؟ زبان سے برحق ماننے اور دل سے باطل قرار دیتے ہوئے ،قولا حق گردانتے ہو اور فعلا اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق خفی نہیں ہے؟ (ص ۲۳)

انداز تخاطب میں کتنی تقلید بیزاری ہے قارئین محسوس کریں اور اس مفروضہ کو سادہ لوح مقلد مسلمانوں کے دلوں میں اتارنے کا ایک ہنر بھی دیکھیں، فرماتے ہیں:

''فقہی اصولوں کے اختلاف کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک شافعی حنفی کی اقتدا میں اور ایک حنفی شافعی کی اقتدا میں نماز ادا نہیں کرتا خواہ امام اپنے زمانہ کا متقی، صالح اور ولی اللہ ہی کیوں نہ ہو؟ بتاؤ کہ اگر حنفی یا شافعی کو غوث اعظم کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا موقع میسر آئے تو کیا کرے گا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو اپنی سعادت مندی جانے گا یا یہ کہے گا کہ آپ کی غوثیت قبول، مگر میں حنفی یا شافعی ہوں اور مذہبا حنبلی ہیں اس لیے آپ کی اقتدا میں میری نماز نہ ہوگی؟''

شیخ صاحب نے فقہی اختلاف کو خود کتنا سمجھا ہے یہ بتانے کی جرأت تو میں نہیں کر سکتا مگر اتنا عرض کرنا ضرور چاہوں گا کہ یہ وہی مسئلہ ہے جو سن ۱۳۰۹ھ میں غازی پور سے جہانگیر صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے پوچھا تھا سوال تھا ''زید دو چار کتابیں اردو کی دیکھ کر چاروں اماموں کے مسئلے اخذ کرتا ہے اور اپنے اوپر ائمہ اربعہ سے ایک تقلید واجب نہیں جانتا ۔۔(اس کا کہنا ہے کہ)۔۔۔چاروں اماموں کے مسئلے اخذ کرنے میں کل دین محمدی پر بخوبی عمل ہو سکتا ہے'' اس کے جواب میں آپ نے رسالہ "**النیر الشھابی علی تدلیس الوھابی**" قلم بند فرمایا، جو بار بار مختلف مکتبوں سے چھپا۔شیخ صاحب کے بیان اور جہانگیر صاحب کے سوال میں صرف انداز بیان اور لفظوں کا فرق ہے مقصود ومفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔اس کے علاوہ اگر کوئی اور فرق ہے تو یہ کہ ۱۲۸ر سال قبل جہانگیر صاحب نے یہ سوال غیر مقلدین کے خلاف کیا تھا آج شیخ صاحب کا فرمان ان کی حمایت میں ہے۔شیخ صاحب نے پہلو بدل بدل کے جس طرح امام معین کی پیروی کرنے کے سبب حنفیوں کو ''نفاق خفی اور تضاد بیانی'' کا شکار بتایا ہے اور ہر مسلک پہ عمل کرنے کی تلقین کی ہے، اس کے جواب میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے کہ یہ ''چھوٹا منھ اور بڑی بات'' ہوگی صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی تحریر حاضر کرتا ہوں جو اسی "**النیر الشھابی علی تدلیس الوھابی**" کے اخیر میں ہے، اعلیٰ حضرت کے اس علمی جواب کے بعد صدر الشریعہ کی یہ تحریر نفس مسئلہ کی ایسی واقعاتی تسہیل ہے جو اپنی مثال آپ ہے:

''غیر مقلد صاحبوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک تو بیوی کی بیٹی (جو دوسرے شوہر سے ہو) حلال ہے جب کہ اپنی گود میں نہ پلی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد تشریف لائے اور اس عورت سے فرمایا کہ یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کر لے غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے اس پر

وہابی مولوی نے بکمال شفقت فرمایا بیٹی ایک مذہب پر جمنا نہ چاہیے، اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو، غیر مقلدہ بولی کہ اچھا نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت کہاں، کہا اے نادان لڑکی! مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں، میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کر لیں پھر بعد کو اعلان کر دیں گے، چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہو گیا دو پہر کو تیسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے، کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا حدیث میں ایسوں کو زانیہ فرمایا، میں دو گواہ لے کر آیا ہوں، مجھ سے نکاح کر لے اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں، وہابی مولوی نے کہا تو نہیں جانتی ہے کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں، ہم اس وقت مذہب حنفی کا اتباع کرتے ہیں، اس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا تھا، لہٰذا یہ تیسرا نکاح کر لیا تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد آدھمکے کہ بیٹی تو اب بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا، اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے، میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے، اس نے کہا تم میرے کفو نہیں، نسب میں بہت گھٹ کر ہو، کہا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا کہ غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے، اسے تو پوری شریعت پر چلنا تھا غرض چوتھا نکاح ان سے کیا نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد بڑے تزک سے چمکے کہ بیٹی تو اب بھی کنواری ہے، ہمارے بڑے گرو ابن عبد الوہاب نجدی و ابن قیم و ابن تیمیہ سب حنبلی تھے، حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ

تھا اب مجھ سے نکاح کر، غیر مقلدہ سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں مذہب کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرا دیا یہ کہہ کر پانچویں بار اس سے نکاح کر لیا۔

حضرت صدر الشریعہ اس کے بعد تفریحاً فرماتے ہیں کہ:

''اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی بیوی ہے یا پانچوں کی اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا حدیث صحیح نے مجبور کیا وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کے لیے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی نہیں سمجھ سکتے؟ اور وہ بے چاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے روکی جا رہی ہے؟ اور اگر ہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اسے اپنی بیوی جانیں اور پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری مالکی حنفی شافعی حنبلی پانچوں مذہب پر عمل کرتی کراتی رہے۔۔۔کہو یہ کون دھرم ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ''

علیمی برادران کا رویہ:

اس معاملہ میں علیمی حضرات کا کردار بھی حیرت ناک ہی نہیں المناک ہے، جناب ضیاالرحمٰن علیمی اور جناب مجیب الرحمٰن علیمی نے الاحسان ۱، ۲، ۳ میں ایسے مضامین لکھے ہیں جن سے غیر مقلدین کے موقف کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ضیاالرحمٰن علیمی صاحب نے الاحسان، شمارہ ۲ میں ابن تیمیہ اور شمارہ ۳/ میں ابن قیم کی تعریف کی ہے۔ یہ تعریف ان کے شیخ صاحب کے نظریات سے کتنی قریب ہے قارئین محسوس کر سکتے ہیں۔ مجیب الرحمٰن صاحب نے الاحسان شمارہ ۱/ میں اپنے مضمون ''خانقاہ صوفیہ تاریخ اور کارنامے'' میں غیر مقلدین کے عمل ''قرأۃ خلف الامام'' کو حضرت محبوب الٰہی کے حوالہ سے ایسا پیش کیا ہے جیسے یہی عمل حدیث کے مطابق ہے اور اس کے برخلاف عمل ترک حدیث کا موجب۔ علیمی

صاحب کا انداز دیکھئے:

''انہوں نے قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قول رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا اور یہ معمول اس سلسلہ میں آج تک چلا آرہا ہے، صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، کشف کی بنیاد پر بعض مسائل میں منفرد ہوتے ہیں۔''

ان کی اس فکر کے خلاف جناب مولانا عبدالمبین نعمانی نے اپنے خدشہ کا اظہار کیا جو الاحسان کے شمارہ ۲ر میں شائع ہوا، نعمانی صاحب نے کیا لکھا ملاحظہ کیجئے:

''حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا جس وجہ سے بھی ''قرأۃ خلف امام'' کے قائل رہے ہوں مگر اس کی بہتر حال صحیح طریقے سے نہیں کی گئی۔ پھر آگے چل کر کشف کو بھی بنیاد بتایا گیا ہے اگر کشف پر اعمال کا دار ومدار رکھا جائے تو پھر جتنے کشوف ہوں گے اتنے ہی مسالک جنم لیں گے۔۔۔۔۔ لہٰذا اس کی وجہ سے قول امام کو رد نہیں کیا جا سکتا، اولیا اللہ نے کشف کو فقہیات میں بنیاد بھی نہیں بنایا اور نہ بتایا ہے، لہٰذا اس قسم کی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے یہ جملہ بھی اس بات کا غماز ہے گویا ائمہ مجتہدین حکیم نہیں ہوتے اور ان کی نظر مقاصد شریت پر نہیں ہوتی، جب کہ یہی فقہا و مجتہدین کا طرۂ امتیاز ہے۔''

ان اقتباسات سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ شیخ صاحب کے مصاحبین دراصل ان کی غیر مقلدیت نوازی کے ماحول ساز ہیں، جمع بین صلاتین، قراۃ خلف الامام، ابن تیمیہ کی تعریف، ابن قیم کی تعریف اور امام معین کی تقلید کا مسئلہ سب اسی فکر کے گرد طواف کرتے ہوئے مسائل ہیں۔ جن پر ان کے یہاں خوب مقالے چھپ رہے ہیں۔ اب اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی ان سے ''دامن کش'' ہونے والا مجرم ہو تو ''جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ

ساز کرے'' کے سوا کیا کہا جائے۔

سرواں کی مدحت سرائی کا راز:

سراواں اور وہاں کے سربراہ کی اسی نظریاتی وسعت کے سبب اس نظریہ کے حامل افراد نے ان کی واہ واہی کی چنانچہ جامعہ ازہر مصر کے شیخ محمد احمد الخذری لکھتے ہیں:
''ہندوستان میں اہلِ سنت کا ایک طبقہ بہت متشدد ہے شیخ ابوسعید اعتدال ووسطیت کے نمائندہ ہیں'' اور پروفیسر اختر الواسع نے کہا:

''اس رسالہ کی نمایاں خوبی تو یہ ہے یہ خالص خانقاہی مزاج یعنی وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی زندہ تصویر ہے اس میں نہ خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی ہوتی ہے اور نہ کسی خاص گروہ کی اجارہ داری، بلکہ اس کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع ہے کہ کسی رسالہ کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع اور اتنی فکری جہت نہیں ملے گی اس میں مختلف مسالک اور مختلف رجحانات کے نمائندہ اہل علم ودانش کی متوازن اور اچھی تحریریں ایک جگہ مل جاتی ہیں۔'' (الاحسان ۴، جام نور دہلی جون ۱۳)

اب اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ ان دونوں تحریروں نے یہ واضح کر دیا کہ سرواں جس فکری جہات کا حامل ہے وہ جماعت اہل سنت نہیں ہے کہ جماعت تو معاذ اللہ بقول شیخ الخذری ''بہت متشدد ہے'' مگر ''شیخ ابوسعید اعتدال ووسطیت کے نمائندہ'' واضح رہے کہ یہاں اعتدال ووسطیت فرد کے مقابلہ میں نہیں بلکہ ''طبقہ'' کے مقابلہ میں ہے، اس لیے لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ شیخ صاحب جماعت کے مقابل ہیں موافق نہیں۔ پروفیسر اختر صاحب بھی ''کسی خاص گروہ کی اجارہ داری نہیں'' اور ''کسی مکتبہ کی ترجمانی نہیں'' فرما کر شیخ ابوسعید، اور ان کے وابستگان کا ''تفرد'' ہی بیان کر رہے ہیں یہی بات اگر جماعت اہلِ سنت کوئی دردمند کہے تو ''تشدد'' اور اغیار کہیں تو ''تفرد'' کیا اسی کا نام اعتدال وسطیت ہے؟

آخری گزارش:

گزشتہ اوراق میں نوجوان نسل کی جرأت بے جا اور خانقاہ سراواں کے حوالہ سے جو کچھ عرض کیا گیا وہ ان سانحات کی چند جھلکیاں ہیں جو سماج میں ناسور بن کر پنپ رہی ہیں، اہلِ قبلہ کی تکفیر، ائمہ غیر مقلدین کی تعریف، اور غیر مقلدیت کو استحکام فراہم کرنے کے حوالہ سے جام نور، خانقاہ سراواں اور ان دونوں مراکز سے وابستہ ''علیمی ومصباحی'' برادران نے اپنا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ جماعتی موقف سے انحراف اور بغاوت کے سوا کیا ہے، قارئین ہی فیصلہ کریں۔ ان دونوں مدارس کے ذمہ داران کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ وہ ان افراد کی بے راہ روی کا محاسبہ کیسے کریں، اگر آج اس مسئلہ کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا تو فکری بے راہ روی کا یہ سلسلہ دراز سے دراز ہوگا اور پھر اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ مسئلہ آج کے چند افراد کا نہیں، اس فکر کا ہے جسے ایک مضبوط پناہ گاہ مل گئی ہے اور فرقہ باطلہ کے افرادان کی تحسین وتائید کے ذریعہ مرکز سے ان کا رشتہ کمزور سے کمزور تر کر رہے ہیں۔ ان افراد کے بے باکانہ حرکت وعمل سے جماعت اہل سنت کی دو بڑی درسگاہوں کی حرمت وعظمت اور ان کا وقار خطرے میں ہے، یہ نہ وہاں کے ذمہ داروں کو قبول ہوگا اور نہ ہم جیسے وابستگان کو۔ ساتھ ہی اس مسئلہ کو بھی سنجیدگی سے لینا ہوگا کہ جب مرکز سے ان افراد کا فکری رشتہ ہی باقی نہیں رہا تو پھر ''مصباحی وعلیمی'' لکھنے کا جواز کہاں رہ جاتا ہے۔

اگر کسی ذہن میں خلش پیدا ہو رہی ہو کہ افہام وتفہیم اور احتساب وسرزنش کا یہ عمل اخبار ورسائل کے بجائے بند کمرے میں ہونا چاہیے تو ان سے مودبانہ یہی عرض کروں گا کہ جماعت اہلِ سنت کے خلاف یہ نظریات ''خلوت میں''، میں نہیں ''جام نور دہلی، ''خضر راہ'' سراواں، اور ''الاحسان'' سراواں کے ذریعہ عام کیے جا رہے ہیں، اب اگر احتساب واحتجاج کا یہ عمل بند کمرے میں ہو تو اس سے اس فتنہ کا سد باب کیسے ہوگا جس نے ملک سے باہر تک جماعت اہلِ سنت کے خلاف ماحول بنایا ہے۔ اس لیے ہمارے کرم فرما حضرات ان

معروضات پہ چیں بہ جبیں ہونے کے بجائے جو کچھ کہا گیا ہے اس پر ٹھنڈے دل سے ایک بار غور فرمالیں اب بھی کوئی جرأت اور خلاف واقع بات معلوم ہو تو وہ مجھے مدلل اور معتمد حوالوں سے قائل کریں، میں اپنے تجزیہ پر ازسرِ نو غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔

✖ ✖ ✖ ✖

زندیقیت بشکل صوفیت

مفتی خالد علی رضوی شمسی

صلح کلیت کوسنی وسطیت اور زندیقیت کوصوفیت کے لباس میں پیش کرنے کا پر فریب جتن کیا جارہا ہے اس سلسلے میں کئی مشہور ادارے خانقاہیں اور کئی بڑے خانوادے کے معروف افراد بہت سرگرم دکھائی دے رہے ہیں اکابر اہلسنت کے دور میں کچھ خانقاہیں بنام صوفیت زندیقیت کی اشاعت اپنے حلقہ اثر میں کرتی رہتی تھیں مگر اہلِ سنت کے دبدبے کا یہ اثر تھا کہ وہ بہت کھل کر اپنے مقاصد کا اعلان نہیں کرتی تھیں آج سنی نما صلح کلی علماء اور مشائخ کی شہ پا کر وہ اپنے مقاصد کا اعلان کھلے عام کر رہے ہیں انہیں میں خانقاہ عارفیہ سراواں الہ آباد بھی ہے جو صلح کلیت کوسنی وسطیت اور زندیقیت کوصوفیت کے لباس میں مسلسل پیش کر رہی ہے۔

انہیں حالات کے تناظر میں ڈاکٹر نجم القادری صاحب نے سراواں الہ آباد کی خانقاہ سے شائع ہونے والا ماہنامہ خضر راہ اور سالنامہ الاحسان کے حوالے سے چند سوالات مرتب کر کے مختلف اداروں کو روانہ کیا ہے انکے سوالات فقیر شمسی کو بھی موصول ہوئے جس کا جواب میں نے آئیندہ سطور میں لکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا سوال ہے۔ سید سراواں میں ایک پیر صاحب رہتے ہیں جن کا نام سعید اللہ ہے۔ انکے مریدین انہیں ابومیاں یا میاں حضور کے نام سے یاد کرتے ہیں انکی سرپرستی میں ایک سالنامہ الاحسان اور ایک ماہنامہ خضر راہ نکلتا ہے۔ سالنامہ الاحسان کے تعلق سے پروفیسر اختر الواسع تحریر کرتے ہیں جو درج ذیل ہے:

اس رسالہ کی ایک نمایاں خوبی تو یہ ہے کہ یہ خالص خانقاہی مزاج یعنی وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی زندہ تصویر ہے، اس میں نہ کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے اور نہ کسی خاص

گروہ کی اجارہ داری بلکہ اس کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع (رنگارنگی) ہے کہ کسی رسالے کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع اور فکری جہت نہیں ملے گی۔

اسمیں مختلف مسالک اور مختلف رجحانات کے نمائندہ اہل علم و دانش کی متوازن اور اچھی تحریریں ایک جگہ مل جاتی ہیں۔

(کتابی سلسلہ الاحسان ۴ رجام نور دہلی جولائی ۲۰۱۳ء)

تحریر بالا کی روشنی میں اس سالنامے کو کس عقیدے کا ترجمان کہا جائے اور اس کے فکر ساز کو کس عقیدہ اور نظریہ کا پاسبان؟

سائل موصوف کے سوال کا جواب خود پروفیسر صاحب کے بیان میں موجود ہے جسمیں انہوں نے لکھا ہے کہ

اس میں نہ کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے اور نہ کسی خاص گروہ کی اجارہ داری۔ باجود اس کے اگر انہیں اور وضاحت چاہیے تو عرض ہے کہ الاحسان الحاد و بیدینی کا ترجمان ہے اسی سے اس کے فکر ساز کا حکم بھی معلوم کر سکتے ہیں،

پروفیسر صاحب کے بیان کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیں تو ہر بعد والا ٹکڑا پہلے ٹکڑے کی تائید کرتا ہے۔ اس طرح الاحسان کا موقف اور اس کے فکر ساز کا عقیدہ آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر صاحب نے لکھا:

اس رسالے کی ایک نمایاں خوبی تو یہ ہے کہ یہ خالص خانقاہی مزاج یعنی وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی زندہ تصویر ہے۔

اس اقتباس میں خانقاہی مزاج کی تعبیر وسیع المشربی اور کشادہ دلی سے کی گئی ہے جن کے قدیم وجدید معانی کو سمجھنا ضروری ہے۔

خانقاہی مزاج۔ پہلے نہایت متقی پرہیز گار اور انتہائی دیندار کی تعبیر خانقاہی مزاج سے کی جاتی تھی۔ اب ایسے شخص کو کہتے ہیں، جو کافر و منافق اور کسی مرتد و گمراہ سے نفرت نہ

کرے اور سب سے اظہار ہمدردی کو جائز رکھے اور سب کی دلجوئی کرے۔

وسیع المشربی۔ پہلے ایسے شخص کو کہتے تھے جو اپنے جائز سلسلے کے علاوہ دیگر جائز سلاسل سے بھی فیضیاب ہوا اور ان سے تعصب نہ کرے، اب وسیع المشربی اس کو کہتے ہیں جو کفر و نفاق اور گمرہی وارتداد کے ہر گھاٹ سے پئے کافر و منافق اور ہر بدمذہب و گمراہ کو بھی ہدایت پر گمان کرے۔

کشادہ دلی۔ مومن کا مومن کے ساتھ اظہار ہمدردی آپس میں ایک دوسرے کی پردہ پوشی وخطا پوشی اور عفو و درگذر سے عبارت تھی۔ اب ہر باطل گمراہ سے درستی انکے ساتھ شرکت ناؤ نوش اور ان سے دوستانہ مراسم کو کشادہ قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کے پہلے اقتباس میں مذکورہ قدیم الفاظ کے جدید معانی جو ہم نے تحریر کیا ہے اس وقت ہر ملحد زندیق صوفی اور صلح کلی اس پر عمل پیرا ہے، طاہر پاکستانی اور انٹر نیشنل صوفی تنظیم کے علاوہ انکی تائید کرنے والی خانقاہیں اور شخصیات بڑی طاقت سے اس کی تشہیر کررہی ہیں۔ اور انہیں یہ حدیث یاد نہیں یا جان بوجھ کر فراموش کردیا۔ حضور کا ارشاد ہے:

من احب للہ وابغض للہ فاستکمل لہ الایمان۔

جو اللہ کے لیے کسی سے دوستی اور اللہ کے لیے کسی سے دشمنی کرے تو اس کا ایمان کامل ہے۔

پروفیسر صاحب کے دوسرے اقتباس سے میرے دعوے کی تصدیق ملاحظہ فرمائیں۔

وہ رقمطراز ہیں:

اس میں (الاحسان) نہ کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے اور نہ کسی خاص گروہ کی اجارہ داری۔

اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ اسمیں اہلسنت کے مخالف جو فرقے ہیں سب کی ترجمانی ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اہلسنت کے علاوہ جس پرچے رسالے میں

سبکی ترجمانی ہوتی ہو وہ اہلسنت کا ترجمان نہیں ہوسکتا۔

قابلِ غور نکتہ

جتنے باطل مذاہب اور فرقے ہیں انکی کتابیں پرچے، رسالے، سالنامے، اپنے مذہب کی ترجمانی کرتے ہیں اور وہ ہرگز اپنے مخالف کے نظریئے کی ترجمانی نہیں کرتے ورنہ وہ اپنی شناخت باقی نہیں رکھ سکتے مگر آج بنام خانقاہی مزاج ایسے وسیع المشرب اور کشادہ دل افراد پیدا ہوئے جن کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ،

وہابی دیوبندی تبلیغی مودودی یہود و نصاری اپنے اپنے مذہب کا ترجمان اور خانقاہی مزاج والا پرچہ سارے فرقوں اور مذاہب کا ترجمان۔

اہل انصاف غور فرمائیں کہ ایسی صفت لائق مذمت ہے یا قابل ستائش؟

پروفیسر صاحب آگے رقمطراز ہیں۔

اس کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع (رنگارنگی) ہے کہ کسی رسالہ کے لکھنے والوں میں اتنا تنوع (رنگارنگی) اور اتنی فکری جہت نہیں ملے گی،

انصاف پسند قارئین مذکورہ اقتباس میں لکھنے والوں کا تنوع اور فکری جہت پر غور فرمائیں۔

یعنی رنگ برنگ کے فکر وعقیدے والے رنگ برنگ کی باتیں اس سالنامے میں آزادی کیساتھ پیش کرتے ہیں یہ کوئی رسالہ یا سالنامہ نہ ہوا بلکہ مختلف فکر وخیال کے لوگوں کا معرکہ کارزار ہوا۔

پروفیسر صاحب نے الاحسان کا تنوع اور مختلف فکری جہت کا حامل بنا کر ابہام دور کردیا۔ اب کوئی اس سالنامے میں تقلید شخصی کرنے والے کو منافقت میں مبتلاء بتائے تو جائز ہے اجماع کو رد کرے تو یہ بھی جائز غیر مقلدیت کی تائید کرے تو یہ بھی جائز کوئی شخص محققین اہلسنت کی تشریحات وتصریحات کے خلاف اہل قبلہ کی تکفیر منع ہے'' کہکر قرآن وحدیث کے احکام کو رد کرے تو یہ بھی جائز، محققین اسلام کے فتاوؤں کو رد کرے تو یہ بھی جائز، کوئی

زندیق اتحاد وحلول کے باطل نظریئے کو ظہور تجلی سے تعبیر کرے تو یہ بھی جائز کوئی گمراہ کو خضر راہ اور دین سے بغاوت کرنے والے پرچہ کو الاحسان کہہ رہا ہے تو یہ بھی جائز معاذ اللہ

کوئی زندیق احد اور احمد کو ایک ہی ذات سے تعبیر کرے تو یہ بھی جائز، کوئی بندے کو خدا اور خدا کو بندہ کہے تو یہ بھی جائز، کوئی بدمذہب کی وکالت میں قرآن وحدیث اور ائمہ دین کے ارشادات کو مسترد کرے تو یہ بھی جائز، کوئی معروف سنی فکر سے انحراف کر رہا ہے تو یہ بھی جائز۔

اللہ تعالی ایسے پرچے رسالے اور باطل فکر کے فکر سازوں سے اہلسنت کو محفوظ رکھے۔ آمین

پروفیسر صاحب کی تحریر کے آخری اقتباس سے میرے مذکورہ تبصرے کی تائید ملاحظہ کریں، وہ لکھتے ہیں:

اس میں (الاحسان) مختلف مسالک اور مختلف رجحانات کے اہل علم و دانش کی متوازن اور اچھی تحریریں ایک جگہ مل جاتی ہیں۔

پروفیسر صاحب سے مؤدبانہ سوال ہیکہ مختلف مسالک کے لوگوں کی مختلف رجحانات پر ایک ہی پرچے میں تحریریں ہونگی تو سب کے لیے متوازن اور اچھی تحریریں کیسے ہوسکتی ہیں مثلا کوئی حضور کو بڑا بھائی بتائے اور کوئی افضل الخلق بتائے کوئی حضور کو عالم ما کان وما یکون بتائے اور کوئی دیوار کے پیچھے کا بھی علم سے انکار کرے کوئی ذات باری تعالی کے لیے جسم وجسمانیت کا قائل ہو اور کوئی اس کا انکار کرے، کوئی ذات باری تعالی کی تشبیہ کا قائل ہو اور کوئی لیس کمثلہ شئ (اس کی طرح کوئی شئ نہیں) کا عقیدہ رکھے، کوئی خالق عالم کا عقیدہ رکھے اور کوئی اس کا انکار کرے، تو بتایا جائے کہ اس گھمسان کو متوازن کہنا کس عاقل کے نزدیک جائز ہوگا۔

واعظ ذرا سنبھل کے زباں کھولنا یہاں
محفل میں رند بھی ہیں سبھی بے زباں نہیں

مجھے حیرت ہے کہ جو لوگ عقائد اہل سنت کی تصدیق کے باب میں قرآن وحدیث

کے ارشادات اور ائمہ دین کی تصریحات پر مطمئن نہیں ہیں وہ لوگ کسی جاہل کی خرافات ہضم کرنے میں اتنے کشادہ دل کیسے واقع ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر نجم القادری نے ماہنامہ خضر راہ الہ باد بابت مئی ۲۰۱۳ء کے حوالے سے اس کا ایک فریب نقل کیا ہے ملاحظہ کریں۔۔

اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔

جوابا عرض ہے:

یہ صریح باطل قول ہے قائل سے پوچھا جائے تمہارے اس قول کی تائید میں قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ دین سے کیا دلیل ہے، کسی سے جب بھی کفر ظاہر ہوگا تو کافر کہا جائے گا جو منع کر رہا ہے وہ دلیل لائے کہ کافر کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

ماہنامہ خضر راہ دسمبر ۲۰۱۴ء میں اصغر علی مصباحی نے لکھا ہے۔

اہلِ قبلہ کی تکفیر یا انہیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔

جواباً عرض ہے:

کیوں درست نہیں ہے، دلیل لاؤ۔

جنوری ۲۰۱۵ء کے حوالے سے ایک حدیث نقل کیا ہے۔

حضور فرماتے ہیں جو ہماری طرح قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے اور اللہ ورسول کے امان وذمے میں ہے۔

حضور اعلی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث پاک جس میں اہل قبلہ کی تکفیر منع ہے اس کی نہایت بے غبار شرح تفصیل قرآن وحدیث اور تصریحات ائمہ دین سے فرمادیا ہے جسے تفصیل درکار ہو وہ آپ کا رسالہ تمہید ایمان شریف کا مطالعہ کرے۔

حضرت مولانا مجیب اشرف صاحب ناگپور جہان مفتی اعظم ہند میں رقمطراز ہیں کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر کے باب میں ایک سوال حضور مفتی اعظم ہند سے ہوا۔

سوال یہ ہے:

اہلِ قبلہ کی تکفیر منع ہے یہ حضور نے بھی ارشاد فرمایا اور امام اعظم کا بھی یہی قول ہے اگر یہ صحیح ہے تو علمائے اہل سنت اشرف علی تھانوی قاسم نانوتوی اور دیگر اکابر دیوبند کی تکفیر کیوں کرتے ہیں کیا یہ لوگ اہل قبلہ نہیں ہیں؟

حضور مفتی اعظم ہند کا جواب ملاحظہ کریں:

جو شخص مطلقاً یہ کہتا ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر خواہ کیسا ہی کفر صریح بکے جائز نہیں ہے وہ جھوٹا، جاہل، بے باک اور شریعت پر افترا کرنے والا ہے۔فتاویٰ شامی میں دیکھو وہ فرماتے ہیں:

ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔کیا علامہ شامی کو اور دنیا کے تمام علمائے اسلام کو یہ قول معلوم نہ تھا کیا مدینہ منورہ کے رہنے والے منافقین جنہوں نے حضور کے دست پاک پر بیعت کیا تھا اور اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں وہ اہل قبلہ میں سے نہیں تھے۔کلمہ نماز روزے وغیرہ جملہ اسلامی کام کرتے تھے باوجود اس کے قرآن میں ہے۔

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔

تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

خود حضور نے ان پر کفر کا حکم عائد فرمایا ان کو اپنی مسجد کریم سے نکالا کیا مسلمانوں کو نکالا؟ ہرگز نہیں کیا اللہ اور اس کے رسول کو ان کا اہل قبلہ ہونا معلوم نہ تھا؟ یاد رکھو جو کفر بکے گا اس پر کفر سوار ہو جائے گا اہل قبلہ ہونا اس کو کفر کی بلا سے ہرگز بچا نہیں سکے گا اگر ایسا نہ ہو تو شریعت سے امان اٹھ جائے کیا شیطان اہل قبلہ نہ تھا وہ فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور کی طرف رخ کر کے عبادت کرتا تھا۔

قارئین کرام: موجودہ دور کے تازہ دم صلح کلی مرتدین کے سر سے کفر کا الزام دفع کرنے کے لیے اہل قبلہ کی تکفیر منع ہے کا اس وقت بہت زور وشور سے وظیفہ کر رہے ہیں۔ کفر بکنے والے کفر بک رہے ہیں اور گمراہ قلم کار علما کی بے غبار تصریحات سے نظریں چرا کر

اہل قبلہ کی تکفیر منع ہے کا وظیفہ کر رہے ہیں اس نقطے پر خضر راہ سمیت کئی افراد اور ادارے بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں اس لیے کہ اس قانون کی انہیں اپنے گھر میں ہی بہت ضرورت پڑ رہی ہے۔

حدیث پاک یا علمائے محققین کے ارشادات میں اہل قبلہ کے عدم تکفیر کا جو حکم ہے اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ کوئی کھلا کفر بکتا رہے اور اہل قبلہ سے ہونے کی دہائی دیکر حکم شرع سے بچ جائے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے:

اسی سال پندرہ جنوری ۲۰۱۵ء کو بھونڈی جانا ہوا وہاں مسجد طیبہ کے صدر اور دیگر ذمہ دار حضرات ایک محلہ میں ابو میاں کی آمد کی خبر سن کر ملاقات کو تشریف لے گئے تو ابو میاں کی خدمت میں کٹر وہابیوں دیوبندیوں کو موجود دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی تو موقع ملنے پر ابو میاں سے ان حضرات نے پوچھا کہ قرآن وحدیث اور ائمہ وفقہا کے ارشادات میں تو ان سے دور رہنے کی تاکید آئی ہے اور آپ ان کے ساتھ مصروف مرحمت ہیں۔ابو میاں نے جواب دیا:

ہاں مگر میرا طریقہ تبلیغ واصلاح الگ ہے۔

قارئین کرام سوال کو ایک مرتبہ پھر پڑھکر ابو میاں کا جواب پڑھیں تو آپکو نہایت وضاحت سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کھلے طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ۔

قرآن وحدیث اور ائمہ وفقہاء کے ارشادات سے الگ میرا طریقہ تبلیغ واصلاح ہے۔اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے الگ جس کا طریقہ تبلیغ ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہو سکتی ہے۔وہابیوں دیوبندیوں کی طرح آج بعض سنی نما مولوی اور مشائخ بھی آفر نکال رہے ہیں اس سے ان کا مقصد ہوتا ہے اپنے گرد عوام کی بھیڑ جمع کرنا۔وہابی چاند کی شرعی ثبوت کو نظر انداز کر کے ریڈیو تار ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعہ چاند کا ثبوت مان لیتے ہیں ان کو اس عمل کا نقد فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ سال بھر تک میلاد فاتحہ سلام و

قیام چادر و گاگر اور گیارھویں بارھویں شریف کے جشن عقیدت میں نعرۂ تکبیر و رسالت کے ساتھ ہماری تائید کرتے ہیں وہابیوں کے اس آفر پران کے خیمے میں چلے جاتے ہیں۔

اب بنام اہلسنت طرز وہابیہ کی پیروی میں نام نہاد سنی بھی آفر نکال رہے ہیں سنا ہے بعض اہلسنت ہونے کے مدعی مفتیوں نے بھی موبائل کے ذریعہ چاند کا ثبوت ماننے کے علاوہ ٹی وی تصویر کشی ٹائی کا جواز مشینی ذبیحہ اور بند ڈبے کے گوشت کی حلت بیان کرر ہے ہیں۔

قرآن وحدیث اور دنیا بھر کے محققین علماء اہلسنت کے مقابل جو کہے کہ میرا طریقہ تبلیغ واصلاح الگ ہے وہ قرآن وحدیث اقوال صحابہ، تحقیقات ائمہ دین اور ارشادات علمائے محققین کو بڑی ڈھٹائی سے رد کر رہا ہے عوام اہلسنت سے گزارش ہے کہ جو ڈھیٹ سب کو رَد کرر ہا ہے آپ اسے رد کردیں ورنہ ایسوں سے دین وعقیدہ کو سخت خطرہ ہے۔

سائل نے ابومیاں کے کچھ اشعار نقل کر کے حکم شرع دریافت کیا ہے اشعار درج ذیل ہیں:

حامد و محمود و احمد کون ہے ماسوائے حق محمد کون ہے

کس کو بھیجا اس نے یہ سوچو ذرا ماسوائے ذات جب کوئی نہ تھا

ذات واحد آپ ہے جلوہ نما نور کے پردے میں ہے بے چون وچرا

شکل احمد میں ہے متشکل احد ہر تجلی میں ہے متجلی صمد

شرک است آنکہ نخواند ایں سبق در وجود احمدی موجود حق

اور مندرجہ اشعار جامعہ اشرفیہ کے ایک طالب علم نے سنایا جو ابومیاں کی صحبت میں رہ کر آیا تھا۔

سعید اللہ کسے کہوں میں میرے پردے میں ہے تو یا الٰہی

عشق کی ابتدا بھی تو عشق کی انتہا بھی تو رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو

تجھ کو خدا کہوں کہ خدا کو خدا کہوں دونوں ہیں ایک جیسے میں کس کو خدا کہوں

مذکورہ بالا اشعار کے تعلق سے سائل نے دریافت کیا ہے کہ یہ اشعار کیسے ہیں ان

میں تاویل کی گنجائش ہے یا نہیں ایسے اشعار پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:

یہ خالص الحاد زدہ کفری اشعار ہیں اگر ایسے صریح کفریہ اشعار کی کوئی تاویل کرتا ہے تو پھر دنیا میں کوئی کفر کفر نہیں رہ جائے گا۔ کفر والحاد میں یہ اشعار بالکل صریح ہیں اور توحید باری تعالی کے عقیدے کے بالکل خلاف ہیں صریح میں تاویل مقبول نہیں ہوتی مثلا کسی کو کوئی حرامی کہکر یہ تاویل کرے کہ اس لفظ سے میں نے مسجد حرام میں رہنے والا یا اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا مراد لیا ہے تو کوئی بھی اس تاویل کو قبول نہیں کرے گا اس لیے کہ مذکورہ لفظ گالی کے معنی میں صریح ہے۔ مذکورہ اشعار میں رب تعالی کی تجسیم جسم والا قرار دینا تشبیہ اللہ تعالی کو کسی چیز سے تشبیہ دینا اتحاد دو ذات کو ایک ہی ذات قرار دینا حلول، رب تعالی کو اشیاء میں داخل ماننا بندے کو خدا اور خدا کو بندہ کہنا اور رب تعالی کے خالق و صانع عالم ہونیکا انکار کرنا یہ سب صریح کفریات ہیں اور مذکورہ اشعار میں تمام کفریات موجود ہیں۔ **فسبحن اللہ رب العرش عما یصفون**

اگر صریح کفریات میں تاویل کا محشر برپا کیا جائے تو دین سے امان اٹھ جائے پھر ہر جاہل فاسق باغی طاغی ملحد زندیق کفر بکتا پھرے گا اور تاویلات کی چادر عصمت میں فتوؤں کی زد سے بچتا رہے گا۔ بعض اولیاء سے عالم جذب میں کچھ الفاظ ظاہر ہوئے جو ظاہرا شریعت کے خلاف تھے مگر انکے صدق احوال نے اچھا معنی متعین کرایا حضرت عبد العزیز دباغ اپنی کتاب ابریز شریف میں فرماتے ہیں۔

اس کے قول میں تاویل کی جائے گی جس کا صدق حال شریعت کی کسوٹی پر بار ہا کھرا اترا ہو۔

مذکورہ اشعار کا قائل تو ایمانیات ہی میں مذبذب ہے تو اس کا حال خود ہی کفری معنی متعین کرر ہا ہے۔

سیدی الکریم حضور شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری صاحب

قانونِ شریعت نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی کا عالم وجد میں سبحانی ما اعظم شانی فرمانے کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مذکورہ قول پر جب علما نے تکفیر کیا تو حضرت بایزید نے فرمایا:

علما نے اچھا کیا ورنہ ہر جاہل زندیق ڈھیٹ ہو جاتا۔ اس کے بعد حضرت بایزید نے مریدوں سے فرمایا۔

آئندہ جب کبھی ایسا قول مجھ سے ظاہر ہو تو تم سب یکبارگی مجھ پر تلوار سے حملہ کر دینا، حضرت خواجہ بایزید سے دوبارہ یہی جملہ ظاہر ہوا تو مریدین نے یکبارگی ان پر تلوار سے حملہ کر دیا مگر تلواریں آپکے بدن پاک سے ایسے گزر جاتیں جیسے چراغ کی لو سے انگلی گزر جاتی ہے مریدین کو احساس ہو گیا کہ حضرت ایسے جملے کے سلسلے میں معذور ہیں صوفیاء محققین فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء ایسے موقعہ پر شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا تو وہ کافر ہوا اس لیے کہ اس نے اپنے نفس کے مطالبے پر کہا تھا اور اسے صدق حال حاصل نہ تھا۔ مذکورہ بالا اشعار اگر حضرت خواجہ بایزید بسطامی کے حال سے مشابہ ہیں تو پیش پردہ اور پس پردہ کے کچھ معتقدین کو چاہیے کہ ابومیاں کے صدق کو ظاہر کرنے کے لیے سب ایک ساتھ ان پر تلوار سے حملہ کر دیں میں سمجھتا ہوں کہ نہ ابومیاں اس کے لیے تیار ہوں گے اور نہ ان کے مریدین، معتقدین اس کی ہمت کریں گے مگر جو لوگ ابومیاں کا آج کفر ہضم کر رہے ہیں وہ ایک جھوٹ بھی گوارہ کر سکتے ہیں کہ خواجہ بایزید کی طرح ہم ابومیاں کا امتحان کر چکے ہیں اور اس امتحان میں کھرے اتر گئے ہیں۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سلسلے میں رافضی افراط میں بڑ کر گمراہ ہوئے اور خارجی تفریط میں بڑ کر گمراہ ہوئے مذکورہ اشعار میں قائل افراط کا شکار ہے مثلاً

شکل احمد میں ہے متشکل احد

اللہ تعالیٰ شکل وصورت سے پاک ہے شاعر احد (خدا) کو شکل احمد ہی بتا رہا ہے جو

کفر ہے۔

ایسے ہی درج ذیل شعر دیکھیں۔

عشق کی ابتدا بھی تو عشق کی انتہا بھی تو
رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو

اس شعر میں خدا کو بندہ اور بندہ کو خدا کہا گیا مذکورہ بالا شعر میں ''رہنے دے'' اردو زبان کا ایسا محاورہ ہے جو اس وقت بولا جاتا ہے جب قائل کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ قائل خلاف واقعہ بات بول رہا ہے یا باتیں بنا رہا ہے یا حقیقت کو چھپا رہا ہے تو کہا جاتا ہے۔ رہنے دے میں حقیقت سمجھ رہا ہوں۔

قارئین انصاف کریں کہ سبوح وقدوس پاک بے عیب ذات کے تعلق سے یہ انداز خطاب گمراہی نہیں تو اور کیا ہے مذکورہ مصرعہ میں آیت کریمہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ کا انکار بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے جو راز چھپانا چاہا وہ چھپ نہ سکا اور ابومیاں چاہے بن چاہے اس راز کو جان گئے۔ اللہ تعالیٰ ہر گمراہی سے امت کو محفوظ رکھے۔ آمین

✖ ✖ ✖ ✖

خضر راہ پڑھنا منع ہے

مولانا سید محمد ریحان احمد
نیا نگر منجھن پور، کوشامبی، الہ باد

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنے کا ذکر فرمارہے تھے تو ہم وہاں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ وعدہ خلافی میں مبتلا ہوجائیں، اور امانت میں خیانت کرنے لگیں، اور لوگوں میں بے جا اختلاط بڑھ جائے (اختلاط کا تذکرہ فرماتے ہوئے آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال دی) تو میں نے پوچھا یارسول اللہ اگر میری حیات وفا کرے تو میں اس وقت کیا کروں گا؟ (اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان فرمائے) تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شدید ضرورت سے بغیر گھر سے مت نکلو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اور اس چیز کو قبول کرلو جسے تم جانتے پہچانتے ہو اور اسے چھوڑ دو جس سے تم ناآشنا ہو (یا نیکی کرو برائی سے باز رہو) اور اپنی پرواہ کرو، عام معاملے سے خود کو دور رکھو، دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہرج کا زمانہ ہوگا، پوچھا گیا ہرج کے زمانے سے کیا مراد ہے؟ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت آدمی اپنے ہم نشیں سے محفوظ و مامون نہ رہ سکے وہ ایام ہرج ہے یعنی فتنے کا زمانہ ہے۔

اللہ اکبر! جب آدمی اپنے ہم نشینوں سے محفوظ نہ رہ سکے گا تو اپنے پڑوسیوں سے امن اور سلامتی میں رہنا تو بہت دور کی بات ہے، یہ زمانہ کچھ اسی طرح فتنے کا ہے فقیر راقم الحروف کا تو حال یہ ہے کہ علم دین کے ابلاغ وتبلیغ کا بہترین ذریعہ درس وتدریس سے فرصت نہیں ملتی، پھر جو وقت ملتا ہے بھی تو مطالعہ وکتب بینی، اور جو اس سے بچا تو خانگی اُمور

میں گزر جاتا ہے، دریں اثنا اتفاق سے شاہ صفی اکیڈمی سید سراواں کوشامبی سے نشر ہونے والا ماہنامہ خضر راہ ماہ جنوری 2013 کا پھر مئی 2013 کا دیکھنے کو ملا، جنوری والے شمارے کے اکثر وبیشتر مضامین سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں، جس کے صفحہ 4 پر سیرت کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اور پوری زندگی سے عام کرکے ایک داعی ومبلغ کے لیے سیرت کے ہر پہلو کو نمونہ عمل اور قابل عمل بتایا گیا ہے گوکہ اس مضمون کے شارحین نے خاصۂ نبوت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، اور ص 60 پر اشاعت دین کے لیے کافر سے خیر خواہی، ہمدردی اور محبت کرنے کا قول کیا گیا ہے، اور ص 21 پر قرآن کریم کی بعض آیتوں کے ناسخ ومنسوخ ہونے کی بحث چھیڑ کر اپنے موقف کو مبہم اور غیر واضح رکھا گیا، پھر اسی ناسخ منسوخ کے حوالے سے ص 28، 29 پر حالات کے پیش نظر آیت منسوخہ پر عمل کے جواز کی وکالت کی گئی ہے، اسی طرح شمارہ مئی 2013 کے ص 10 پر اللہ تعالیٰ افعال عباد کا خالق ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ قابل دید ہے یا نہیں، کو غیر قطعی اور غیر متواتر بتایا گیا ہے، اور ص 31 پر علمائے عاملین صالحین کو بے ثمر درخت بتایا گیا، اور بے عمل علما کو ببول کے درخت سے تشبیہ دے کر ان سے جسم وروح وایمان لہولہان ہوسکتا ہے، بتایا گیا۔ اور چونکہ مجھے اختصار مطلوب ہے اس لیے اتنے ہی پر بس کرتا ہوں جنہیں یقین نہ ہو وہ اوراغلاط، اور علمی وفہمی لغزشیں جنوری اور مئی 2013 والے شمارے میں دیکھ لیں۔

اب یہ ناچیز اس قصر اجتہاد کے بارے میں کیا بولے جس کی تعمیر غیر شرعی اور اجنبی بنیاد پر رکھی گئی ہو، تاہم اہل علم وفہم پر یہ بات روشن ہوگی کہ سیرت کے لغوی معانی، طور طریق، چلن، عادت، طرز زندگی، سوانح عمری وغیرہا ہوتے ہیں جس کے عموم میں جبلی طبعی، دینی دنیوی، ارادی غیر ارادی سارے افعال شامل ہیں جو بمنزلہ جنس کے ہے، اور چونکہ سیرت بروزن "فعلۃ" سار کا اسم نوع ہے جو فعل یعنی فقط سیر کی ہیئت ونوعیت پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کبھی سیر سے مراد، سیر کی ایک قسم، قطع مسافت اور کبھی سیر فی المعاملات، اور کبھی سیر الی العدو ہوتا ہے جو بمنزلہ نوع کے ہے، اب اگر سیرت سے مراد تمام افعال نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی اقتدا کرنا ہے تو کتب اصول اٹھا کر مبحث افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں وہاں بعض افعال جیسے غیر ارادی اور خاصۂ نبوت کو دائرہ اقتدا سے خارج کر دیا گیا، اور اگر سیرت کی اقتدا سے مراد بمنزلہ نوعی سیرت کے تمام افراد ہیں تو بھی درست نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں جو چاہیں کریں امت کو اس میں ہمسری کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور بعض سیرت نبی کا تعلق امر تکوینی سے تھا جیسے ابتدائے اسلام میں گستاخوں، منافقوں کو قتل نہ کرنا، اور اس جیسی بہت ساری نظیریں شرع میں موجود ہیں جس کی اقتدا ایں معنی کہ نبی نے کیا ہے تو ہم بھی کریں گے یہ درحقیقت اقتدا اور پیروی نہیں بلکہ نبی سے ہمسری کا دعوی کرنا ہے، جس کا صاف مطلب ظاہر ہے کہ افعال ہوں یا بمنزلہ نوع سیرت بعض سے اقتدا کی نفی رہی تو عام مطلق کہاں رہا؟! بات حقیقت یہ ہے کہ عندالشرع سیرت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی پر ہوتا ہی نہیں ہے لوگ جو سیرت کو پوری حیات مبارکہ پر بولتے ہیں وہ لغتا ہے نہ کہ شرعا اور استنباطا بلکہ سیرت کا اطلاق شرعا باعتبار اتباع فرد واحد کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

"وهي الطريقه فى الامور وفى الشرع تختص بسير النبي عليه السلام فى مغازيه" یعنی سیر سیرت کی جمع ہے اور وہ معاملات طے کرنے کو کہتے ہیں حالانکہ شرع میں سیرت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان طور طریقوں اور طرز عمل کے ساتھ خاص ہے جو غزوات میں واقع ہوئے اس لیے تمام کتب فقہ وفتاوی میں سیرت کے تحت غزوات کے مسائل بیان کیے جاتے ہیں اس لیے پہلے یہ تو ثابت کیا جائے کہ سیرت کا اطلاق شرعا پوری حیات مبارکہ پر ہوتا ہے اگر ایسا نہیں تو پوری حیات طیبہ پر سیرت کا اطلاق لغوی غیر شرعی ہے۔

رہی بات سیرت مطلقہ پر "لقد کان" الخ سے سند پیش کرنا تو وہ بھی مخدوش ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں موقع محل اور اقتضا کے اعتبار سے میدان جہاد میں لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے کو فرمایا گیا ہے، جلالین شریف میں

آیہ کریمہ "لقد کان" الخ یعنی "یقینا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے" کی یوں تفسیر کی گئی (اقتدابه فى القتال والثبات فى مواطنه) یعنی میدان ثبات وقتال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا بہتر ہے، اب اسی آیت کی رٹ لگا کر بے دلیل شرعی سیرت کو عام کرنے کی وکالت مودودی نے بھی کی ہے، دیکھئے مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن، جب کہ شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا عام مطلق ہے جس کی پیروی ہر گام نور علی نور ہے، اسی طرح تمام کتب فقہ وفتاوی میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ محبت بمعنی دوستی اخلاص قلبی، کافر، مرتد، وہابی جیسے تمام فرقۂ باطلہ سے ناجائز وحرام ہے، اس میں اشاعت دین کی غرض پیش کرنا ممنوع ہے اس کے لیے فقط کافر سے معاملات روا رکھا گیا ہے اسی طرح قرآن کریم کی بعض آیتوں کا ناسخ ومنسوخ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک اللہ تعالی کا خالق افعال عباد ہونا شرع محمدی میں قطعی اور یقینی ہے اور آخرت میں رویت باری تعالی کے واقع ہونے کے سلسلے میں دلیل سمعی متواتر المعنی وارد ہوئی ہے انہیں غیر یقینی بتانا اعتزال پسندی ہے اور علماء عاملین صالحین کو بے ثمر درخت بتانا اور بے عمل عالم کو ببول کے درخت سے تشبیہ دینا سوئے ادب ہے جب کہ علمائے عاملین صالحین حتی کہ بے عمل علما وارث کتاب اور نائب نبی ہیں تفصیل کے لیے ذات ستودہ مجدد مأۃ حاضرہ شیخ الاسلام والمسلمین اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ علیہ کی تالیف لطیف "مقال عرفا باعزاز شرع وعلما" ملاحظہ کیجیے۔

اس لیے ماہنامہ خضر راہ کے مندرجات کو پڑھنے کے بعد مجھے یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں ہے کہ اس کے مضمون نگار محض تحکم وجزاف سے کام لیتے ہیں اس لیے عوام ایسے ماہنامہ پڑھنے سے دور رہیں۔

واللہ اعلم بالصوب والیه المرجع والمآب

✖ ✖ ✖ ✖

کارپاکاں راقیاس از خود مگیر

مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی بدایونی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

تقریباً ۸۰۰ رسال پہلے کے بزرگ مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی نے ایک ظالم کی حکایت بیان کرتے ہوئے یہ شعر کہا تھا:

ماری تو کہ ہر کہ بینی بزنی　　　یا بوم کہ ہر کجا نشینی بکنی

تو سانپ ہے کہ جس کو بھی دیکھتا ہے ڈس لیتا ہے

یا اُلو ہے کہ جس جگہ بھی بیٹھتا ہے برباد کر دیتا ہے

تقلید سے بیزاری ونفرت کا اظہار کرنے والے، کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں دوسری دنیا بسانے والے سید سراواں الٰہ آباد کے ''ابومیاں'' کے بارے میں جب غور وفکر کریں گے ان کی اوران کے ہم نشینوں کی کج فکری کو آپ دیکھیں گے تو آپ کو ان پر شیخ سعدی شیرازی کے مذکورہ شعر کا مکمل انطباق نظر آئے گا۔ان سے جس کی بھی زیادہ قربت ہوئی تو اس کے ایمان وعقیدہ کی پختگی رخصت ہوتی چلی گئی ''ابومیاں'' کے قریب رہنے والوں میں سے کوئی ابن تیمیہ اور ابن قیم کی قصیدہ خوانی کرتا ہے تو کوئی غیر مقلدین کی روش کو اپناتے ہوئے طلاق ثلاثہ جیسے اجماعی مسئلہ میں ابن تیمیہ جیسے ضال ومضل کے مذہب پر فتوی دینے کا مشورہ دیتا ہے، کوئی کہتا کہ گاندھی کے افکار ونظریات پر عمل کی ضرورت آج زیادہ ہے، گاندھی کے عقائد و نظریات صوفیہ کے مطابق تھے۔بہر حال ''ابومیاں'' کی قربت اختیار کرنے والوں سے ایسی باتوں کا صدور ہوا۔معاذ اللہ!

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

''ابومیاں'' کے ہم نشینوں میں سے ایک نے ان کے اسی مذکورہ خلاف شرع شعر کو عین تصوف ثابت کرنے کے لیے صوفیائے کرام کا نام لے کر ایک ماہ واری پرچے کے کئی صفحات کالے کر کے دھاک جمانے کی کوشش کی، اوران کے ہم فکر و ہم خیال لوگ اس مضمون کو سوشل میڈیا پر یہ سمجھ کر عام کرنے لگے کہ اب اس صوفی گیری کا جواب کائنات میں کسی سے نہیں بن سکتا۔لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کے پاس ایک جعلی داعیِ اسلام ہے دنیا میں نہ جانے کتنے اسلام کے سچے داعی آج بھی موجود ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان کے پاس ایک ڈپلی کیٹ صوفی ہے، دنیا میں ابھی بہت سے حقیقی تصوف کے علم بردار موجود ہیں جو کبھی بھی ان کو آئینہ دکھا سکتے ہیں۔

صوفی باصفا حضرت مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی بدایونی مدظلہ مفتی اعظم اتراکھنڈ نے صوفیائے کرام کے افکار ونظریات کو پیش کر کے حقیقت کا آئینہ دکھایا اور بروقت ایک جامع اور تحقیقی مضمون تحریر فرمایا جس کو اہل علم نے خوب سراہا، فائدے کی غرض سے اس کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔　　(مرتب)

مولائے روم نے کیا خوب فرمایا

''کارپاکاں راقیاس از خود مگیر　　گرچہ باشد در نوشتن شیر وشِیر''

(پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (جانور) اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہوں۔

جس طرح شیر اور شیر میں بون بعید ہے اسی طرح کل کے صوفی اور آج کے صوفی میں بہت فرق ہے۔

کل جو صوفی کہتے تھے اس میں اخلاص کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا اور آج جو صوفی کہتے ہیں اس میں سوائے اخلاص کے سب کچھ ہوتا ہے (الا ماشاء اللہ)

آج کچھ نام نہاد صوفیوں نے قوم کو گمراہی کے غارعمیق میں دھکیلنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے

بزرگوں کی شطحیات کوڈھال بنا کراپنی ہفوات ومزخرفات سے شریعت حقہ کا مذاق اڑانا اپنا شیوہ کرلیا ہے۔

اوران خلاف شرع حرکتوں میں چند بذلہ خوار مولوی کہلائے جانے والے مریدوں کواپنا معاون بنا کرانہیں ڈھال کے طور پر اپنایا جارہا ہے۔

وہ بے چارے مرید اپنے صوفی کہلائے جانے والے پیر سے چند تصوف کے اسباق سن کراوران کے کچھ فارسی اشعارسن کراس قدر متاثر ومرعوب ہو بیٹھے کہ انہیں غزالی، رومی، سعدی، شیرازی، بسطامی اور سقطی سب کچھ سمجھ بیٹھے۔انہیں اپنی پیر کی ہفوات و خرافات میں اصفیائے کرام کی شاعری کا عکس نظر آنے لگاوہ اپنے پیر کی خلاف شرع باتوں کو بزرگوں کی شطحیات پر محمول کر کے علمائے حقہ کے شرعی فتاوی پر قدغن لگانے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ مدرسہ میں پڑھے شریعت کے سارے اسباق ان کے قلب وذہن سے یکسر محو ہو گئے۔اوراب محفلوں میں جلسوں میں ہر جاہر وقت نائبین انبیا کوعلمائے ظاہر کہہ کر ان کوتنقید کا نشانہ بنانا اپنا مشغلہ کرلیا ہے۔ان کی ہفوات ومزخرفات پر تنبیہ کرنے والے علما کوکم دماغ خرد ماغ گردانا جارہا ہے۔علما کوتصوف کے اسرار ورموز سیکھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔الغرض خلاف شرع امور کاارتکاب بہا نگ دہل کیا جارہا ہے اور بجائے اس کے کہ اس پرخفت وندامت ہوسر اٹھا کرفخر محسوس کیا جارہا ہے۔

کفر واسلام کی سرحد سے الگ محبت کی دنیا بسانے کی تعلیم عام کی جارہی ہے، اور اس پرتصوف کے مایہ ناز اصفیا کے شطحیات کو چاندی کے ورق کی طرح استعمال کر کے تصوفانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش بیکار کی جارہی ہے،اوراس طرح

" اناالحق ،سبحانی مااعظم شانی، یااللہ انت عبدی وانا ربك،لوائی ارفع من لواء محمد".

کہنے کی جوازی صورت پیدا کی جارہی ہے بلکہ

لاالہ الااللہ چشتی رسول اللہ۔

سے نبوت کی دعویداری کا میدان سازگار کیا جارہا ہے۔

بالجملہ بزرگوں کی شطحیات کا سہارا لے کرایسی مزخرفات کوعام کیا جارہا ہے جن سے کسی کا بھی ایمان جانے کا خطرہ ہے اگر یہی چلتا رہا تو وہ دن دورنہیں کہ ہرصوفی کہلانے والا شخص اپنے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا شروع کردے اور حوالے میں "لاالہ الا اللہ چشتی رسول اللہ" کوپیش کر کے دامن جھاڑلے،اوراگر شریعت حقہ کی پیروی کرنے والے علما حکم شرع بیان کریں توانہیں مصطلحات تصوف سے ناواقف ہونے کا طعنہ دے کر انہیں خاموش کرنے کی کوشش کی جائے۔

کوئی بھی داعی الی اللہ بننے کے بجائے" اناالحق" کہہ کراپنی ربوبیت کا اعلان کردے اور جواب میں حضرت حلاج کی شطح "اناالحق" سامنے رکھ دے۔

شدت فرح کا بہانہ بنا کر "یااللہ انت عبدی وانا ربك" کے ذریعہ خدا کواپنا بندہ اور خود کواللہ کہنا شروع کردے اور جب تنقید ہوتو حدیث کا حوالہ پیش کردے۔

خود کو "سبحانی مااعظم شانی" کہنے لگے اور دلیل میں بایزید بسطامی کی شطح پیش کردے۔

نبی کے جھنڈے سے خود کا جھنڈا بلند کرنے کا اعلان کرے اور جواب میں بسطامی کی شطح "لوائی ارفع من لواء محمد" کو بطور دلیل پیش کردے۔

کوئی حقیقت پوچھے تو خود کو جبرائیل ومیکائیل ابراہیم وموسی عیسی اور تو اور خود کو پیغمبر محمد بتائے اور جواب میں بایزید بسطامی کے کلمات سکریہ

"عرش منم فرش منم جبرائیل ومیکائیل منم ابراھیم و موسی وعیسی منم ومحمد منم"

سنا کر مدمقابل کوخاموش کردے۔

پہلے کفر واسلام کو یکساں بتائے پھرایمان کی مذمت اورکفر کی مدحت کرے بعد میں بت پرستی کی تعلیم دے بلکہ فخریہ طور پر خود کو بت پرست بتائے اور بتوں کے سامنے حاضر

ہوکر پوچھنے والوں کو صاف لفظوں میں کہہ دے کہ مجھے بتوں میں ہی خدا نظر آرہا ہے اور کوئی
مذہب پوچھے تو بتادے کہ میں نے اسلام اور بت پرستی دونوں ہی اختیار کر رکھی ہیں۔
جواب میں تصوف کی مسلم الثبوت شخصیات سلوک کی منزلیں طے کرنے والے مقدس
سالکین جیسے فریدالدین عطار سعدی شیرازی مولائے روم امیر خسرو وغیرہم کے اشعار سکریہ
بطور استناد پیش کر کے پلہ جھاڑ لے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اتنا بھی نہ سمجھے کہ وہ جن صوفیائے عظام کی شطحیات کو پیش کر رہا ہے وہ ان کی قدموں
کی دھول تک بھی پہنچنے کا اہل نہیں ہے۔ کہاں وہ مغلوب الحال اصحاب وجد صوفیا کہ علما و صلحا
ان کی جذب و مستی ان کی کیفیت بے خودی مغلوب الحالی کے لطیف اسرار و رموز بیان کرتے
ہوئے معرفت کے جام سے لطف اندوزی حاصل کریں۔ اور بعد میں یہ بھی کہتے جائیں کہ یہ
حضرات مغلوب الحال اور اصحاب وجد تھے۔ حالت مستی وجذب میں ان سے یہ کلمات صادر
ہوئے ہیں۔ جن کا مفہوم سوائے ان کے بس وہی جانے جو ان کے مقام تک پہنچ چکا ہے۔

بلکہ امام غزالی جنہیں عمارت تصوف میں مینار کی حیثیت حاصل ہے وہ ان
اصفیائے کرام کے کلام میں کلمات سکریہ کے تعلق سے یہ فرمائیں کہ

”یہ متشابہات کے مثل ہیں جن کا معنی و مراد وہی جانتے ہیں ان تک
ہماری عقل کی رسائی نہیں۔“

امام شعرانی یہ فرمائیں:

”چنانچہ کبھی عارف ربانی اپنی نظم وغیرہ میں حق تبارک وتعالیٰ کی زبان
پر یعنی اس کی ترجمانی میں کلام کرتا ہے کبھی لسان رسول علیہ الصلاۃ
والسلام پر بولتا ہے کبھی قطب کی زبان پر گفتگو کرتا ہے تو ان میں سے
بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی زبان پر کہہ رہا ہے تو وہ انکار میں جلدی
کرتا ہے۔“ [طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

مزید لکھیں کہ

”قزوینی نے اپنی کتاب سراج العقول میں امام الحرمین سے نقل
فرمایا کہ ان سے جب غالی صوفیوں کے کلام کی بابت پوچھا جاتا تو وہ
فرماتے تھے کہ اگر ہمیں کہا جائے کہ ان کے کلام میں سے
جو تکفیر کا تقاضا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو ہم
کہیں گے کہ یہ ایسی طمع ہے جس یہ مقام نہیں ہے کیوں کہ ان کا کلام
ادراک سے دور وہاں چلنا مشکل توحید کے سمندر کی تند و تیز موج سے
چلو بھرا جاتا ہے۔“ [مرجع سابق، ص ۶۷]

اور کہاں یہ نام نہاد صوفی جن کے بارے میں مولائے روم نے فرمایا:

حرف درویشاں بدزدیدہ بسے — تاگماں آید کہ ہستا و خود کسے
خردہ گیرد در سخن بر بایزید — ننگ دارد از درون او یزید
ہر کہ داند مر را چوں بایزید — روز محشر حشر گردد با یزید

”یعنی گندم نما جو فروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تا کہ لوگ
انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی
نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ ان کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی
دیکھ کر شرما جائے۔ جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا
اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہوگا۔“

[مثنوی مولانا روم، دفتر اول، حصہ دوم، ص ۲۴۶]

امام غزالی نے شطح کے بیان میں ایسے صوفیوں کی خوب خبر لی ہے جو اپنے کلام و
افعال کو بزرگوں کے اقوال واحوال پر منطبق کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ قطعاً اس کے اہل نہیں
ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں:

”وہ کہتے ہیں ہم سے فلاں بات کہی گئی تو ہم نے یہ جواب دیا وہ حسین

بن منصور حلاج کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں جنہیں اس قسم کے
کلمات کی وجہ سے سولی چڑھایا گیا تھا۔ وہ منصور کے قول ''انا الحق'' اور
حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں
انہوں نے ''سبحانی سبحانی'' کہا تھا، یہ ایسا فن کلام ہے جس سے عوام کو
بہت نقصان پہنچتا ہے حتی کہ بعض کاشتکاروں نے کاشتکاری چھوڑ دی
اور اس قسم کے دعوے شروع کردئے کیوں کہ اس قسم کے کلام سے
طبیعتیں لذت محسوس کرتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کے
خیال میں اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کے لیے ظاہری اعمال اور تزکیہ
نفس کی ضرورت باقی نہیں رہتی تو غبی کے قسم کے لوگ اس قسم کا دعوی
کیوں نہیں کریں گے اور وہ من گھڑت اور مہمل قسم کے کلمات کیوں
نہیں کہیں اور جب ان کے اس عمل پر اعتراض کیا جائے گا تو بلا تکلف
جواب دیتے ہیں کہ اس اعتراض کی بنیاد علم اور مناظرہ ہے اور علم تو ایک
حجاب ہے اور مناظرہ بازی تو نفس کا عمل ہے اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تو
یہ نور حق کے مکاشفہ کے باعث ہمارے باطن سے اٹھتی ہے یہ اور اس
قسم کی دوسری خرافات جن کا شر شہروں میں پھیل چکا ہے اور عوام کو اس
سے عظیم نقصان پہنچا ہے حتی کہ دین میں اس قسم کی باتیں کرنے والے
کو مار ڈالنا دس آدمیوں کو زندہ رکھنے سے افضل ہے۔''

[احیاء العلوم مترجم، ج ۱ ص ۱۱۵]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایسے ہی صوفیوں کی مذمت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''سست اعتقادی اہل بطالت باحکام شریعت کہ آنرا بشرائط
و آداب چنانکہ باید ادا نکردند ونتائج و ثمرات آں را در نیا
فتند پس براہ تردد وانکار رفتند و در ورطہ حرماں و خسراں

ابد در ماندند۔''

یعنی بعض لوگ جو اعتقاد میں سست ہوتے ہیں احکام شرع کو ان کے
شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور اس کے نتائج و ثمرات کو حاصل نہیں
کرتے بلکہ اس کے رد و انکار میں پڑ جاتے ہیں اور اس طرح ہمیشہ
محرومی و نقصان میں رہتے ہیں۔ [فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق ص ۲۷۹]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

''حشویہ روزگار میگویند مانیستم ہمہ اوست واین ہمہ
را توحید نام کنند و باین بہانہ از دائرہ امر و نہی بیرون
آیند و ہرچہ خواہند بگویند و ہرچہ خواہند بکنند و خود را
درویش و صوفی نام نہنند ع

بدنام کنندئہ نکو نامی چند

اعاذنا اللہ من ذلك''

یعنی آج کل بے دین لوگ کہتے ہیں سب کچھ وہی ہے اور اس کا نام
انہوں نے توحید رکھا ہے اور اسی بہانہ سے وہ اوامر و نواہی شرع سے
باہر نکل جاتے ہیں جو چاہتے ہیں کہتے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں
اس پر طرہ یہ کہ خود کو درویش و صوفی کہلاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ چند
بدنام زمانہ صوفی نیکوکار حضرات کو بدنام کرتے ہیں ہم اس سے اللہ کی
پناہ چاہتے ہیں۔'' [فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق ص ۳۳۸]

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

''اہلِ تصوف کا اخلاق یہ ہے (نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی) وہ
نہیں جو جھوٹے مدعی کہتے ہیں کہ انہوں نے طمع کا زیادت بے ادبی اور
گستاخی کا نام اخلاص اور حق سے نکلنے کا نام شطح رکھ لیا ہے یعنی یہ اپنی

زبان درازی اور بیباکی سے وہ باتیں زبان سے نکالتے ہیں کہ وہ دین
سے خروج کا سبب ہوتی ہیں یہی لوگ اتباع خواہش کو ابتلا بدخلقی کو
رعب و دبدبہ اور حکام سے قربت کو مسلمانوں کے لیے شفاعت کا نام
دیتے اور بخل کو دانائی سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ'' [سبع سنابل شریف، ص ۱۳۴]

حضور اعلیٰ حضرت نے مقال عرفا باعزاز شرع وعلما میں ایسے ہی نام نہاد صوفیوں کا
ذکر کرتے ہوئے امام عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی حدیقہ ندیہ کے حوالے سے بڑی
زبردست بات بیان نقل فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اے عاقل! اے حق کے طالب! ۔۔۔۔۔ تجھے حد سے گزرے
ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے
صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے
ہیں خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ شریعت کے راستے سے
ٹیڑھے ہو کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں جو شخص علمائے شریعت کی راہ
سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے کیونکہ
ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کیے ہوئے ہیں
اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو ایسے لوگ
شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں اگرچہ ان لوگوں کا دعوی یہ
ہے کہ یہ لوگ انوار سے روشن ہیں۔ طریقت کے جملہ جلیل القدر
بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں۔
اور احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں
کمالات کا تحفہ دیا اور طریقت سے بے خبر اپنی خرافات پر دھوکے کا
لباس پہنے ہوئے ہیں اور ظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔
ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے سامنے ادب سے بیٹھے

ہوئے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں
وسوسوں اور فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ مکمل بربادی ہے ان
کے لیے جو ان کا پیروکار ہو یا ایسوں کے کاموں کو اچھا جانے اور یہ
بربادی اس لیے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں۔''

[مقال عرفا باعزاز شرع وعلما، ص ۳۲، ۳۳]

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری مثنوی ہشت بہشت کے مقدمہ بنام الانھار میں
حضرت امیر خسرو کی تصوفانہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے اصطلاحات تصوف کا سہارا لے کر
اپنی ہفوات بھری شاعری عام کرنے والے نام نہاد صوفی شاعروں کا رد کرتے ہوئے رقم
طراز ہیں:

''ایسے شعرا جو خود مقامات تصوف کو طے کرنے والے نہیں ہیں صرف
الفاظ و مصطلحات صوفیہ لے کر اشعار میں نظم دیا کرتے ہیں اہل دل گروہ
اسے خوب پہچانتا ہے کہ یہ قال ہے حال نہیں۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ
ایسے ہی شعرا کے متعلق مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
(مکار صوفی بزرگوں کے کلمات چرا لیتا ہے، تا کہ بھولے بھالے
لوگوں پر اس کے ذریعہ منتر پڑھے)''

[مثنوی ہشت بہشت، مع مقدمہ الانھار، ص ۷۰]

الغرض آج کل کے جدت پسند آزاد روش کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور محبت کی
دنیا بسا کر ہر مذہب ہر مسلک کے پرستاروں کو اپنی محبت کے دام تزویر میں پھنسا کر اپنا اُلو
سیدھا کرنے والے نام نہاد صوفیا پر جنید و بایزید حلاج و شبلی عطار و سعدی مولائے روم اور
امیر خسرو جیسے مقدس اصفیا سے مساوات کا خبط سوار ہے۔ اور وہ بزرگوں کی ان باتوں کو جن
میں بظاہر کفر نظر آتا ہے علی الاعلان عام کر کے مسلمانوں کے ایمان کا سودا کرنے پر تلے

ہوئے ہیں۔

بلکہ اپنی حرکات سے ان مقدس ذوات علیا کے تقدس کو مجروح کرنے کی سازش میں مصروف ہیں۔

حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اصفیائے کرام کے وہ اقوال وافعال جو بظاہر شریعت کے مخالف نظر آتے ہیں انہیں اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اوران کی تقلید یاان سے استناد کی اجازت نہیں ہے۔

ہم یہاں چند مسلم الثبوت بزرگوں کے حوالے سے شطح کا مفہوم، اس کی حیثیت اور حکم نیز اس سے استدلال واستناد کا حکم بیان کردیں

اور بعد میں کفرواسلام کو یکساں ماننے اور بت پرستی وغیرہ کے تعلق سے ان کے اقوال کی وضاحت پیش کردیں۔ تاکہ ان نام نہاد صوفیوں اوراصل صوفیوں میں نیز بزرگوں کی شطحیات اوران کی ہفوات میں فرق واضح ہوجائے۔

شطحیات اصفیا کا مفہوم واحکام:

شیخ ابونصر سراج شطح کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان سال سائل فقال مامعنی الشطح فیقال معناه عبارة مستغربة فی وصف وجد فاض بقوته وهاج بشدة غلیانه وغلبته.“

اگرکوئی پوچھے کہ شطح کا معنی کیا ہے تو کہا جائے کہ شطح سے مراد وہ عجیب و غریب عبارت ہے جو حالت وجد میں شدت غلبہ کے سبب صادر ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

”فالشطح لفظة ماخوذمن الحرکة لانهاحرکة اسرار الواجدین اذا قوی وجدهم فعبرواعن وجدهم ذلك بعبارة یستغرب سامعها“

یعنی لفظ شطح حرکت سے ماخوذ ہے اس لیے اصحاب وجد حضرات پر جب وجد غالب آجاتا ہے تو ان کے اسرار کی حرکت کے نتیجہ میں وہ کلام جو سامع کو عجیب لگے ان سے صادر ہوتا ہے اسے شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔“ [کتاب اللمع، ص۳۷۵]

لطائف اشرفی مجموعہ ملفوظات حضور سید اشرف جہانگیر سمنانی میں ہے:

”الشطح هوافاضة ماء العرفان عن ظرف استعداد العارفین حین الامتیان حضرت قدالکبرا می فرمودند که قانون مقرره وقاعده مستقره صوفیه آنست که شطحیات مشائخ رانه ردبایدکردونه قبول .... اکثر تر اصحاب عرفان و بیشترازارباب وجدان اهل صحو اند و برخی از یںطائفه علیه و صوفیه ...ارباب سکر بودند که گاه گاهی درغلبه وحال جرات وصال از ایشان مقال شطحیات ...بفقدان وی همدران آوان مستغفر شده اند“

یعنی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا کہ عارفوں کے ظرف استعداد کے پر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی چھلک جانے کا نام شطح ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کا قانون مقررہ قاعدہ جاریہ یہ ہے کہ بزرگوں کی شطحیات کو نہ رد کرے نہ قبول کرے۔۔۔۔ بہت سے عارفین حضرات اوراصحاب وجداصحاب صحو ہیں اور بہت سے صوفیائے کرام ارباب سکر ہیں کبھی کبھی غلبہ حال اورحیرت وصال میں ان سے ان کلمات شطحیات کا صدور ہوجاتا ہے اور جب وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے تو وہ ان کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔“

[لطائف اشرفی فی بیان صوفی، ج۲ص۱]

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ان اصفیا کی غیر معقول و خلاف شرع باتوں اور حرکتوں سے متعلق فرماتے ہیں:

"بعضی از یں طائفه بسبب غلبه حال وسکر محبت کلمات و اشارات صادرشده که بفهم اهل ظاهر در نیاید و بعضی اعمال وحرکات بوجوه آمده که مخالف ظاهر فتوای شریعت باشدوآنرا شطحیات مشائخ و هفوات ایشان خوانندومبهمات وموهمات نیز گویند کلمات مثل اناالحق وسبحانی ولیس جبتی سواه و انا هو و هو انا ومانندآں وافعال مثل تنویر لحیه وخرق ثیاب والقای دراهم درآب والقاء نفس درمهالك وامثال آں و منشاء صدورایں کلمات وافعال طفح سکروغلبهٔ حال وفقدان ضبط واختیاراست ....وآنچه از یں طائفه درحالت سکروغلبه حال صادر کرد و قولاً و فعلاً طریق اسلم درانجاتسلیم است وترك مبادرت بانکار و اعتراض باعدم جوازتقلیدوصحت اتباع دراں و ایشان خودنیزمریدان رابمتابعت واقتدابامثال این اموروصیت نمی فرمودندبلکه بازمی داشتندومنع می کردند......لیکن ایں قول وفعل که ازطفح و غلبه آن صدور یافته صحیح نیست ومشروع ومحل اقتدا و اتباع نه."

یعنی اس گروہ کے بعض بزرگوں سے غلبہ حال اور سکر کے سبب ایسے کلمات واشارات صادر ہوئے ہیں جو اہل ظاہر کی سمجھ سے پرے ہیں

اور بعض اعمال اور حرکات خلاف شرع ظاہر ہوئے ان کو مشائخ کی شطحیات وہفوات نیز مبہمات وموہمات بھی کہتے ہیں اور ان کلمات و افعال کے صادر ہونے کا سبب مدہوشی غلبہ حال اور بے اختیار ہونا ہے۔لہٰذا اس گروہ سے حالت جذب ومستی میں جو قول وفعل صادر ہوں ان سے متعلق بجائے انکار کے سکوت ہی بہتر ہے اور اس میں ان کی تقلید و پیروی بھی جائز نہیں ہے یہ لوگ خود اپنے مریدوں کو ان امور کی پیروی سے منع فرماتے البتہ یہ قول وفعل جو مدہوشی اور وجد میں صادر ہوئے وہ درست ومشروع نہیں اور اقتدا و اتباع کے لائق بھی نہیں ہیں۔" [مرج البحرین فارسی ص ۱۴۱ تا ۱۴۷]

اپنے ایک مکتوب میں کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"وآنچه از یں طائفه بجهت غلبه سکروسطوت حال از انچه بفتوا ے ظاهرشریعت راست نیایدازقول وفعل نقل کنند بعد از صحت نقل طریق احوط درو ے توجیه وتطبیق است یاسکوت وتسلیم باعدم اتباع و اقتدا و اقتدا و اتباع در واضحات رودنه درموهمات و مبهمات وصاحب حال صحیح برتقدیرعدم ضبط و اختیار معذور است ومنکرآں بحکم علم وشریعت معذور تر وسکوت باغماض وتوقف برتقدیراحتمال و اشتباه باحتیاط وانصاف قریب تر"

اس جماعت سے غلبہ حال وسکر میں خلاف شریعت جو باتیں صادر ہوئی ہیں تو حکایت کی صحت کے بعد احتیاط اس میں ہے کہ توجیہ کی جائے یا سکوت اختیار کیا جائے لیکن اتباع کسی بھی حال میں نہ کیا جائے اتباع

واضح باتوں میں کیا جاتا ہے نہ کہ مبہم وموہم باتوں میں اور اگر صاحب حال
بے اختیار ہے تو معذور ہے اور اس کا منکر علم شریعت کی وجہ سے وہ بھی
معذور ہے اور ان امور میں بر تقدیر احتمال واشتباہ سکوت احتیاط وانصاف
سے زیادہ قریب ہے۔[مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبار الاخیار ص ۱۰۱]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"بعضے مشائخ درار باب احوال نیز هر که بجهت طفح
و سکر و غلبۂ حال نه بریں‌منوال مقال آورده محل
اقتدا و مستحق اتباع نیست فالحق احق ان یتبع و ما ذا
بعد الحق الاالضلال ولیکن انچه طریقه فقراوار باب
ایں نسبت علیادر باب شطحیات وطامات صوفیه
یافته می شودآنست که در ردوانکارآں و تشنیع و تقبیح
اهل آں جانب توقف وسکوت واغماض وصفح و
اعراض نگاه می دارندوایشانرادر صدور آں‌مغلوب
و معذور می شمارند."

یعنی بعض صاحب حال بزرگوں کے خلاف شرع اقوال جو ان سے غلبہ
حال کے سبب صادر ہوئے وہ قابل اقتدا و اتباع نہیں ہیں حق کا اتباع
ہی ضروری ہے البتہ فقرا وصوفیا کے جو شطحیات پائے جاتے ہیں ان کی
تردید میں اور تشنیع وقباحت بیان کرنے میں سکوت اختیار کرنا چاہیے
اور ایسے معاملات میں ان کو مغلوب ومعذور سمجھنا چاہیے۔

[مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبار الاخیار ص ۸۳، ۸۴]

شیخ ابن عربی کی کتابیں چوں کی شطحیات سے بھری ہوئی ہیں ان کی کتابوں بلکہ اس
جیسی کتابوں سے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شیخ احمد کے حوالے سے شیخ محقق

علی الاطلاق رقمطراز ہیں:

"ومختار شیخ جلال الدین سیوطی که از علماء متاخرین
حدیث است درشان شیخ آنست که اعتقاد ولایت و
تحریم النظرفی کتبه وتحریم نظردرکتب ایشاں خود
مذهب ایشاں است می گویدونحن قوم یحرم النظرفی
کتبنا الا لمن الخ ......شیخ ذکره الله بالخیر می فرمود
که دریں کتاب وما نندایں کتاب زهر است شکر
اندود کرده از واضحات اینها محفوظ باید شد و در
مبهمات آں خوض نکرددمطلقا از فوائد آں محروم نشد
و درملاء بااغیارنقل نکرد....انصاف آں که در بعضے
مواضع ایں کتاب آنچه بفهم ظاهر می آید آں خود محل
تردد و انکار است وکسی راکه غم ایمان ورعایت اسلام
است بتقلید دراں جا افتادن واعتقاد کردن از درجه
احتیاط دور است وخداداند که ایشاں چه قصد کرده
اند پس فی الحال انکارراجع بچیزی است که از ظاهر
عبارت مفهوم میگردد و درفهم مامی در آید بنا احتمال
آنکه چیزے اراده کرده باشندکه نه منکر باشد."

شیخ جلال الدین سیوطی جو متاخرین محدثین میں سے ہیں شیخ ابن عربی
کے بارے میں ولایت کا اعتقاد رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن ان کی
کتابیں دیکھنا حرام ہے ان کی کتابیں دیکھنے کی حرمت خود ان کا بھی
مسلک ہے فرماتے ہیں کہ ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہیں مگر اہل کو
.... شیخ احمد فرماتے ہیں کہ اس کتاب اور اس جیسی کتابوں میں

شکر لپٹا ہوا زہر ہے ان کتابوں کی واضح باتوں سے محظوظ ہونا چاہیے
لیکن اس کے مبہمات میں غور نہیں کرنا چاہیے البتہ ان کے فوائد سے
مطلقاً محروم بھی نہیں ہونا چاہیے اور نہ محفل اغیار میں نقل کرنا چاہیے
.... اس کتاب کے بعض مواقع سے جو ظاہراً سمجھ میں آرہا ہے وہ
بھی محل تردد ہے اور جس کو اپنے ایمان واسلام کی فکر ہے وہ ان مقامات
کی تقلید واتباع سے دور بھاگتا ہے اور ان کی مراد تو اللہ ہی جانتا ہے
انکار اس سے جو بظاہر مستفاد ہے اور سمجھ میں آیا ہے ان کے قصد وارادہ
کا نہیں جو ان کی مراد ہے وہ یقیناً فاسد ومنکر نہ ہوگی۔

[مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبار الاخیار ص۸۶،۸۷]

شاہ عبدالصمد کی تحفۃ العارفین میں ہے:

''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسبب تفخن سکر اور غلبۂ حال وفقدان ضبط اور
اختیار کے مخالف ظاہر شرع کے ان سے واقع ہوتے ہیں مگر عنداللہ ان
دونوں صورتوں میں یہ گروہ متبرک مرفوع القلم اور معذور ہے الا یہ قول و
فعل جو اس گروہِ عالیہ سے بسبب غلبہ حال اور سکر سے صادر ہوتے ہیں
لائق تقلید اور قابل سند کے نہیں۔'' [ص۵]

بزرگوں کے کلام میں کفر واسلام کے مفہوم کا حکم:

بعض صوفیا سے اسلام اور کفر سے متعلق ایسی باتیں منقول ہیں جسے نہ عقل قبول
کرے نہ شرع مثلاً اسلام وکفر کو یکساں گردانا اور دونوں میں کوئی امتیاز نہ کرنا بلکہ کبھی کبھی
اسلام کی مخالفت اور کفر کی تائید کرنا، تو اس طرح کی باتوں کو بھی صوفیا شطح پر محمول کرتے
ہیں اور انہیں اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان کی تقلید سے منع کا حکم کرتے ہیں۔

مجدد الف ثانی نے اس تعلق سے بڑی ہی نفیس بحث فرمائی ہے اور کفر واسلام کو
یکساں ماننے والوں نیز اشعار سکریہ سے کفر واسلام کی یکسانیت بلکہ اسلام سے دوری کا

درس دینے والوں کے ناپاک خیالات اور آزادانہ تصوف کی ملحدانہ چالوں کے سارے تار و
پود بکھیر کر رکھ دئے ہیں۔ فرماتے ہیں

''عزیزے می فرماید

بکفر واسلام یکساں نگر که هر یك زدیوان او دفتریست

وآن موطن فناواستهلاك است وایں دیدنه باختیار سالك است
پس هر آئینه معذور باشدوهر سالکے راکه از یں مقام نگزرانندوبمقام
فرق بعدالجمع نرسانندبوے ازاسلام حقیقی بمشام جان او نخواهد
رسید و درکفرحقیقی محبوس ابدخواهدماندومرضی حق سبحانه را
از نامرضی اوتعالیٰ امتیاز نتواندکرد....وهم چناں که درمرتبه شریعت
عدم امتیازمیان اسلام وکفرکفرشریعة است درمرتبه حقیقة عدم
امتیازمیان این هردوکفرحقیقة است وایضاً پیش ازظهورغلبه حال
عدم امتیازمیان اسلام وکفرچنانکه نزداهل شریعت کفراست نزد
اهل حقیقة نیزکفراست ومذموم اگر اختلافے هست میان اهل
شریعة واهل حقیقة درصورت غلبه حال است دررنگ منصورحلاج
که مغلوب حال بوده است اهل شریعت بکفراوحکم کرده اندنه اهل
حقیقت امانزداهل حقیقت هم منقصت دامنگیراوست ازکاملان نمی
شمرند و از مسلمانان حقیقی نمی انگارند ایں شعر منصور باین معنی
شاهد است۔

کفرت بدین الله والکفرواجب لدی وعندالمسلمین قبیح

بادین خداے کفرنموده ام ودین کفر بنزدمن ضرورست و نزد
عام مسلمانا ن قبیح است.

پس پیش ازظهورغلبه حال تقلیدارباب احوال نمودن و تمیز

ناکردن از بے تمیزی است والحادوزندقه وکفرشریعت وحقیقة است
عاذنا الله سبحانه وجیمع المسلمین من امثال هذه التقلیدات شایان
شان تقلیدعلوم شرعیه است نجات ابدی منوط بتقلیدحنفی وشافعی
است واحوال جنیدوشبلی رحمهم الله از برائی دومصلحت بکارمے
آیند پیش ازظهوراحوال استماع همیں اقوال رامصداق محك احوال
خود می سازند و بشراین دومصلحت اقوال ایشان راداشتن و غور
کردن دران ممنوع است احتمال ضررغالب است عاقلان درمحلے که
توهم ضرور باشداقدام نمی نمایندفکیف که ظن غالب باشد.

بعضے از مشائخ طریقت قدس سره درسکردرغلبه حال گفته
اند که کافردررنگ مومن واصل مقصود حقیقی است اگرچه راه
وصل شان متائن ومتغائرافتاده است چه کفارازراه اسم المضل میر
سند و اهل اسلام ازراه اسم الهادی وامثال ایں سخنان دریں مقام
بسیار گفته اندوجماعة دیگرازمشبهان ایں طائفه علیه دریں باب ازراه
تقلید محض یادروقت ظهورنورتوحیدصوری نیزسخنان بسیار رانده
اند و ساده دلان را ازراه برده حقیقة ایں سخن برنگ دیگراست که بر
اکابر اهل الله که باستقامة حال مشرف اندمنکشف ساخته اند"

یعنی ایک عزیز نے کہا کہ تم اسلام اور کفر کو برابر جانو کیوں کہ ہر ایک اسی
کے دیوان کا دفتر ہے۔

کفر اور اسلام کو یکساں دیکھنا غلبہ توحید اور افراط سکر کے وقت ہے جو
جمع صرف کے مقام میں ہے اور یہ فناء واستہلاک کا مقام ہے یہ دید
سالک کے اپنے اختیار سے نہیں ہے اس لیے وہ معذور ہے۔ جب تک
سالک کو اس مقام سے ترقی نہ دیں اور جمع کے بعد فرق کی منزل تک نہ

پہنچائیں تب تک اسلام حقیقی کی بو سالک کے مشام جان کو معطر نہیں
کرتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ کفر حقیقی میں محبوس رہتا ہے اور اللہ پاک کی پسند و
ناپسند میں امتیاز نہیں کر سکتا اور جس طرح شریعت کے مرتبہ میں اسلام
اور کفر کے درمیان تمیز نہ کرنا شریعت کا کفر ہے اسی طرح حقیقت کے
مرتبہ میں کفرواسلام کے درمیان تمیز نہ کرنا حقیقت کا کفر ہے نیز غلبۂ
حال کے ظہور سے پہلے کفرواسلام کے درمیان تمیز نہ کرنا جس طرح
اہلِ شرع کے نزدیک کفر ہے اسی طرح اہل حقیقت کے نزدیک بھی
کفر اور مذموم ہے اگر اہل شریعت اور اہل حقیقت کے درمیان
اختلاف ہے تو غلبہ حال کی صورت میں ہے جیسے منصور حلاج کا حال تھا
کہ وہ مغلوب الحال تھے اہل شریعت نے ان پر حکم کفر کیا ہے اہل
حقیقت نے نہیں کیا لیکن اہل حقیقت کے نزدیک بھی نقص اور عیب ان
کے دامن گیر ہے ان کو کاملوں میں شمار نہیں کرتے اور حقیقی مسلمانوں
میں نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اس پر شاہد ہے۔

میں دین حق سے کافر ہوا مجھ پر کفر واجب ہے اگرچہ مسلمانوں کے
نزدیک یہ کفر بدتر ہے۔ لہٰذا غلبہ حال کے ظاہر ہونے سے پہلے ارباب
احوال کی تقلید کرنا اور اس میں تمیز نہ کرنا بے تمیزی ہے اور شریعت و
حقیقت میں الحادوزندقہ اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو
اس قسم کی تقلید سے بچائے تقلید کے لائق علوم شرعیہ ہیں اور دائمی نجات
حنفی اور شافعی کی تقلید پر وابستہ ہے جنید اور شبلی کے اقوال دو قسم کی
مصلحت کے لیے کام آتے ہیں یعنی احوال کے ظاہر ہونے سے قبل ان
اقوال کا سننا طالبوں کو ان احوال کا شوق بخشتا ہے اور ان میں وجد پیدا
کرتا ہے اور احوال کے ظاہر ہونے کے بعد انہی اقوال کو اپنے احوال کا

مصداق بنا لیتے ہیں ان دو مصلحتوں کے بغیر ان کے اقوال میں غور کرنا
اور ان کو جاننا منع ہے اور اس میں بہت ضرر کا اندیشہ ہے عقلمند لوگ
جہاں ضرر کا وہم ہو قدم نہیں رکھتے تو پھر جہاں ضرر کا ظن غالب ہو وہاں
کیوں جائیں۔

بعض بزرگوں نے مدہوشی اور غلبہ حال میں کہا ہے کہ کافر بھی مومن کی
طرح مقصود حقیقی تک پہنچنے والا ہے گو اس کے وصل کا راستہ الگ ہے
یعنی کافر لوگ اسم متصل کی راہ سے پہنچتے ہیں اور مومن اسم ہادی کی راہ
سے اس مقام پر اس طرح کی باتیں بزرگوں نے بہت کی ہیں اور ان
لوگوں نے بھی جو خود کو ان بزرگوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اس
تعلق سے محض تقلید کے طور پر یا توحید صوری کے ظہور کے نور کے وقت
اس قسم کی باتیں بہت کہی ہیں اور بہت سے سادہ دل والوں کو گمراہ کیا
ہے۔ اس قسم کی باتوں کی حقیقت کچھ اور ہی ہے جس کو اکابر اولیاء اللہ
نے جو حال کی استقامت سے مشرف ہیں منکشف اور ظاہر فرمایا ہے۔"

[معارف لدنیہ، فارسی، ص ۴۲، ۴۳، ۴۴]

امام ربانی مجدد الف ثانی نے جب اپنے پیر و مرشد کی بارہ میں رہ کر سلوک کی
منزلیں طے کیں تو اس مقام تک پہنچ گئے جہاں خودی سے خود کا کوئی واسطہ نہیں رہتا اور آدمی
بے خودی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے خود کی خبر نہیں رہتی وہ خود کے بارے میں سوچنا
بولنا سب کچھ چھوڑ دیتا ہے وہ کیا بول رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں رہتی اور اس وقت وہ بولا ہوا ہر
ہر لفظ سکر کا جامہ پہن لیتا ہے امام ربانی کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا کہ جب انہوں نے اپنے
پیر و مرشد باقی باللہ کے ہاتھوں جامہائے معرفت نوش کیے تو مدہوش ہو گئے اور شریعت کو
احمقوں کا طریقہ بتانے لگے اپنا مذہب کافروں کا دین قرار دینے لگے پری کے زلف اور
چہرے کو کفر و اسلام سے تعبیر کرنے لگے اور کفر و ایمان کو مساوی سمجھنے لگے، لیکن جب حالت

سکر سے صحو کی منزل میں پہنچے تو پھر اپنی ان شطحیات سے رجوع کرتے دکھائی دیئے۔
فرماتے ہیں:

"ایں طریقۂ علیہ دراندک مدت توحید وجودی منکشف گشت
و غلوی در ین کشف پیداشدعلوم و معارف این مقام فراوان ظاهر
گشتند وکم دقیقه ازدقائق این مرتبه مانده باشدکه آنرامنکشف نه
گردا نیدندد قائق معارف شیخ محی الدین ابن العربی راکماینبغی لائح
ساختند و تجلی ذاتی که صاحب فصوص آنرابیان فرموده است و
نهایت عروج وجزآنرانمی دانندودرشان آن تجلی می گو ید وما بعد
هذا الا العدم المحض بآن تجلی ذاتی مشرف گشت وعلوم ومعارف آن
تجلی را که شیخ مخصوص بخاتم الولایة میداندنیزبه تفصیل معلوم
شدند و سکر وقت وغلبۂ حال در ین توحیدبحدے رسیدکه در بعضی
عر یضها که بحضرت خواجه نوشته بوداین دو بیت راکه سراسر سکر
است نوشته بود

رباعی

اے در یغاکین شریعت ملت اعمائی است
ملت ماکافری وملت ترسائی است
کفر وایمان زلف وروے آن پری زیبائی است
کفروایمان هردواندرراه مایکتائی است

وایں حال تامدت مدیدکشیدوازشهودبسنین انجامیدناگاه
عنایت بیغایت حضرت الله جل سلطانه از دریچۂ غیب در عرصۂ ظهور
آمد و پردئه رو پوش بیچونی و بیچگونی رابرانداخت"

اس طریقۂ عالیہ کی جد و جہد کے تھوڑی مدت کے بعد مجھ پر توحید وجودی

ظاہر ہوگیا اور اس کشف میں بے حد زیادتی ہوئی اور اس مقام کے علوم
و معارف بہت زیادہ ظاہر ہوے اور شاید ہی کوئی دقیقہ ان میں سے
باقی رہا ہو جس کو فقیر پر منکشف نہیں کیا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی
کے معارف کی باریکیاں کو جس طرح کہ چاہیے تھا ظاہر فرمایا........
فقیر اس تجلی ذاتی سے مشرف ہوا اور اس تجلی کے علوم و معارف جو شیخ
خاتم الولایۃ سے مخصوص جانتا ہے تفصیل سے معلوم ہوئے سکر وقت اور
غلبۂ حال اس توحید میں اس مقام تک پہنچا کہ اپنے عریضوں میں جو کہ
حضرت خواجہ کو لکھے تھے یہ دو شعر جو کہ سراسر سکر ہے لکھے تھے۔
یہ شریعت احمقوں کا طریقہ ہے لیکن ہمارا مذہب کافروں کے دین پر
ہے اس پری کی زلف اور اس کا چہرہ کفر اور ایمان ہے اور کفر اور ایمان
ہمارے راستے میں برابر ہے۔ اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں
سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی ناگاہ حق تعالیٰ کی اچانک اللہ تعالین کی
عنایت بے غایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چونی
اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا۔''

[مکتوبات امام ربانی فارسی جلد اول مکتوب ۳۱ ص ۸۶،۸۷]

غور کا مقام ہے کہ مجدد الف ثانی جیسے مرد قلندر نے شریعت کو احمقوں کا طریقہ بتایا اور کافروں کے دین کو اپنا مذہب بتایا پری کے زلف و رخسار کو کفر اور ایمان بتاتے ہوئے کفر اور ایمان کے یکساں ہونے کا ذکر کیا، مگر خود ہی اس کارد اس طرح کیا کہ اسے سکر پر محمول بتایا اور سکر کا اپنے مکتوبات میں جا بجا ذکر کرتے ہوئے صاحب سکر کو معذور و مجبور قرار دیا۔ مرجع سابق میں بھی کفر و ایماں کے یکساں ہونے پر تفصیلی کلام کر کے اس کو غلبہ حال پر محمول کیا لیکن اس پر تصوف کے ایسی کسی بھی اصطلاح کا لیبل چسپاں نہیں کیا جس سے وہ خلاف شرع نہ قرار پائے بلکہ اسے مغلوب الحال صوفی کی شطح بتا کر خلاف شرع قرار

دیا اور اس سے استناد و استدلال کی ساری گنجائشوں کو ختم کر کے اس کی تقلید و اتباع سے باز رہنے کا صاف حکم فرما دیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تو اسلام اور کفر میں فرق نہ کرنے والوں کو جاہل و بیوقوف بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''بعضے از آنہا بر دست سفیہان وجلاہلان کہ در اسلام وکفر ہم فرق نمی
کنند بیعت می کنند۔''

بعض لوگ ایسے بیوقوف جاہلوں کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتے ہیں جو
اسلام وکفر میں فرق نہیں کرتے۔ [ارشاد الطالبین، ص ۶، ۷]

مگر فقیر کو یقین ہے کہ انہوں نے نام نہاد صوفیوں کے بارے ہی میں ایسا لکھا ہوگا ورنہ ان کی کتابوں میں مقدس اولیاے کرام کی ایسی بہت سی شطحیات مذکور ہیں۔

الحاصل: اصفیا کے کلام میں جہاں کفر و اسلام میں مساوات یا اسلام پر کفر کو ترجیح یا دونوں میں عدم امتیاز یا دونوں سے بیزاری و تنفر کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ ان سے حالت سکر میں صادر ہوا ہوتا ہے اور حالت سکر میں اگر صوفی خلاف شرع اقوال کا مرتکب ہو جاے تو اسے مجبور و معذور سمجھا جاتا ہے اور اس کے کلام کی تقلید و اتباع نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ایسی شطحیات سے اپنی خرافات و لن ترانیوں کے استناد کی اجازت ہوتی ہے۔

بزرگوں کی شاعری میں بت پرستی کا ذکر:

بعض مغلوب الحال اصفیا کے کلام میں بت پرستی وغیرہ کا ذکر بھی پایا جاتا ہے تو اسے بھی مثل سابق شطح سے ہی تعبیر کیا جاے گا اور کسی کے لیے ان کی تقلید میں اس طرح کی باتیں کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔ ہم یہاں بس ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ عبدالباری نے بھی ایک شعر کہا تھا:

عمرے کے بآیات واحادیث گزشت
رفتے ونثار بت پرستی کردے

وہ عمر جو آیات واحادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی۔
بعد میں توبہ بھی کی حالانکہ زبردست عالم تھے خانقاہی مزاج رکھتے تھے باوجود یکہ انہوں نے یا ان کے کسی ہمنوا نے یا اس دور کے کسی خانقاہی صوفی یا علماے ظاہر میں سے کسی عالم نے صفائی میں کسی صوفی کی کوئی شطح پیش نہ کی کیا وجہ تھی؟ ان کے پاس علم نہ تھا؟ کیا انہیں اصفیا کی کتابیں پڑھنے کی صلاحیت نہ تھی؟ کیا وہ اپنے اس کفریہ شعر پر شطحیات کا لیبل چسپاں کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے؟ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے یا ان کے کسی ہوا خواہ نے ان کے کفری شعر کی تائید میں کوئی شطح پیش نہیں کی؟ اور حیرت بالاے حیرت کہ امام اہل سنت جنہوں نے ہمیشہ اپنے تو اپنے بیگانوں کی عبارتوں میں بھی حتی الامکان تاویل کی کوشش کی ہوا ان کو بھی یہ نہیں سمجھ آیا کہ ایسے اشعار تو رومی وعطار وغیرہما کی شاعری میں بکثرت پائے جاتے ہیں، کیا وہ تصوف کے اسرار ورموز سے واقف نہ تھے؟ کیا ان کو شطحیات کا علم نہ تھا؟ کیا وہ فارسی اشعار کا مفہوم سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے تھے؟ کیا وہ بھی انہیں علماے ظاہر میں شامل ہیں؟ کیا انہیں آج کے تصوف شناس قلم کاروں کے برابر بھی تصوف سے واقفیت نہ تھی؟ کیا ان کی ذہنیت بھی آج کے مولویوں کی طرح تھی؟ کیا وہ شعر وادب اور ذوق تصوف سے آشنا نہ تھے؟

یقینا جواب نفی میں نہیں ہوگا کیوں کہ وہ بھلے ہی اعلیٰ حضرت کی شہرت ختم کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں مگر اتنی ہمت کہاں سے لائیں گے کہ ان کی مخالفت علی الاعلان کرسکیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت صرف مولویوں کے ہی امام نہ تھے بلکہ وہ اپنے دور میں امام الاصفیا کے مقام پر فائز تھے ان سے زیادہ بھلا کون تصوف کے اسرار ورموز سے واقف ہوسکتا ہے۔ انہوں نے علامہ لکھنوی کے شعر پر شطحیات صوفیہ کا لیبل لگا کر ان کے کفریہ شعر کو اسلامی مفہوم دینے کی کوشش اس لیے نہیں کی کہ وہ جانتے تھے کہ علامہ لکھنوی اور مغلوب الحال صوفیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اصفیا کی نقل میں اردو فارسی اشعار لکھ لینے سے کوئی مغلوب الحال صوفی نہیں بن جاتا بلکہ یہ مقام تو فنا کی منزلیں

طے کرنے کے بعد ملا کرتا ہے اسی لیے انہوں نے
علامہ کے شعر پر شرعی گرفت فرما کر شعر کے کفریہ ہونے کا حکم فرماتے ہوئے لکھا ہے:

”قرآن وحدیث کی عمر کو معاذ اللہ بت پرستی پر نثار کرنا قرآن وحدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں۔“ [فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۳۸۸]

بلکہ الطاری الداری لہفوات عبد الباری جو حضور اعلیٰ حضرت کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو آپ نے علامہ لکھنوی کو لکھے تھے جس کو حضور مفتی اعظم ہند نے ترتیب دیا اس میں مجوشہ شعر کے دفاع میں امیر خسرو کے درج ذیل شعر۔

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم باخلق وعالم کار نیست

اور سرمد کے درج ذیل شعر۔

با عجز و نیاز، جملہ نقدِ خود را — رفتی و نثارِ بُت پرستے کردی

کو سند بنانے پر بڑا زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، اس تبصرہ کو یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو

”بہت اشعار جہال بنا کر اکابر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں حضرت خواجہ حافظ کا شعر بتاتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص وعام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

اگر شعر ؎

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم باخلق وعالم کار نیست

طرق معتمدہ شرعیہ پر حضرت امیر خسرو سے ثابت نہیں تو اس سے استناد مردود ہونا واضح ورنہ وہ یقینا اور اسی طرح سرمد کا کلام مصطلحات صوفیہ پر ہے

جس طرح کلام حافظ میں وظیفۂ شراب خوری سخت بے دین ہوگا وہ جو انہیں معانی
لغویہ پر محمول کر کے برانڈی پینا اور بت پوجنا شروع کر دے کہ حافظ وخسرو جو فرما گئے ہیں
.... سرمد نے تو اس معنی مجازی کو بھی اپنے نفس پر ملامت میں کہا اور شکست دین بتایا کہ ۔

سرمد در دین عجب شکستی کردی ایمان بفدائے چشم مستی کردی

اس کے بعد وہ شعر ہے اور یہاں معنی حقیقی کو فتح دین واصلاح دین بنایا گیا ۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تابہ کجا"

[الطاری الداری لہفوات عبدالباری، حصہ اول ص ۴۴]

اب اگر پھر بھی کوئی ان بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت کرستی کا اعلان کرے
، اپنے کلام میں بجائے حمد ونعت کے بت پرستی کی مدحت میں اشعار کہے اور اپنے بت
پرست ہونے کا دعوی کرے نیز خود کو بت پرست کہنے پر فخر محسوس کرے، تو اس کے لیے
ڈاکٹر اقبال کی زبان میں بس اتنا ہی پوچھنا کافی ہوگا کہ

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(ڈاکٹر اقبال)

الحاصل:۔ بعض بزرگوں سے جو ظاہر شرع کے خلاف امور صادر ہوئے اصطلاح
تصوف میں اسے شطح کہتے ہیں خواہ اس کی کتنی بھی تاویلیں ہو جائیں لیکن اسے شطح سے ہی
تعبیر کیا جائے گا۔ اس کی ایک مثال پیش ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عین القضاۃ ہمدانی کے خلاف شرع قول کو شطح
سے تعبیر فرماتے ہوئے والد گرامی سے مسموع تاویل کا ذکر کیا ہے۔

لکھتے ہیں:

در تاویل شطح عین القضاۃ همدانی آنراکه شماخدامی
دانید نزدیک ما محمد است

وآنکه شما محمد میدانید نزدیک ماخدااست"

(عین القضاۃ ہمدانی کی شطح کی تاویل میں، وہ جسے تم خدا جانتے ہو وہ
میرے نزدیک محمد ہے اور جسے تم محمد جانتے ہو میرے نزدیک خدا ہے)

[انفاس العارفین، فارسی، ص ۱۰۷]

عین القضاۃ ہمدانی کے قول کی تاویل بھی پیش کی جارہی ہے مگر اسے شطح سے
تعبیر کر کے یہ بھی اشارہ کیا جارہا ہے کہ یہ بظاہر خلاف شرع ہے اور ایسی باتیں کرنے والے
لوگ مجبور ومعذور ہوتے ہیں کیوں کہ ان پر سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور سکر کے غلبہ کے وقت ہی
ان سے ایسا کلام وکام صادر ہوتا ہے جو بظاہر خلاف شرع نظر آتا ہے۔

شطحیات پر اصفیا وعلما کا ردعمل:

گزشتہ سطور سے یہ بات صاف ہوگئی کہ اصفیائے کرام کے کلام میں اگر کوئی بات
ظاہر شرع کے خلاف پائی جائے تو اسے اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور شطح
کا حکم بھی بیان کر دیا گیا کہ اس معاملہ میں انسب سکوت ہی ہے، لیکن اگر کوئی عالم ایسے
خلاف شرع قال وحال کی کوئی معقول توجیہ شرعی نہ حاصل کر سکے اور اس قول یا فعل سے قوم
کی گمراہی کے امکانات نظر آتے ہوں تو اسے قانون شرع کی پاسداری کرنے کے سلسلے
میں مورد طعن نہیں ٹھہرایا جائے گا، علما کو تصوف کی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینے والے اگر
خود بھی کتابیں پڑھ لیا کریں تو شاید انہیں ایسی بہت سی مثالیں کتب تصوف میں مل جائیں
گی کہ اصفیائے کرام نے خود بھی بعض اصفیا کی خلاف شرع باتوں پر حکم شرعی بیان کر کے
حق شرع ادا کیا ہے علاوہ ازیں علما کو بھی قانون شرع پر عمل کرنے کی ترغیب وتعلیم دی ہے۔
ہم اس سلسلے میں چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی فرماتے ہیں:

"حضرت جنید امام تصوف تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوی پر ان کے دستخط
بھی لیے جائیں حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصور بے قصور ومجبور ہیں مگر یہ

بھی جانتے تھے کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے اور ظاہر میں
ایسا کہنا فی الواقع بروئے شریعت کفر ہے اس لیے آپ صوفیانہ لباس
اُتار کر خانقاہ سے مدرسہ میں آئے علمائے ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور
محضر پر یہ لکھ دیا ظاہری طور پر پر منصور واقعی واجب القتل ہے باطن کو
خدا ہی جانتا ہے‘‘ [محفل اولیاء ص ۲۰۱، ۲۰۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

’’ایں طائفه ومتمکنان ایشانند که جامع اندمیان ظاهر
و باطن و شریعت وحقیقت تسلیم ایشاں درآنچه خبر
دهند از احوال باطن و اسرار حقیقت لازم است و
ضابطه دریں باب است که هرچه بی شبهه مخالف
مقتضاے علم وحکم شریعت بود انکار آں واجب
است و هر چه دراں شبهه بودتوقف دراں لازم اگر
قائل وفاعل آںمردی است که امام است درعلم و
عمل ومستقیم درتقوے وورع تاویل و توجیح قول
وفعل وی بایدنمودا گرمصلحت شرعی در رد آں بود تا
باعث ضلال اضلال ناقصاں نگرددوآں دیگراست. ‘‘

یعنی اس جماعت کے کاملین جو شریعت وحقیقت دونوں کے جامع ہیں
باطنی احوال اور حقیقت کے اسرار سے متعلق جو بھی کہیں اس کی تصدیق
ضروری ہے۔ اور اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ ان کی جو بات بلاشبہہ
خلاف شرع ہو اس کا انکار واجب ہے اور جس میں شبہہ ہو اس میں
سکوت اختیار کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ بات ایسے بزرگ کی ہو جو علم وعمل
اور ورع وتقویٰ میں امام کی حیثیت رکھتا ہو اور اس کے قول وفعل کی

مناسب تاویل کر لینا مناسب ہے اور اگر اس کے رد کرنے ہی میں
مصلحت شرعی ہو تا کہ وہ عوام کی گمراہی کا سبب نہ بن جائے تو دوسری
بات ہے۔ [مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبار الاخیار ص ۱۰۰]

امام شعرانی فرماتے ہیں:

’’بعض اوقات ایک عالم دین بعض صوفیہ پر عوام اور حجاب والوں پر رحم
کرتے ہوئے اس خوف کی وجہ سے انکار کرتا ہے کہ یہ لوگ اپنی
جہالت کی وجہ سے اسے پریشان کریں اور یوں اپنے آپ کو ہلاکت
میں ڈال لیں یہ انکار اس صوفی پر من کل الوجوہ رد کے لیے نہیں ہوتا
جیسا کہ شیخ برہان الدین البقاعی سے سیدی عمر بن الغارض رحمۃ اللہ
علیہ کے کلام میں اس حکمت عملی کو اپنایا اور بعض دوسرے حضرات نے
شیخ محی الدین العربی کے کلام میں گفتگو فرمائی۔‘‘

[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

لہٰذا علمائے شریعت جو قانون شریعت کے پابند ہوتے ہیں انہیں خلاف شرع اُمور
پر حکم زنی کا شرعاً حکم ہے۔ انہیں اس سلسلے میں مجرم گرداننا خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔
بلکہ انہیں مطعون کرنا انہیں برا سمجھنا قانون تصوف اور قانون شریعت دونوں کی
خلاف ورزی ہے۔ تصوف کی کتابوں میں ہمہ وقت مستغرق رہنے والے تصوف تصوف کی
رٹ لگانے والے بزعم خویش صوفی بننے والے تصوف کی تعلیم پر خود کیوں عمل پیرا نہیں
ہوتے؟ صوفیا کی روش کو اپنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

جب ظاہر کلام شریعت کے خلاف نظر آتا ہو تو علما کو حق شرع ادا کرنے پر ملامت کرنا
اپنے مریدوں کو بس اسی کام پر مامور ومقرر کر دینا کیا یہی تصوف ہے؟ نہیں ہرگز نہیں
تصوف یہ نہیں ہے بلکہ تصوف تو یہ ہے کہ حسین بن منصور حلاج کو جب سولی دی جا رہی تھی تو
لوگ ہر چہار طرف سے انگشت نمائی، طعنہ زنی، سنگ ریزی کر رہے تھے چند وفادار

مریدوں نے اس وقت حضرت حلاج سے پوچھا کہ جولوگ آپ پر پتھر برسا رہے ہیں آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں طعنے دے رہے ہیں انہیں اجر ملے گا یا ہمیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا مریدوں نے حیرت سے پوچھا کیوں انہیں دوگنا کیوں ہمیں اس سے کم کیوں فرمایا کیوں کہ وہ شریعت پر عمل کررہے ہیں اور تم میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں حسن ظن چوں کہ شریعت کی فرع ہے اور شریعت اصل ہے، اس لیے انہیں تم سے دوگنا ثواب ملے گا۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ اصفیا کی خلاف شرع باتوں کو عام کر کے یقیناً شریعت کی توہین کا ارتکاب کیا جاتا ہے قرآن وحدیث کچھ کہہ رہا ہے اور صوفی کا ظاہر کلام اس کے یکسر خلاف نظر آرہا ہے تو ایسی صورت میں بس اتنا ہی کہا جائے گا کہ بزرگوں کی جو باتیں دامن شرع کو داغدار کرتی ہوں انہیں پردۂ خفا میں ہی رکھنا لازم ہے۔ کیوں کہ ایسی باتیں عوام کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں

شاہ مراد سہروردی مارہروی نے منصور حلاج کے نعرۂ اناالحق کے ضمن میں یہی کہا ہے، وہ کہتے ہیں:

''میں خدا ہوں کے نعرے لگانا باطن والوں کے نزدیک کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو خواہ وہ جنون وعشق ہی میں یہ نعرے لگا رہے ہوں اور ان کے پردے میں خود خدا ہی بول رہا ہو مگر اہل شریعت تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اور نہ تصوف وعرفان کا یہ اصول ہے کہ رموز باطنی واشگاف کیے جائیں اور طریقت کے اصول کو شریعت پر تقدیم دی جائے یہ ایک بڑا فتنہ تھا عوام تو شریعت ہی کو سمجھتے ہیں اور شریعت ہی ہر امر اور ہر ترقی کی اساس وبنیاد ہے اور اسے تو تمام عوام وخواص اور علما اور اولیا کو مقدم ہی رکھنا پڑتا ہے اور کیوں نہ رکھیں کہ شریعت بھی تو اوامر ونواہی ربانی ہی کا نام ہے جب ایک شخص اپنی تمام بزرگیوں اور عبادتوں اور

کرامتوں کے باوجود خود کو خدا کہے گا تو ضرور عوام گمراہ ہوں گے یہ اسرار سہی مگر اسرار والوں ہی کے لیے ہیں عوام انہیں کیا سمجھیں۔''

آخر میں بس اتنا اور عرض کردوں کہ ولایت کے مرتبہ کمال تک پہنچنے کے لیے شریعت کی پاسداری لازم وضروری ہے ہر ایسی بات جو بظاہر خلاف شرع کسی صوفی کے منہ سے نکلتی ہے تو وہ اس کے اور اس کے مرتبہ کمال کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔امام شعرانی لکھتے ہیں کہ

''حضرت سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کامل اسی وقت مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے جب کہ اس کا کلام ظاہر شریعت کو داغدار نہ کرے کیوں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی شریعت پر امین بنایا ہے۔'' [طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

لب لباب یہ کہ بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت پرستی، کفر واسلام میں عدم امتیاز یا مساوات بلکہ اس سے دور رہنے کا پیغام عام کرنا شریعت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے ایسی حرکتوں سے باز رہنا اور شریعت کے اوامر ونواہی کا پاس ولحاظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ ہمیں خلاف شرع حرکات سے محفوظ فرمائے اور قانون شریعت کا پابند بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

دل خراش............ایمان پاش

منظر پس منظر......اور دعوت فکر

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

آج عالمی سطح پر جو بھونچال آیا ہوا ہے، اس میں مسلمانوں کی جان محفوظ ہے، نہ ایمان۔ایک طرف ہر دن مسلمانون کی بے دریغ جان جارہی ہے، تو دوسری طرف آزاد خیالی کے طوفان سے ایمان خطروں میں گھرتا جارہا ہے۔اگر جان کے لٹیرے کلمہ پڑھنے والے ہیں، تو ایمان کے لیے خطرے کا نشان بننے والے بھی کلمہ پڑھنے والے ہیں۔اس تناظر میں جان کا بچانا اگر مشکل ہورہا ہے، تو ایمان کا بچانا اس سے مشکل تر۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جان کے لٹیروں کی اپنی پہچان ہے۔جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔مگر ایمان کے لٹیرے تو ہمارے بھیس میں ہیں۔وہ ہمارے جیسا کلمہ پڑھتے ہیں۔ہماری جیسی نمازیں پڑھتے ہیں، ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، اس لیے ان کی پہچان مشکل سے اور بہت کے دن بعد ہوتی ہے۔وہ بھی کب......؟ جب وہ موقع دیکھ کر اپنا مافی ضمیر ظاہر کرتے ہیں۔اپنے مشن کو ذہن سے زمین پر لانے کی کوشش کرتے ہیں، تب اس وقت قدیم نظریات وافکار کو سینے سے لگا کر رکھنے والوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ اپنا نہیں ہے۔یہ تو غیروں کی بولی بول رہا ہے۔اجنبی اجنبی خیال ظاہر کررہا ہے، یہ ایسا خیال ہے جو ہمارے پرکھوں باپ داداؤں کے خیال سے میل نہیں کھاتا ہے۔پھر جدید وقدیم خیالات کی کشمکش شروع ہوجاتی ہے۔نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کے مطابق کہ "قرب قیامت میں لوگ ایسی ایسی نئی باتیں بیان کریں گے، جن کو نہ تم نے نہ تمہارے آباؤ واجداد نے سنا

ہوگا" (مفہوم حدیث)

اب سے پہلے ماضی قریب وبعید میں لوگ ان تجربات ومشاہدات سے گذر چکے ہیں۔اب بھی لوگوں کو تازہ بہ تازہ واردات سے گذرنا پڑرہا ہے۔مثلاً تقریباً ۱۴/سو سال سے "تقلید" پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔مگر اب سننے اور دیکھنے میں آرہا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں، جو تقلید کو نفاقِ خفی کہتے ہیں۔(الاحسان، الٰہ آباد، شمارہ ۴) اس بات پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا کہ ائمہ طریقت جتنے گزرے ہیں، وہ سب کے سب مقلد تھے۔

تحفظ ناموسِ رسالت کا قانون مسلمانوں کا متفق علیہ قانون ہے۔یہاں تک کہ حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تو عرش وکرسی سے بھی بلند، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا کی کوئی توہین کردے، تو وہ بھی کافر ہوجاتا ہے۔مگر اب سننے دیکھنے میں آرہا ہے کہ۔......"اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔(ماہ نامہ خضر راہ، مئی، ۱۴)

قدرے تفصیل تو آگے ملاحظہ کیجئے: آپ کو آپ کے ایمان کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، یہ سارے خیالات نئے ہیں کہ نہیں......؟ افکار اسلامی سے متصادم اور جمہور امت کے خلاف ہیں کے نہیں ......؟ آخر اس طرح کے ناروا خیالات کو پھیلا کر وہ لوگ کیا دکھانا اور کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں......؟ وہ تو ان کا ضمیر جانے۔آپ بتایئے۔ان خیالات کے ظاہر ہونے اور پھیلنے پر مسلمانوں میں اختلاف ہوگا کہ نہیں......؟ اور اگر خدانخواستہ ان نئے نئے خیالات کو لوگ تسلیم کرلیں۔بار بار کی نمائش اور خوبصورت پیشکش پر لوگ حق جاننے لگیں، تو ان کا ایمان خطرے میں پڑے گا کہ نہیں......؟

اس گئی گذری دنیا میں بھی سر ہتھیلی پر لے کر ایمان کی حفاظت کرنے والے لوگ موجود ہیں، تھے، اور رہیں گے۔(غازی ممتاز قادری کی ابھی تازہ وزندہ مثال دنیا کے سامنے ہے) اس لیے پیارے نبی سرور عالم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ایک وقت

ایسا آئے گا کہ لوگوں کو ایمان بچانا اتنا ہی دشوار ہوگا جتنا اپنے ہاتھ پر انگارا لینا......(حدیث مفہوم)

حال کے آئینے میں ان مبارک لفظوں کی معنوی تصویر دیکھئے تو لگتا ہے، وہ زمانہ آ گیا۔ میں سمجھتا ہوں آج جو شخص اپنا ایمان بچالے وہ اپنے زمانے کا مجاہد ہے۔ ایک اور نئی بات سنئے عالم اسلام کے سنی مسلمان اس پر یقین رکھتے ہیں کہ کوئی لاکھ نماز پڑھے، روزہ رکھے، ارکان اسلام ادا کرے، اپنے اہل قبلہ ہونے کا اقرار و اعلان کرتا پھرے، اگر بد قسمتی سے اس نے ایک ضرورت دینی کا انکار کر دیا، تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ کلمہ، نماز پڑھنا، اہل قبلہ ہونا سب دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ مگر اب کچھ جدید یئے اس بات کا پرچار کر رہے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے۔(ماہ نامہ خضر راہ، دسمبر ۱۳ء)

جبکہ ائمہ اعلام کے فرمودات کی روشنی میں اہل قبلہ ہونے کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے، اور جب کسی نے اپنے قول یا عمل سے کسی ضرورت دینی کا انکار کر دیا تو وہ مسلمان ہی نہ رہا، اور جب مسلمان نہ رہا تو اہل قبلہ نہ رہا۔ اب ایسے میں خیر خواہانہ جذبے سے دوسرے مسلمانوں کو ہوشیار و خبردار کرنے کے لیے شریعت کی ہدایت کے مطابق انہیں مسلمان نہ جانے انکے ساتھ وہی سلوک کرے، جو شریعت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا مطلوب ہے، تو عاقبت نا اندیش لوگ تلملا اٹھتے ہیں۔ ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور کھلے لفظوں میں منکر ضروریات دینی کے کفر کا انکار کر کے زبردستی کھینچ تان کر انہیں مسلمان سمجھنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ یہ سازش و کاوش اس وقت بڑی شدت کے ساتھ شعوری یا غیر شعوری طور پر چل رہی ہے اور اس میں اچھے اچھے صاحبان جبہ و دستار گرفتار ہیں۔ شاید یہ لوگ بھول رہے ہیں کہ کسی کے کسی کو مسلمان ماننے اور بتانے سے مسلمان نہیں ہوگا، بلکہ تمام ضروریات دین کے اقرار و تصدیق ہی سے وہ مسلمان ہوگا۔ اس طرح کی غیر سنجیدہ جدو جہد کرنے والے سوچیں اور غور کریں کہ اس طرح کی حرکتیں کر کے وہ اپنے ایمان کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ شریعت کا صاف ستھرا ضابطہ ہے کہ جس طرح مسلمان

کو مسلمان ماننا ضروریات دین سے ہے، ویسے ہی کافر کو کافر ماننا بھی ضروریات دین سے ہے۔ اگر کوئی اس ضابطہ کے خلاف کرے گا، تو وہ **من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر** کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔ میں نے اپنے مطالعے و مشاہدے سے جہاں تک سمجھا ہے، وہ یہ کہ ایسے لوگوں کے پاس بلا امتیاز ہر طرح کے لوگ چاہے وہ ہندو ہوں، مسلم ہوں۔ شیعہ ہوں، رافضی ہوں، وہابی ہوں، دیوبندی ہوں، اپنے ہوں بیگانے ہوں۔ آتے ہیں اور وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔ (مقدمہ نغمات الاسرار)

ایسے میں اگر وہ احقاق حق کریں گے تو لوگوں کا جمگھٹا ٹوٹ جائے گا۔ جمعیت بکھر جائے گی۔ اس لیے وہ اس پر اٹل ہیں کہ شریعت کا ضابطہ ٹوٹے تو ٹوٹے، مگر آنے والے کا رابطہ نہ ٹوٹے۔ ایسے لوگوں کی تحریریں، تقریریں، ان کی تربتیں، نصیحتیں بول رہی ہیں کہ یہ لوگ سب سے مل جل کر رہنے اور سب سے ربط وضبط بنائے رکھنے کے قائل ہیں۔ تبھی تو وہ اظہار حق کو مسلکی منافرت کہتے ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے......؟ جانتے اور ضرور جانتے ہیں کہ مسلکی منافرت تو فرمان رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود و مراد ہے۔ کیا شیعہ رافضی مرزائی وہابی دیوبندی وغیرہ کو مسلمان مان کر بھی کوئی مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر نہیں تو کیوں......؟ وہ سب بھی تو اہل قبلہ ہیں اور آپ کا کہنا ہے کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کریں گے، اگر آپ نہیں کر سکتے تو شریعت بھی آپ کو معاف نہیں کرے گی۔ ان لوگوں کو مسلمان ماننا دور کی بات ہے، فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ان کے ساتھ بیٹھو، نہ ان کو اپنے ساتھ بیٹھاؤ، نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کو اپنے ساتھ کھلاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، نہ ان کو اپنے ساتھ پلاؤ، آخر حدیث تک، آخر اتنے کھلے لفظوں میں اس ممانعت کی کچھ تو وجہ ہوگی، یہی وہ مسلکی منافرت ہے جو اگر کسی آدمی سے نکل جاتی ہے تو صلح کلیت اسے آدبوچتی ہے، اور آہستہ آہستہ اسے ارتداد کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ آنجناب تو یہ سب گلفشانیاں کریں اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً

تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت، کا نام ونشان نہ رہے، فوراً ان سے الگ ہو جاؤ ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ''۔ (تمہید ایمان۔ص:۱۰)

کہاں گیا اعلیٰ حضرت سے محبت کا دعویٰ، کہاں گیا مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ، دعویٰ جھوٹا اور نعرہ کوکھلا ہی رہے گا، جب تک قولاً فعلاً، تحریراً، تقریراً اس کا ٹھوس ثبوت نہیں مل جاتا۔ عمل کچھ اور ہے دعویٰ کچھ اور۔ عمل کچھ اور ہے نعرہ کچھ اور ہے۔ اس دورنگی کو اسلام کس نام سے یاد کرتا ہے سب جانتے ہیں۔

ان ضروری تفصیلات کے بعد اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف ماہ نامہ خضر راہ، الہ آباد جو شیخ ابو میاں کے فکر سازی اور سرپرستی میں نکلتا ہے، اس کے شمارہ دسمبر ۱۴ ؍عیسوی میں ایک مضمون چھپا ہے۔ جس کا عنوان ہے ''اہل قبلہ کی تکفیر احادیث کی روشنی میں'' اس مضمون پر جو ادارتی نوٹ لگا ہے، وہ دیدۂ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔ اس میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر یا انہیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔ (ص ۱۲)

اس عبارت کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ اس وقت بنام اسلام جتنے فرقے ہیں سب مسلمان ہیں۔ کیوں کہ وہ اہل قبلہ ہیں۔ یعنی قادیانی نبوت کا دعویٰ کرے پھر بھی مسلمان۔ شیعہ قرآن میں نقص نکالے پھر بھی مسلمان۔ وہابی رسول پاک کی کھلی توہین کرے پھر بھی مسلمان۔ دیوبندی ختم نبوت کا انکار کرے، علم نبوت کو ارذل جانوروں سے تشبیہ دے، مگر پھر بھی مسلمان، وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اس بات پر اجماع امت ہے کہ یہ سب فرقے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے دین سے خارج ہیں۔ جس کو جمہور اہلسنّت نے خارج کر دیا ان کو کچھ لوگ آج کل داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اس میں کیا راز ہے کیا منفعت ہے یہ تو وہی جانیں۔ سنی دنیا جمہور فقہائے کرام کے اقوال وفرمان پر یقین واذعان رکھتی ہے کہ یہ لوگ منکرین ضروریات دین

ہیں۔ لہٰذا کافر ومرتد ہیں۔ جو لوگ ایسوں کے ایمان پر مصر ہیں۔ بتایئے وہ بیک جنبش قلم و زبان اجماع کا انکار نہیں کر رہے ہیں اور اجماع کا انکار کیا ہے۔ خوب اچھی طرح سوچ لیجیے۔ افسوس یہ ہے کہ اپنی اس حرکتِ مکروہی پر بزعم خود حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔ آپ پورا مضمون پڑھ جایئے اور ایک بار نہیں کئی بار پڑھ جایئے۔ ہر جگہ یہی کوشش پھیلی ہوئی نظر آئے گی کہ مطلقاً اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے۔ نہ کہیں کوئی قید ہے نہ شرط۔ نہ کہیں یہ صراحت ہے کی اہل قبلہ کون ہیں......؟ ہمارے ائمہ کرام خصوصاً اعلی حضرت امام احمد رضا نے اہل قبلہ کس کو کہا ہے کہیں کوئی اس کا ذکر نہیں ملے گا۔ ائمہ کرام کی قیود وشروط سے صرف نگاہی کا نتیجہ ہے کہ اپنا خود ساختہ پسندیدہ مفہوم دلیری کے ساتھ بیان کر دیا اور نہیں سوچا کہ اس کلام کا انجام کیا ہوگا......؟ اس کو تسلیم کر کے کتنے لوگ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس لیے کہ اس کو مانتے ہی سب کی زبان پر عدم تکفیر کا تالا لگ جائیگا۔ اسی مضمون کی دوسری قسط خضرِ راہ جنوری ۱۵ء کے شمارے میں چھپی ہے۔ اس میں جو چمتکاری دکھاتی ہے وہ دیکھنے اور سننے کے لائق ہے۔ اسی عجوبہ کاری کی وجہ سے اس بات کو پیش کرنے سے پہلے مجھے اپنی کتاب ''حضور امینِ شریعت: حیات اور کمالات'' کے چوتھے باب حضور امینِ شریعت اور مسلک اعلی حضرت میں اس جملے کا ان لفظوں میں خیر مقدم کرنا پڑا ہے۔ اس میں عنوان کے نیچے ادارتی نوٹ کے اوپر جو ایک لائن ہے، آخر کچھ تو ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سطر کا اضافہ کرنا پڑا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ ایک لائن جس جگہ پر ہے اور جس انداز میں ہے۔ اس میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون نگار کی اپنی بات ہے اور کوئی خاص بات ہے جسے ہیڈنگ کے نیچے ادارتی نوٹ کے اوپر جگہ ملی ہے۔ تاکہ پہلی نظر میں پچھلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے، کو بھرپور تائید مل جائے زیر بحث جملہ یہ ہے۔ ''جو ہماری طرح قبلہ رخ ہوکر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے'' (خضر راہ، ص:۱۰)

اس بات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کسی زاویئے سے بھی لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ حدیث ہے، اس لیے کہ بیچ میں یہ سطر، اس کے اوپر اصل سرخی ہے، اس کے نیچے ادارتی نوٹ اور

اب اس کے نیچے حدیث پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جو حدیث نمبر ۶ سے شروع ہوتی ہے۔ ہم اہلسنّت و جماعت کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی حدیث شریف تحریر فرماتے ہیں، تو پہلے یہ ضرور لکھتے ہیں کہ رسول پاک نے ارشاد فرمایا، یا اس جیسا کوئی اور لفظ اور اخیر میں کم ازکم اتنا ضرور لکھتے ہیں (حدیث) تا کہ عام لوگوں کی بات نبی پاک کی پیاری بات میں امتیاز ہو جائے۔ اب میرا یہ کہنا ہے کہ کیا اس طرح بغیر اداب ولوازمات کے حدیث شریف کو عام آدمی کی بات کی طرح بیان کرنا بے ادبی نہیں ہے؟ نمبر ۲ حدیث کو اس طرح بیان کرنا کہ وہ بیان کرنے والے کی بات معلوم ہو یہ حدیث کے تقدس کے خلاف نہیں ہے اور تیسری اور آخری بات یہ کہ بغیر کسی قید وشرط کے اس فکر کو اگر عام کر دیا جائے کہ تمام اہل قبلہ مسلمان ہیں، تو بتایا جائے کہ دنیا سے امان اٹھے گا کہ نہیں؟ ہر بد مذہب بد عقیدہ کو موقع مل جائیگا کہ وہ اپنے مومن ہونے کا یقین رکھے اس لیے کہ وہ اہل قبلہ ہے اور حدیث میں اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ اس وقت بتایئے ملت میں کتنا بڑا انتشار پیدا ہوگا۔ اسی تناظر میں ایک آدمی ہے وہ اہل قبلہ ہے، مگر رافضی، قادیانی، وہابی، دیوبندی، کو مسلمان مانتا ہے، تو اس کی یہ حرکت اس کیلیے ایمان پاش ہے کہ نہیں یقینا یہ اس کیلیے بھی ایمان پاش ہے اور اس کے لیے بھی جس نے یہ راستہ دکھایا، یہ دروازہ کھولا۔ کیا قادیانی وہابی وغیرہم کو مسلمان مان کر بھی کوئی اہل قبلہ رہ سکتا ہے......؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ اہل قبلہ ہونے کیلیے مسلمان ہونا شرط ہے، اس بات کو میں نے اپنی مذکورۃ الصدر کتاب میں اس طرح لکھا کہ اگر آپ واقعی سنی صحیح العقیدہ ہیں......؟ آپ کو اپنے عقیدے سے پیار ہے اور تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار آپ ایمان کو سمجھتے ہیں اور اس نقطہ نظر سے ایمان کی حفاظت کی فکر رکھتے ہیں تو مجھے یقین ہے آپ لرز اٹھیں گے، دیکھئے یہ دلخراش، ایمان پاش جملہ، ہم نے دلخراش اور ایمان پاش حدیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو نہیں لکھا، کون صاحبِ ایمان حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کہہ سکتا ہے بلکہ ہم نے مضمون نگار کی اس جرأت کو کہا ہے، جو اس نے حدیث کی پیشکش میں کیا ہے اور اپنے مشن کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے اور اہم

الاہم بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی عبارت کے اخیر میں کہا ہے دیکھئے یہ جملہ، یہ جملہ کا لفظ شاہد عدل ہے کہ میری مراد حدیث مصطفیٰ نہیں ہے بلکہ مضمون نگار کی بات ہے۔ ورنہ مجھے جملہ کہنے کی کیا ضرورت تھی، میں حدیث مصطفیٰ لکھ سکتا تھا۔ اگر میں لکھتا دیکھئے حدیث مصطفیٰ، تو بات اور تھی۔ مگر میں نے لکھا، دیکھئے یہ جملہ تو معہود ذہنی اور ہے، میں اپنے قارئین ہی سے پوچھتا ہوں اور قند مکرر پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی اس حدیث کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہوئے قبلہ رخ نماز پڑھتے ہوئے، تمام اہل قبلہ کو مسلمان مانے تو کیا اس کا یہ عمل اس کے لیے ایمان پاش ہوگا کہ نہیں۔ بیشک ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ بس اتنی سی بات تھی، جس کو یار لوگوں نے بغض وحسد کا وسیلۂ اظہار بنالیا اور میڈیا پر وہ شور مچایا کہ جیسے انہیں دارین کی دولت مل گئی ہو اور بلا خوف وخطر میڈیا پر بیان جاری کر دیا کہ مولانا نجم القادری صاحب نے حدیث کو دل خراش اور ایمان پاش کہہ دیا۔ اگر انہیں اپنے ہی ایمان کی فکر ہوئی اور مفہوم حدیث جو فقہا نے بیان کیا ہے، وہ ان کی نظر میں ہوتا تو ہرگز ایسا نہیں کہتے۔ یہاں تو بس ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، سب سے مل جل رہنے کی جو دعوت دینا ہے، اس کے لیے کچھ تو سہارا چاہیے۔ بس لے لیا حدیث شریف کے ظاہر کا سہارا۔ اور چلا دیا گمراہی کا پتھر اور نہیں دیکھا کہ ان کا اپنا ہی وجود گھائل ہو رہا ہے۔ اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں وہ پھنس چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایسا کرنا ان کی مجبوری بھی ہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتے، تو بد مذہبوں سے میل جول کا جواز کہاں سے ملتا۔ لہٰذا لکھ مارا کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کا وہی مفہوم لینا ہوگا، جو فقہاء اسلام نے لیا ہے۔ تمام فقہاء کے فکر پر اپنی فکر کو ترجیح دینا۔ دین میں نیا راستہ نکالنے کے مترادف ہے۔ ہزاروں رحمتوں کے پھول برسیں امام احمد رضا کی ترتب منور پر کہ آپ نے اہل قبلہ کی ایسی تشریح فرما دی کہ ایمان اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ تحفظات کے قلعے میں آج سکون کی سانس لے رہا ہے۔ رقمطراز ہیں ''اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، ان میں سے کسی ایک بات کا منکر ہو تو قطعا، یقینا، اجماعاً کافر مرتد ہے۔ ایسا کے جو اسے

کافر نہ کہے خود کافر ہے‘‘ (تمہید ایمان، ص:۳۱)

اور کسی طرح کا کوئی خدشہ و دغدغہ نہ رہے، اس لیے کے اس کی مزید وضاحت کے لیے مواقف کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔ ’’ہمارے علمائے جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہل قبلہ کی تکفیر روا نہیں، اس سے نرا قبلہ کو منھ کرنا مراد نہیں کہ رافضی جو بکتے ہیں کہ جبرئل علیہ السلام کو وحی میں دھوکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی طرف بھیجا تھا اور بعض تو مولی علی کو خدا کہتے ہیں۔ یہ لوگ اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کا بھی یہی مراد ہے، جس میں فرمایا جو ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منھ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ (تمہید ایمان ص ۳۲)

عافیت اسی میں ہے کہ حدیث کی وہی مراد لی جائے جو امام احمد رضا نے لیا ہے ورنہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے من مانی چھیڑ خانی اس کو بھی لے ڈوبے گی اور اس کو بھی جو اس کے حمایتی ہوں گے کسی پر کوئی حتمی حکم لگانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینی چاہیے کہ کہیں وہ حکم لوٹ تو نہیں رہا ہے۔ یہ وہ مقام ہیں جہاں سانسیں رک جاتی ہیں اور اچھے اچھوں کے پر جلنے لگتے ہیں۔ کسی کو کافر کہنے کہ حوالے سے اعلیٰ حضرت کی احتیاط دیکھئے فقہاء اسلام کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: ’’جس مسلمان سے کوئی ایسا لفظ صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں، ان میں ۹۹ رپہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے، ہم اسے کافر نہ کہیں گے۔ آخر ایک پہلوں اسلام کا بھی تو ہے۔ کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلوں مراد رکھا ہو۔ (تمہید ایمان ص، ۳۶)

طاہر البادری کے کفر پر تاویل کا دروازہ ڈھونڈنے والوں کی آنکھوں پر تعصب کی ایسی پٹی بندھی کہ تاویل کے سارے دروازے بند نظر آئے۔ دوسرے پر گمراہی کا الزام لگانے والے اپنے دامن پر نظر ڈالیں کہ الزامات کے کتنے داغ سے ان کا دامن داغدار بنا ہوا ہے۔ ذرا اپنے اس دلخراش اور ایمان پاش جملے پر نظر ڈالیں کہ اس وقت کسی فرد کی تکفیر

نہیں کی جائے گی اور نہ ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (خضر راہ، مئی، ۱۳)

دیابنہ، وہابیہ، رافضی، وچکڑالوی اور اہل حدیث وغیرہ کون سا فرقہ ایسا ہے، جو اپنے غلط افکار ونظریات کی موقع پڑنے پر تاویل نہیں کرتا۔ لیکن ابو میاں کے زیر سایہ نکلنے والے رسالے میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ وہ فرقہاء باطلہ جن کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے، توان پر علماء حرمین شرفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہلسنّت وجماعت، بلکہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی جانب سے ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر ہے، تو ابو میاں کی جانب سے سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی کھلی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جمہور علماء کے خلاف اپنا عقیدہ گڑھنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہے کوئی جواب۔ تارعنکبوت سے زیادہ کچا عقیدہ رکھنے والے دیوار آہنی پر سنگ باری کی نادان جتن میں لگے ہیں’ہم کسی کی تکفیر نہیں کریں گے‘‘ کیا مطلب؟ رافضی نبی کی شان میں کچھ بھی بکے ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے، وہابی نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنی بھی گالیاں دیں ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے۔ دیوبندی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بھی گستاخی کرے ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے۔ معاذ اللہ...... اس سے بڑھ کر دلخراش اور ایمان پاش نظریہ کیا ہو سکتا ہے۔ جبکہ محبت رسول کریم **علیہ الصلاۃ والتسلیم** کا تقاضہ تو یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں بے ادبوں سے دوستی کا نہیں دشمنی کا سلوک کیا جائے اور اشداء علی الکفار کے مطابق شدت سے جائے گی، انہیں اپنا دشمن سمجھا جائے۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ ارشاد نظر سے نہیں گذرا، دشمن تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اپنا دشمن، اپنے دوست کا دشمن ہے۔ دشمن کا دوست، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے ہمدردی رکھ کر ان سے محبت وان سے حمایت کر کے روحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کتنا جھوٹا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ کیا جھوٹ بولنے کی لیے نبی کی محبت ہی رہ گئی تھی۔ حالانکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی جان ایمان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کتنے واشگاف انداز میں ارشاد فرمایا ہے۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے کی میری جان ہیں یہ

قرآن وحدیث میں ایک طرف آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کی تعلیمات سے مالامال ہیں، تو دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدگویوں، عیب جویوں اور نکتہ چینیوں کی سزا سے لبالب، خاتم الفقہاء حضرت علامہ امام سید ابن عابدین شامی حنفی قدس سرہ اس حوالے سے بہت ساری آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ ساری آیتیں ایسے بدبخت کے کفر وقتل پر شاہد ہیں۔ (گستاخان انبیاء وصحابہ کا حکم، ص۱۹، مطبوعہ فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن دہلی ۲۰۱۴ء)

محقق علی الاطلاق حضرت علامہ امام کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں: ''یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے۔ تو گستاخی کرنے والا بدرجۂ اولیٰ کافر ہے، اور اگر نشہ (بلا اکراہ) پیا اور اس حالت میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ۶/۳۹)

حضرت امام قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں: ''جن کلمات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نقص کا پہلو نکلتا ہو، مثلاً جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا گالی دی یا ایسے کلمات کہے جو عیب جوئی کے لیے استعمال ہوتے ہوں، یا ان الفاظ سے آپ کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مبارک دین، اسوہ یا فضائل میں سے کسی خصلت کو زک پہنچتی ہو، یا ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کی تعریض کرے۔ یا اسی قسم کے اور دوسرے الفاظ استعمال کرے، تو ایسے تمام الفاظ سب وشتم میں شمار ہوں گے اور ایسے الفاظ کہنے والے کے لیے وہی حکم ہے، جو اہانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے کے لیے ہے۔ یعنی واجب القتل ہے اور اسی کلام پر تمام علماء اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے، جو صحابہ کرام علیہم اجمعین کے دور مبارک سے آج تک قائم وجاری ہے۔'' (الشفاء، ۲/۲۱۴)

اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت 'تمہید ایمان' کے آخر میں رقمطراز ہیں۔ ''جو انہیں کافر نہ کہے، جو ان کا پاس ولحاظ رکھے، جو ان کی استادی یا رشتے، یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ ان ہی کی طرح کافر ہے۔ قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھ دیا جائے گا۔ (ص:۴۸)

خود زمانۂ نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بہت سے گستاخان نبی قتل کیے گئے۔

۱۔ کعب بن اشرف یہودی تھا، جب اس نے حضور کا اذیت پہنچائی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کا حکم فرمایا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

۲۔ ابو رافع یہودی گستاخی کرتا تھا، حضور نے چند صحابہ کو اس کے قتل کا حکم دیا، حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا۔

۳۔ ابن خطل یہ بڑا بے باک اور بے ادب تھا فتح مکہ کے دن جان بچانے کے لیے کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے وہیں قتل کر دو اور وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ رہے گستاخان رسول کے حق میں نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وعمل اور یہ ہے سید سرا اوان والوں کا فرمان ''ہم کسی کی تکفیر نہیں کریں گے'' **الاماں والحفیظ**

اس سے بڑھ کر دلخراش اور ایمان پاش بات اور کیا ہوگی......؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عشاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، وہ کب کسی گستاخ کی گستاخی برداشت کر سکتے تھے۔ ان کے کردار وعمل سے حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر، عشق ومحبت ادب واحترام کا اظہار ہوتا تھا۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ کوئی بدطینت ان کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کرے اور وہ اس کے خلاف کوئی دوٹوک فیصلہ نہ کریں۔ سارے صحابہ گستاخ رسول کے کفر وقتل پر متفق ہیں۔

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد فرمایا، جس میں

کتنے لوگ تہہ تیغ ہوئے۔ اسی طرح دنیا کے سامنے عظمت مصطفٰی کا ایک دستور آپ نے مرتب فرمایا۔

۲۔سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشر نامی منافق کو حضور کے فیصلہ پر مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے قتل کیا۔

۳۔ایک منافق نماز میں اکثر 'سورۃ عبس' پڑھا کرتا تھا۔آپ نے بلاکر اسے قتل کردیا۔اس طرح کے واقعات سے پتا چلتا ہے کہ جس طرح گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر وقتل پر عہد رسالت میں عمل ہوا۔اسی طرح عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بھی اسی حکم پر عمل کیا گیا تاکہ امت مسلمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی گستاخ کے کفر وقتل کے متعلق شک وشبہ میں مبتلاء نہ ہو۔آج بھی اسی بات پر امت کا اجماع ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے اور مباح الدم ہے۔اور سید سراواں والوں کا کہنا ہے کہ 'آج ہم کسی فرد کی تکفیر نہیں کریں گے' کیا اس دلخراشی اور ایمان پاشی کو امت معاف کردے گی ......؟۔دنیا میں پاکستان وہ پہلا ملک ہے، جہاں کے پارلیامنٹ میں اہانت رسول کے مجرم کے لیے سب سے پہلے سزائے موت کا قانون بلا بحث ومباحثہ کے پاس ہوا۔پھر دوبارہ پاکستانی پارلیامنٹ میں اسی قانون کی تائید وتوثیق کی گئی۔یہ امت صرف اپنے نبی کی محبت میں سرشار ہونے کی وجہ سے زندہ اور تابندہ ہے۔جس دن یہ چراغ بجھ جائے گا سمجھ لیجئے اسی دن اس امت نے اپنی موت پر دستخط کردیا اور یہ وہی محبت رسول کا داعیہ تھا کہ مسرور اُممتاز قادری نے پھانسی کے پھندے کو چوم لیا آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ادائے فداکارانہ کو اتنا پسند فرمایا کہ ۷۰ رلاکھ لوگ اس کے نماز جنازہ میں حاضر ہوگئے۔ابھی نومبر ۲۰۱۵ میں لکھنؤ کے کملیش تیواری نے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی بے ادبی کی۔ہندوستان کا مسلمان ابل پڑا اور اکثر وبیشتر شہروں میں بھاری بھرکم مظاہرے ہوئے۔حکومت ہند کو میمورنڈم پیش کیا گیا۔جس میں پھانسی کا مطالبہ کیا گیا۔ایک طرف تو یہ پس منظر ہیں، دوسری طرف منظر یہ ہے کہ 'ہم کسی فرد

کی تکفیر نہیں کریں گے۔یہ مسلمانوں کے دلوں سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نقش کو مٹانے کے خفیہ اقدامات تو نہیں ہے۔؟غور کرنے کی ضرورت ہے اور مجھے تو اس فکر کا رشتہ وحید الدین خان صدر اسلامی مرکز دہلی کے فکر سے ملتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔دیکھئے اس کی یہ دلخراش ایمان پاش تحریر۔ان کی یعنی اہل سنت وجماعت کے خیال کے مطابق اگر کوئی شخص پیغمبر کی ذات کے معاملے میں گستاخی کا کلمہ کہدے، تو وہ بھڑک اٹھیں گے اور چاہیں گے کہ ایسے آدمی کو قتل کر ڈالیں۔ایسے لوگ اپنے پیغمبر کے بارے میں کتابیں لکھیں گے۔ان میں شاعرانہ مبالغہ آرائی تو بہت ہوگی، لیکن علمی اور تاریخی مواد ان کے اندر بہت کم پایا جائے گا۔مزید لکھا 'شاتم کی حیثیت ایک مدعوکی ہے، شاتم کو دعوت دینا ہے، نہ کہ قتل کرنا۔بظاہر شاتم دشمن نظر آتا ہے، تب بھی اپنی فطرت کے اعتبار سے وہ ایک انسان ہے۔اگر اس کے سامنے اسلام کا دین حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرے اور اس کی دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے۔(الرسالہ دہلی ،۱۹اگست ۲۰۱۵)

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے اہلسنّت وجماعت کا تحفظ فرمائے، جن کے نزدیک گستاخِ رسول بھی مجرم نہیں، بلکہ معافی کے قابل ہے۔ استغفر اللہ من ذالك الھفوات۔

ایسی سپاٹ تحریروں میں کہیں بھی محبت رسول کی رمق اور عظمت رسول کی چمک نظر نہیں آتی۔یہ ایک ایسی امت کی تحریر معلوم ہوتی ہے، جس کا نبی سے رشتہ یا تو منقطع ہوگیا ہو یا بس دکھاوے کا ہو۔کاش یہ لوگ ایمان کی ضرورت واہمیت کو سمجھتے! اور سمجھتے کہ ایمان کے لوازمات کیا ہیں۔

ابھی دو چار دن پہلے 'پاسبان حق' گروپ پر ایک دلآویز واقعہ پڑھا تھا، جو نبی کی محبت کے حوالے سے ہم سب کو اپنا اپنا قبلہ درست کر لینے کی دعوت دیتا ہے۔راوی لکھتے ہیں: 'میں فرانس میں رہنے والا ایک مسلمان ہوں۔ایک دن میں کافی شاپ میں بیٹھا

،کافی پی رہا تھا کہ میرے برابر والی ٹیبل پر ایک داڑھی والا آدمی مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں.....؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا نہیں، میں جارڈن کا یہودی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ،ایچ ڈی کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا اسلام کے کس پہلو پر آپ پی ،ایچ ،ڈی کررہے ہیں؟ تو شرما گیا مگر بولا مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں ۔میں نے اس سے پوچھا تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی؟ اس نے کہا میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے۔اب میں پیپر لکھ رہا ہوں میں نے پوچھا تمہاری ریسرچ کا نچوڑ کیا ہے؟ اس نے دائیں ،بائیں دیکھا اور آہستہ آواز میں بولا، میں پانچ سال کی مسلسل تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں ۔یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں۔لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے۔ میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، جب بھی اٹھے، جب بھی لپکے، اس کی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی ،آپ خواہ اس کی مسجد پر قبضہ کرلیں ،آپ اس کی حکومتیں ختم کر دیں ،آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگادیں ، یا آپ ان کا سارا خاندان لوٹ لیں ، یہ برداشت فرمالیں گے۔لیکن جونہی ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام غلط لہجے میں لیں گے، یہ تڑپ اٹھینگے۔اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون، یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے۔میری تحقیق ہے، جس دن مسلمان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں رہے گی ۔اس دن اسلام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کے مسلمانوں کے دل سے ان کا رسول نکال ہوگا۔اس کے ساتھ ہی اس نے کافی ختم کی اور اجازت لیکر چلا گیا۔لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں ۔میں اس یہودی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا ،لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا۔ میں جان گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے، اس وقت تک اسلام کا وجود

بھی سلامت ہے۔جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی ،اس دن ہم میں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد میں تو دعا گو ہوں کہ عالم اسلام میں اس واقعہ کی روح سرایت کر جائے ،تا کہ تقریریں ہوں ،تو نبی کی محبت والی ہوں۔تحریریں ہوں تو نبی کی محبت والی ہوں۔کتابیں لکھی جائیں ،تو محبت رسول والی لکھی جائیں۔رسالے نکلیں تو محبت رسول سے لبریز نکلیں۔پھر تو مسلمانوں میں نہ کوئی خلش ہوگی نہ رنجش۔نہ خلفشار ہوگا نہ انتشار۔یہ جتنی چیزیں ہو رہی ہیں ،صرف نبی کی محبت سے آنا کانی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔کاش پھر مسلمانوں کے دلوں میں نبی کی محبت کا جذبہ پہلے کی طرح جاگ جائے۔ پھر تو چاہتوں کا سویرا ہوگا ،اُلفتوں کی چاندگی ہوگی ،ناموس رسالت کا پھریرا ہر طرف لہرا رہا ہوگا جو مومنوں کے دل کی آواز ہے ،قلب صادق کی تمنا ہے اور وہ دن مسلمانوں کے لیے عروج کا دن ہوگا، اقبال وسر بلندی کا دن ہوگا۔مگر اس کے لیے ضروری ہے، مذکورہ سراوان والوں کے فکر سے جتنی فکر ملتی جلتی ہے، وہ تمام بحر ظلمات کی نذر ہو جائے۔انہیں طرح کے افکار مسلمانوں کی عزت وعظمت اور دینی و دنیاوی دونوں سرخروئی و سرفرازی کے لیے زہر قاتل ہیں۔خدا ہر سنّی کو محفوظ رکھے۔

بس یہ کہہ کر بات ختم کردوں کہ

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

اعلانِ برأت

مفتی شمشاد احمد مصباحی

الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ، پوسٹ گھوسی، ضلع مئو، یوپی

میرے دیرینہ رفیق حضرت مولانا نذیر احمد منانی شیخ الحدیث ضیاء العلوم، خیر آباد مئو کے بے حد اصرار پر ۲۴؍ جولائی ۲۰۰۹ء بروز جمعہ الہٰ آباد کے ایک پروگرام سے فارغ ہوکر خانقاہِ عارفیہ سیّد سراواں حاضر ہوا۔ اس وقت سید سراواں کا معاملہ اتنا ہائی لائٹ نہیں ہوا تھا، اور نہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ جانکاری تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ بڑے بڑے علماے اہلِ سنّت یہاں آتے رہتے ہیں۔ اس لیے میں بھی اپنے دوست کے کہنے پر ایک مرتبہ چلا گیا۔ رات کو پہنچا تھا پھر بھی مہمان نوازی اور ضیافت میں کوئی کمی نہیں رہی۔ دن میں پیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بھی بہت خلوص اور محبت کا اظہار کیا، اور میرے بارے میں اپنے گراں قدر تاثرات بیان کیے۔

مدرسہ میں نظم وضبط، طلبہ میں نماز کی پابندی، اساتذہ کا احترام، درس ومطالعہ کا ماحول دیکھ کر اور شاہ ابوسعید کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا اس کو سُن کر میں بہت متاثر ہوا۔ وہاں کے بعض مدرّسین کی گذارش پر مدرسہ عارفیہ کے نظامِ تعلیم وتربیت، خانقاہ اور اس کے سجادہ نشین شاہ ابوسعید عرف ابومیاں کی کارکردگی سے متعلق کچھ توصیفی جملے لکھ دیے۔

بعد میں الہٰ آباد کے متعدد علما کے ذریعے ابومیاں اور ان کے بعض مدرسین کے کچھ ایسے افکار ومعمولات کے بارے میں سنا جو مزاجِ شریعت سے قطعاً میل نہیں کھاتے۔ ''الاحسان'' کے کچھ قابلِ گرفت اقتباسات بھی پڑھے۔ ابن تیمیہ جیسے گمرہ وگمراہ گر کے بارے میں ان کے توصیفی کلمات دیکھے، کچھ مطبوعہ اشعار بھی نظر سے گذرے جو حد درجہ

قابلِ گرفت ہیں۔ پھر خانقاہ میں توسیعی خطبات کے لیے کچھ ایسے لوگوں کا آنا جانا بھی معلوم ہوا جن کی سنّیت حد درجہ مشکوک ومشتبہ ہے۔ بعض ایسے سر پھرے قلم کاروں کو بھی مدرسہ میں جگہ دی گئی جن کی مسلک بیزار تحریروں اور بے لگام تبصروں سے دینی تصلّب کو سخت نقصان پہنچا۔ اب بھی وہاں سے ایسی تحریریں شائع ہورہی ہیں جن کے بین السّطور سے التزام مذہب معین سے انحراف، مذہب حنفی کے بعض اجماعی مسائل کی مخالفت اور صلح کلّیت کو فروغ دینے کی چاہت ظاہر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ شاہ ابوسعید صاحب کی سرپرستی وحمایت میں ہورہا ہے۔

اس لیے اِن سنگین معاملات سے لاعلمی کا عذر قطعاً نامعتبر...... بعض احباب نے مجھے خبر دی کہ میری تحریر مذکور کو اِن دنوں یہ حضرات وقتاً فوقتاً دوسرے علما کے تاثرات کے ساتھ شائع کرتے رہتے ہیں، جس سے شیدائیانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور غلط فہمی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ان حضرات نے بار بار گذارش کی کہ آپ اپنی طرف سے ایک تحریر شائع کرکے اپنا موقف واضح فرمادیں۔

اس لیے میں فرمانِ رسالت من احب للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے اُن تاثراتی کلمات اور توصیفی جملوں سے رجوع کرتا ہوں جن کو بہت پہلے حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی بنا پر تحریر کیا تھا۔ آج سے میری اُس تحریر کو کالعدم سمجھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ میں ہر اُس خانقاہ سے برأت ظاہر کرتا ہوں جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کے بنیادی افکار ونظریات سے بالکلیہ متفق نہیں۔

فقط والسلام

استکتبہٗ **شمشاد احمد مصباحی**

خادم جامعہ امجدیہ، گھوسی، مئو

۲؍ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ/ ۳؍ نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات

STD. 05461
(O) 222044 (R) 222361, 223329
T. O. JAMIA AMJADIA RIZVIA P.O. GHOSI - 275304, Distt. MAU (U.P.) INDIA

باسمہٖ تعالیٰ و تقدس

Ref. No. .... Date 3/11/2016

میرے دیرینہ رفیق حضرت مولانا نذیر احمد منانی شیخ الحدیث ضیاء العلوم خیرآباد مئو کے بے حد اصرار پر ۲۴ جولائی ۲۰۱۶ء بروز جمعہ الہ آباد کے ایک پروگرام سے فارغ ہو کر خانقاہ عارفیہ سید سراواں حاضر ہوا۔ اس وقت سید سراواں کا معاملہ اتنا ہائی لائٹ نہیں ہوا تھا۔ اور نہ اس کے بارے میں کچھ زیادہ جانکاری تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ بڑے بڑے علمائے اہلسنت یہاں آتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں بھی اپنے دوست کے کہنے پر ایک مرتبہ چلا گیا، رات کو پہونچا تھا پھر بھی مہمان نوازی اور ضیافت میں کوئی کمی نہیں رہی ۔ دن میں پیر صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی بہت خلوص اور محبت کا اظہار کیا، اور میرے بارے میں اپنے گراں قدر تاثرات بیان کئے ۔ مدرسہ میں نظم وضبط، طلبہ میں نماز کی پابندی، اساتذہ کا احترام، درس ومطالعہ کا ماحول دیکھ کر اور شاہ ابوسعید کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا اس کو سن کر میں بہت متاثر ہوا، وہاں کے بعض مدرسین کی گذارش پر مدرسہ عارفیہ کے نظام تعلیم وتربیت، خانقاہ اور اس کے سجادہ نشیں شاہ ابوسعید عرف ابومیاں کی کارکردگی سے متعلق کچھ توصیفی جملے لکھ دئے —— بعد میں الہ آباد کے متعدد علماء کے ذریعے ابومیاں اور ان کے بعض مدرسین کے کچھ ایسے افکار ومعمولات کے بارے میں سنا جو مزاج شریعت سے قطعاً میل نہیں کھاتے ۔ "الاحسان" کے کچھ قابل گرفت اقتباسات بھی پڑھے ، ابن تیمیہ جیسے گمراہ گر کے بارے میں ان کے توصیفی کلمات دیکھے، کچھ مطبوعہ اشتہارات بھی نظر سے گذرے جو حد درجہ قابل گرفت ہیں۔ پھر خانقاہ میں توسیعی خطاب کیلئے کچھ ایسے لوگوں کا آنا جانا بھی معلوم ہوا جن کی سنیت خود مشکوک ومشتبہ ہے بعض ایسے سر پھرے قلم کاروں کو بھی مدرسہ میں جگہ دی گئی جن کی مسلک بیزار تحریروں اور بے لگام تبصروں سے دینی تصلب کو سخت نقصان پہونچا۔ اب بھی وہاں سے ایسی تحریریں شائع ہو رہی ہیں جن کے بین السطور سے التزام مذہب معین سے انحراف، مذہب حنفی کے بعض اجماعی مسائل کی مخالفت اور صلح کلیت کو فروغ دینے کی چاہت ظاہر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ شاہ ابوسعید صاحب کی سرپرستی وحمایت میں ہو رہا ہے اسلئے ان سنگین معاملات سے لاعلمی کا عذر قطعاً نا معتبر —— بعض احباب نے مجھے خبر دی کہ میری تحریر مذکور کو ان دنوں یہ حضرات وقتاً فوقتاً دوسرے علماء کے تاثرات کے ساتھ شائع کرتے رہتے ہیں جس سے شیدایان مسلک اعلیٰ حضرت کے جذبات کو ٹھیس پہونچتی ہے اور غلط فہمی بھی پیدا ہوتی ہے، ان حضرات نے بار بار گذارش کی کہ آپ اپنی طرف سے ایک تحریر شائع کر کے اپنا موقف واضح فرما دیں۔

اسلئے میں فرمان رسالت من احب للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے ان تاثراتی کلمات اور توصیفی جملوں سے رجوع کرتا ہوں جن کو بہت پہلے حقیقت حال سے ناواقفیت کی بنا پر تحریر کیا تھا آج سے میری اس تحریر کو کالعدم سمجھا جائے ساتھ ہی ساتھ میں ہر اس خانقاہ سے برأت ظاہر کرتا ہوں جو مسلک اعلیٰ حضرت کے بنیادی افکار ونظریات سے بالکلیہ متفق نہیں۔ فقط والسلام

استکتبہٗ شمشاد احمد مصباحی خادم جامعہ امجدیہ گھوسی مئو
۲ر صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۳ر نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات

786/92

ابوسعید احسان اللہ صفوی عرف ابومیاں بانی جامعہ عارفیہ سید سراواں الہ آباد اور ان کے ہمنواؤں کا بائیکاٹ

ذیل میں ان میں سے کچھ شہادات ملاحظہ کریں: